اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

تذکرۃ المصطفیٰ

مصنفہ و مؤلفہ

جناب مولوی سید نواب علی صاحب رضوی نیوتنوی

ایم اے - ایس سی - پروفیسر بڑودہ کالج

صوبہ گجرات

بہ تصحیح و اہتمام

جناب قاضی محمد زاہد حسین صاحب اسسٹنٹ

دفتر عالیہ لفٹنٹی الہ آباد - رئیس قصبہ نیوتنی ملک اودھ

تعداد جلد ۱۰۰۰ قیمت فی جلد عہ

در مطبع منشی نولکشور واقع الہ آباد مزین بطبع گردید

۹۲ ـ ۹۲۲۲

ع ال ت

فہرست کتاب تذکرۃ المصطفیٰ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	دیباچہ	۱ - ۳
۱	**دعاے خلیلؑ**	۴ - ۷
۱	مذہب انسان کی فطرت مین داخل ہے۔	۴
۲	بناے کعبہ ابراہیمی	۵
۳	عہد جاہلیت	۵ - ۶
۴	عام الفیل	۶ - ۷
۵	ولادت باسعادت	۷ - ۸
۲	**دُرِّ یتیم**	۷ - ۱۰
۱	حلیمہ دائی	۸ - ۹
۲	حضرت آمنہ و حضرت عبدالمطلب کی وفات	۹
۳	حضرت ابوطالب کی کفالت	۱۰
۴	عہد جاہلیت کی تعلیم	ایضاً
۵	آنحضرت اُمّی رہے	ایضاً
۳	**سفر شام**	۱۰ - ۱۹
۱	اہل عرب کی تجارت	۱۱ - ۱۲
۲	بازار عکاظ	۱۲ - ۱۳
۳	فجار کی چار خونخوار لڑائیان	۱۳ - ۱۵
۴	پہلا سفر	۱۵
۵	بحیرا کی ملاقات	۱۵ - ۱۶
۶	مکہ کی جمہوری حکومت	۱۶ - ۱۷
۷	دوسرا سفر	۱۷ - ۱۸
۸	نسطور راہب کی ملاقات	۱۸
۹	حضرت خدیجہؓ آپکی خوبیوں پر شیفتہ ہوکر عقد کرنے پر طیار ہوتی ہین	۱۸ - ۱۹
۱۰	عقد نکاح	۱۹
۴	**الامین**	۱۹ - ۲۵
۱	انسان کامل	۱۹ - ۲۰
۲	حلف الفضول	۲۰ - ۲۱
۳	آنحضرت جاہلانہ رسمون اور باطل	۲۱ - ۲۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	معبودون سے بیزار رہے۔	
۴	تعمیر قریش اور آنحضرتؐ کی فرزانگی	۲۲
۵	قحط مین آنحضرتؐ کی فیاضی	۲۲-۲۳
۶	غلامون پر شفقت کرنیکا پہلا عملی سبق۔	۲۳
۷	زید بن حارث رضہ	۲۳-۲۴
۸	خطاب "الامین"	۲۴
۹	بجز آنحضرت صلعم کے کسی نبی کے حالات تاریخی طور پر ثابت نہین ہوتے	۲۴-۲۵
۱۰	کلام مجید زندہ معجزہ ہے	۲۵-۲۶
۵	**غار حرا**	۲۵-۴۱
۱	سائنس کے مسائل خود ہی مابہ البحث ہین۔	۲۶
۲	عالم اجسام کی نہایت عالم ارواح کی بدایت ہے۔	۲۶-۲۷
۳	مدعیان سائنس نے حقیقت حال کہانتک دریافت کی۔	۲۷
۴	اسرار قدرت کا غیبی لفافہ سربمہر	۲۷-۲۸
۵	عالم غیب اور ملکوت کا عالم	۲۸-۲۹
۶	آفتاب اور ستارون کا احوال	۲۹-۳۰
۷	سائنس دان زیادہ مستحق ہے کہ آثار قدرت دیکھکر سربسجدہ ہوجائے	۳۰
۸	ہکسلی کہتاہے "سچا سائنس اور سچا مذہب توام بھائی ہین"۔	۳۱
۹	ہربرٹ اسپنسر کی رائے سائنس اور مذہب کے متعلق۔	ایضاً
۱۰	سچا سائنس اسلام کی تصدیق کرتا ہے۔	ایضاً
۱۱	آنحضرت صلعم قوم کی خراب حالت دیکھکر غور فرماتے ہین۔	۳۱-۳۲
۱۲	مراقبہ اور محاسبہ نبئ اور ربانی روشنی والے۔	۳۲-۳۳
۱۳	غار حرا مین خلوت گزینی	۳۳
۱۴	نزول وحی	۳۳
۱۵	انسانی الفاظ اسکی پوری شرح نہیں کر سکتے۔	۳۳-۳۴
۱۶	آگ کی مثال	۳۴
	حقیقت وحی کا ادراک علما کی [illegible]	۳۴-۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸	کوئی بزرگ روحانی ہارمونیم ہے اور کوئی نورانی فوٹوگراف۔	۳۸
۱۹	کارلایل کی رائے آنحضرت صلعم کے متعلق	۳۸-۳۹
۲۰	آنحضرت صلعم گھر تشریف لاتے ہین اور حضرت خدیجہ رضہ تسکین دیتی ہین۔	۳۹-۴۰
۲۱	ورقہ بن نوفل کی گواہی	۴۰-۴۱
۶	**منادی توحید**	۴۱-۷۹
۱	آسمان اور نورانی اجرام	۴۱-۴۲
۲	مذہب کے ابتدائی جذبات	۴۲-۴۴
۳	قابیل کا احوال	۴۴-۴۶
۴	حضرت سیث ع اور خدا پرستی	۴۶-۴۷
۵	حضرت ادریس ع	۴۷
۶	بت پرستی کی ابتدا	۴۷-۴۸
۷	حضرت نوح ع	۴۸
۸	امت نوح ع	۴۸-۴۹
۹	مسٹر لیارڈ اور نینوا کا قدیم مدفون سنگی کتب خانہ۔	۴۹-۵۱
۱۰	طوفان عالمگیر تھا کلام اللہ کی شہادت۔	۵۱-۵۳
۱۱	قصص انبیا کا حصہ جو کلام مجید مین درج ہے وہ صحیح ہے مگر روایات یہود کے حاشیے غلط ہین	۵۳-۵۴
۱۲	ایام اللہ ترغیب و ترہیب کے واسطے ہین"	۵۴-۵۵
۱۳	حضرت نوح ع کی تعلیم	۵۵-۵۷
۱۴	مذہب کیا ہے	۵۷
۱۵	میتھالوجی یعنی دیومالا کی ابتدا	۵۷-۵۸
۱۶	مذہب صابئین یعنی کواکب پرستی	۵۸
۱۷	اور کلدانیان	۵۸-۵۹
۱۸	حضرت ابراہیم	۵۹-۶۰
۱۹	بت پرستی کی برائی	۶۰
۲۰	حضرت ابراہیم اور اجرام فلکی	۶۰-۶۱
۲۱	دین حنیفی	۶۱-۶۲
۲۲	بت شکنی	۶۲-۶۳
۲۳	ہجرت	۶۳
۲۴	انسانی قربانی موقوف	۶۳
۲۵	قدیم مصریون کے حالات اور انکا مذہب۔	۶۳-۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۶	حیوان پرستی	۶۴-۶۵
۲۷	(فٹ نوٹ) مسئلہ حیات بعد الموت	۶۵
۲۸	حضرت موسیٰ	۶۵-۶۶
۲۹	تباہی بیت المقدس	۶۶
۳۰	خورس (کیخسرو) شاہ ایران	۶۶
۳۱	آریون کا حال ور انکا مذہب	۶۶-۶۷
۳۲	قدرت پرستی	۶۷
۳۳	عرصہ کائنات میدان جنگ ہے	۶۷-۶۸
۳۴	"اسپیتاما زرتشترا" اور مزدیستانی مذہب۔	۶۸
۳۵	دیوپرست اور ارمزد پرست کی جدائی۔	۶۸-۶۹
۳۶	دیوپرست ہندوستان مین آئے	۶۹
۳۷	عقلاے ہند نے روحانیت کے اعلےٰ مدارج طے کیے۔	۶۹
۳۸	مزدیستانی اور یہودی مذہب	۶۹-۷۰
۳۹	مذہب یہود مین خرابیان پیدا ہوئین	۷۰
۴۰	حضرت مسیح کی تعلیم بمقتضاے وقت محض صوفیانہ تھی	۷۰-۷۱
۴۱	حضرت مسیح دین کو ناتمام چھوڑ گئے	۷۱-۷۲
۴۲	بولوس یعنی سینٹ پال اور اسکی بدعتین۔	۷۲-۷۳
۴۳	دین عیسوی مین ابتدا ہی سے تفرقہ پڑ گیا	۷۳
۴۴	قسطنطین اعظم اور نائس کی کونسل	۷۳
۴۵	تثلیث کا عقیدہ۔ دین عیسوی بزور شمشیر پھیلا۔	۷۳-۷۴
۴۶	جب تمام عالم مین توحید کے خیالات سلب ہو گئے اسوقت آنحضرتؐ تمام عالم کی ہدایت کو مبعوث ہوئے۔	۷۴
۴۷	آنحضرتؐ نے توحید کو کامل کر کے راسخ کر دیا۔	۷۴-۷۵
۴۸	یہود اور نصاریٰ تشبیہ و حلول کے قائل تھے	۷۵
۴۹	عقلاے ہند نے "پرم برہما" کی تنزیہ کرتے کرتے اوسکو بالکل معطل سمجھ لیا تھا۔	ایضاً
۵۰	گوتم بودھ نے دیوتاؤن کی نفی کی مگر ذات واحد کا اثبات نہ کیا۔	ایضاً

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۱	مسئلہ نروان	۷۵-۷۶
۵۲	حکمائے یونان کے خیالات بھی عقلائے ہند کی طرح ناقص ہے۔	۷۶
۵۳	سورۂ اخلاص اور توحید فی الذات ۱ توحید فی الصفات ۲ اور توحید فی العبادت ۳۔	ایضاً
۵۴	آنحضرتؐ نے توحید کامل کی تعلیم ایسی راسخ کردی کہ اب غیر قومیں بھی توحید کی مقر نظر آتی ہیں	۷۷
۵۵	اسلامی توحید اور رسالت جزو لاینفک ہیں۔	۷۷-۷۸
۵۶	فرانس کے مشہور فاضل "کانٹ ہنری دی کاستری" کی گواہی۔	۷۸
۵۷	مومنین اولین	۷۸-۷۹
۷	**جہاد اکبر**	۷۹-۱۰۶
۱	"خنجر تسلیم"	۷۹-۸۰
۲	تبلیغ رسالت کی ابتدا	۸۰-۸۲
۳	قریش مکہ کی برہمی	۸۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴	حضرت ابوطالب کی حمایت	۸۲-۸۳
۵	حضرت بلالؓ	۸۳-۸۴
۶	یاسرؓ اور سمیہؓ کی شہادت	۸۴
۷	مسلمانوں کا حبشہ کیطرف ہجرت کرنا۔	۸۴-۸۵
۸	سورۂ نجم کے متعلق غلط فہمی	۸۵
۹	حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت	۸۵-۸۶
	نجاشی و حضرت جعفر طیارؓ	۸۶
۱۰	تصدیق نجاشی	۸۶-۸۷
۱۱	عتبہ بن ربیعہ کا آنحضرتؐ کو	
۱۲	دنیاوی لالچ دینا اور آپ کا جواب۔	۸۷-۸۸
۱۳	مشرکین کی دھمکی حضرت ابوطالب کا تذبذب آنحضرتؐ کا استقلال۔	۸۸-۸۹
۱۴	ایمان حضرت حمزہؓ	۸۹
۱۵	ایمان حضرت عمرؓ	۸۹-۹۱
۱۶	قریش کا ترک برادری کرنا اور آنحضرتؐ اور آپکے ہواخواہوں کا شعب ابوطالب میں محصور ہونا۔	۹۱-۹۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷	وفات حضرت ابوطالب و وفات حضرت خدیجہ رض اور ان دونوں پر ریمارک۔	۹۲-۹۳
۱۸	سورہ کوثر کی شان نزول	۹۳-۹۴
۱۹	حضرت سودہ رض	۹۴
۲۰	سفر طائف اور ناکام واپس آنا	۹۴-۹۶
۲۱	چھ یثربیوں کا ایمان لانا	۹۶-۹۷
۲۲	بیعت عقبۃ الاولیٰ	۹۷-۹۸
۲۳	واقعۂ معراج	۹۸-۹۹
۲۴	بیعت عقبۂ ثانیہ	۹۹-۱۰۱
۲۵	قریش کا قتل رسول پر آمادہ ہوکر مکان کا گھیر لینا	۱۰۱-۱۰۲
۲۶	حضرت علی رض مرتضیٰ کی فدائیت	۱۰۲
۲۷	حضرت ابوبکر رض صدیق کی رفاقت	۱۰۲-۱۰۳
۲۸	اصحاب رسول ص حضرت عیسیٰ ع کے حواری نہ تھے	۱۰۳
۲۹	غار ثور	۱۰۳-۱۰۵
۳۰	مدینہ میں بخیر و عافیت تشریف لانا۔ مسجد قبا۔	۱۰۵-۱۰۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸	**مدینۃ الرسول**	۱۰۶-۱۱۵
۱	اولاد اسمٰعیل ع	۱۰۶
۲	اوس و خزرج	۱۰۶-۱۰۷
۳	پیشین گوئیاں	۱۰۷-۱۰۸
۴	ایمان عبداللہ رض ابن سلام۔	۱۰۸-۱۰۶
۵	بھائی چارہ	۱۰۸-۱۰۹
٦	مسجد نبوی تعمیر	۱۰۹-۱۱۰
۷	اذان	۱۱۰
۸	قریش۔ یہود اور منافقین	۱۱۱-۱۱۲
۹	معاہدہ رسول ص	۱۱۲-۱۱۴
۱۰	"فارقلیط" دنیا کو عدالت سے بھرنے آتا ہے	۱۱۴-۱۱۵
۹	**جہاد اصغر**	۱۱۵-۱۸۲
۱	کفار قریش کی آمادگی	۱۱۵-۱۱۶
۲	غزوہ ابوا۔ بواط۔ سفوان ذی العشیرہ۔ سریہ نخلہ۔	۱۱۶-۱۱۷
۳	قافلہ لوٹنے کا الزام محض غلط ہے	۱۱۷-۱۱۸
۴	غزوہ بدر الکبریٰ اسکے اسباب اور واقعات۔	۱۱۹-۱۲۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵	غزوہ بنی قینقاع۔ غزوہ السویق	۱۲۶-۱۲۷
	غزوہ قرقرہ الکدر۔ ذی امر۔	
۶	دعثور کا ایمان لانا	۱۲۸
۷	قتل کعب بن اشرف	۱۲۹
۸	غزوہ احد	۱۲۹-۱۳۸
۹	غزوہ حمراء الاسد۔ سریۃ الرجیع	۱۳۸-۱۵۱
	بیر معونہ۔ غزوہ بنی النضیر	
	بدر الاخری۔ بنی المصطلق۔	
	غزوہ خندق۔ اور بنی قریظہ	
۱۰	صلح حدیبیہ	۱۵۲-۱۵۶
۱۱	آنحضرت صلعم کا بادشاہوں کے نام نامے روانہ کرنا	۱۵۶-۱۵۸
۱۱ (الف)	غزوہ خیبر	۱۵۸-۱۶۱
۱۲	عمرۃ القضا۔ سریہ موتہ۔ فتح مکہ	۱۶۱-۱۷۰
	سریہ خالد رض۔	
۱۳	غزوہ حنین۔ قیدیوں کی "منّاً"	۱۷۰-۱۷۶
	رہائی۔ سریہ حضرت علی رض۔	
۱۴	غزوہ تبوک	۱۷۶-۱۷۸
۱۵	اہل طائف کا اطاعت قبول کرنا۔	۱۷۹
۱۶	ایمان حبشی قاتل حضرت حمزہ رض	ایضاً
۱۷	ایمان کعب بن زہیر	۱۸۰
۱۸	غزوات اور سرایا کے وجوہات کا خلاصہ۔	ایضاً
۱۹	صرف چار سبب تھے	۱۸۰-۱۸۱
۲۰	جہاد پر ایک اجمالی نظر	۱۸۱-۱۸۲
۱۰	**تکمیل دین**	۱۸۲-۱۹۷
۱	عبداللہ ابن ابی کا مرنا اور منافقین کا سچے دل سے ایمان لانا۔	۱۸۳
۲	مدینہ منورہ	۱۸۴
۳	سورہ برات	۱۸۴-۱۸۵
۴	سورہ نصر کا نازل ہونا	۱۸۵
۵	عیسائیوں کا اعتراض کہ مدینہ میں آنحضرت صلعم عیش پرست ہو گئے اسکا جواب	۱۸۵-۱۸۸
۶	نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کرنیکا اعلان	۱۸۸-۱۹۰
۷	حجۃ الوداع	۱۹۰-۱۹۲
۸	حقیقت اسلام	۱۹۳
۹	خاتم النبیین ہونیکی وجہ	۱۹۳-۱۹۵
۱۰	علالت وصیتیں اور سفر آخرت	۱۹۵-۱۹۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

زلافِ حمد و نعت اولیٰ ست برخاکِ ادب خفتن　　سجودے مے توان کردن درودے می توان گفتن

دنیا مین جسقدر مشہور مذاہب ہین اُنکے پیشواؤن کے حالات اسطرح صاف صاف اور تاریخی حیثیت سے ثابت نہین ہوتے جسطرح ہمارے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زندگی کے حالات یگانہ اور بیگانہ دونون پر مثل روز روشن کے ظاہر ہین۔ پارسیون کے پیغمبر زرتشت۔ چینیون کے مہاتما گوتم بودھ کے حالات پر اسطرح تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہی کہ بعضون نے اُنکے وجود ہی سے انکار کر دیا اور بعضون نے افسانہ کے طور پر کچھ حالات بیان کیے یہی حال بزرگان ہنود کا ہی۔ حضرت مسیحؑ کے حالات کو بعض مشہور علماے یورپ نے جن پری کے افسانہ سے تعبیر کیا ہی انبیاے بنی اسرائیل کے حالات بھی اہل بابل اور روما کے حملون کے باعث مقدس صحیفون کے بار بار ضائع ہو جانے سے خلط ملط ہو گئے مگر سیرت مصطفویؐ آفتاب کیطرح چمکی اور ہمیشہ چمکتی رہیگی اتنا ہی نہین بلکہ یہ اسی روشنی کا فیض ہی کہ انبیاے بنی اسرائیل اور سلف صالحین کے حالات بھی ہمکو انکی اصلی صورت مین نظر آئے اور ہم انکی عصمت اور تقوے پر ایمان لائے۔ مگر رفتہ رفتہ جب ہم مین تنزل شروع ہوا اور ہماری آنکھون پر جہالت کا پردہ پڑنے لگا ہم اُس نور کی اصلی آب و تاب کو جسنے ہمارے بزرگانِ دین کے دیدۂ دل کو منور کر دیا تھا دیکھنے سے محروم ہونے لگے اور اب آجکل ہندوستان مین ہماری یہ حالت ہو گئی ہی کہ ایک طرف ہمارے پرانے

خیالات والے بھائی محفل میلاد مین ضعیف روایات ہی سننے پر قانع نظر آتے ہین اور دوسری طرف ہمارے نئے تعلیم یافتہ انگریزی خوان عیسائی مصنفین کی میٹھی چھری سے ذبح ہونے لگے۔ اسپر طرہ یہ ہی کہ دونون فریق افراط تفریط کی باعث ایک دوسرے سے بدظن نظر آتے ہین۔ ان دونون گروہون کا کشمکش مدت سے میرے دلمین کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا آخر مین نے ارادہ کیا کہ مین اپنی بساط کے موافق ان دونون کے اصلاح خیالات کیواسطے کوشش کرون اور حضرت رسولخدا کی مقدس زندگی کے حالات جو ہر مومن کیواسطے دستور العمل ہین حتی الوسع تحقیق کے ساتھ تحریر کردون۔ اگرچہ یہ کام نہایت دشوار نظر آتا تھا مگر مین نے خدا پر بھروسہ کرکے دو برس کے عرصہ مین یہ کتاب کمال عرق ریزی سے نئے طرز پر طیار کی۔ اسمین دس حسب ذیل مضامین ہین۔

دعائے خلیلؑ۔ اس مضمون مین بنائے کعبہ ابراہیمی اور ایام جاہلیت کے حالات کے بعد ولادت باسعادت کا ذکر ہی۔

دُرِّ یتیم۔ اسمین ایام رضاعت اور بچپن کے حالات تحریر ہین۔

سفر شام۔ اسمین سفر کی ایک تمہید اٹھا کر عربون کی تجارت اور بازار عکاظ اور فجار کی لڑائیون کا حال بیان کرکے آنحضرتؐ کا پہلا سفر شام اور بحیرا کی ملاقات کا ذکر ہی اسکے بعد مکہ کی جمہوری حکومت کا ذکر کرکے آنحضرتؐ کا دوسرا سفر شام نسطور راہب کی ملاقات اور بعد واپسی حضرت خدیجہؓ سے نکاح کی کیفیت بیان کی ہی۔

الامین۔ عقد کے بعد سے نزول وحی تک کے حالات بیان کرکے یہ دکھایا ہی کہ قبل نبوت قریش مکہ نے آپ کو بہمہ صفت موصوف دیکھکر "الامین" کا لقب دیا۔

غار حرا۔ اسمین سائنس کے متعلق پہلے ایک تمہید اٹھا کر ملکوت کا عالم ثابت کیا ہی اسکے بعد آنحضرت کی خلوت گزینی کے حالات نزول وحی اور پھر حقیقت وحی کا ذکر کیا ہی۔

منادی توحید۔ اس مضمون مین مذہب کے ابتدائی جذبات کی شرح کی ہی اور مختصر طور پر دنیا کے تمام مشہور مذاہب کا ذکر کرکے یہ ثابت کیا ہی کہ حق تعالی نے ہر قوم مین ہادی بھیجے جنھون نے اپنے زمانے کے لحاظ سے حق خدمت ادا کیا مگر رفتہ رفتہ انکی اصلی تعلیم خلط ملط ہوگئی اور خدا پرستی اور توحید کے خیالات سلب ہوگئے آخر حق تعالی نے حضرت خاتم النبیینؐ کے ذریعہ سے توحید کامل کی تعلیم دی۔ اسکے بعد توحید کامل کی شرح کی ہی اور اس مسئلہ کے ذریعہ سے اسلام کی افضلیت ثابت کی ہی۔

جہاد اکبر - مخالفین اسلام کا یہ اعتراض ہی کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا - اس مضمون کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا گیا ہی کہ مکہ معظمہ مین تیرہ برس تک آنحضرت نے طرح طرح کی مصیبتین سہکر اور اسلام کا وعظ کہکر بغیر کسی قسم کی جبر کے بہتون کو دین حق مین داخل کرلیا - یہ مبارک گروہ مہاجرین اور انصار کے لقب سے مشہور ہوا اور اسلام کو انھین حامیان دین پر جو ہر حال مین مستقل رہے ناز ہی -

مدینۃ الرسول - آنحضرت سے متعلق تورات کی پیشین گوئیون اور انصار مدینہ کی ابتدائی حالات بیان کرنیکے بعد یہ ظاہر کیا ہو کہ مدینہ مین ہجرت کرکے آنحضرت نے اسلام کا وعظ بدستور جاری رکھا لیکن قریش مکہ نے یہان بھی چین لینے نہ دیا اور حملہ کرنے کی طیاری کردی - ساتھ ہی یہود مدینہ نے از روے حسد آنحضرت اور مسلمانون کو تباہ کرنا چاہا بمجبوراً آنحضرت نے اسلام اور اسکے پیروون کی حفاظت مین مردانہ وار قدم رکھا -

جہاد صغر - اس مضمون مین تمام غزوات اور سرایا مجملاً درج کیے ہین اور آخر مین ان تمام لڑائیون کے وجوہات کا خلاصہ کرکے مخالفین کے اعتراضات کو رد کیا ہی -

تکمیل دین - اس آخری مضمون مین جزیرہ نماے عرب مین دین حق کے پھیل جانے کا ذکر کیا ہی - پھر اصول اسلام کا ایک مختصر مگر جامع اور مانع خاکہ کھینچکر خاتمہ بالخیر کیا ہی -

امید ہی کہ یہ کتاب تمام مسلمانون کو خاصکر انگریزی خوانون کو جنکے اصلاح خیالات کیواسطے طرز بیان اور زبان کے لحاظ سے خاص طور پر التزام کیا ہی فائدہ مند ثابت ہوگی - ناظرین سے استدعا ہی کہ اسکے مطالعہ کے بعد راقم کے حق مین دعاے خیر فرمائین - حق سبحانہ تعالی اپنے حبیب پاک کے طفیل سے ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے اور انجام بخیر کرے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین فقط

نواب علی عفی عنہ

بڑودہ

محلہ ناگرواڑہ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائے خلیلؑ

حق تعالی نے روز میثاق مین جب تمام بنی آدمؑ کی ارواح سے سوال کیا اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ (کیا مین تمہارا پروردگار نہین ہون) سبھون نے ہمزبان ہوکر عرض کیا بلٰی (کیون نہین)[1] غور سے دیکھیے تو اس سوال وجواب کے لطیف پیرایۂ مین فطرت انسانی کے متعلق ایک باریک نکتہ ہی۔ کچھ شک نہین کہ ایک زبردست مگر نامعلوم ہستی کا یقین انسان کے دلمین اُسوقت سے پیدا ہوا ہی جب سے اسنے اس عالم رنگ و بو مین قدم رکھا ہی۔ زمانہ کی ترقی کے ساتھ علمی تحقیقات کا دائرہ جسقدر وسیع ہورہا ہی اُسی قدر یہ قرآنی نکتہ ذہن نشین ہوتا جاتا ہی۔ مشہور محقق ملکس موکر لکھتا ہی "ہمارے اسلاف نے خدا کے سامنے اُسوقت سر جھکایا تھا جب وہ خدا کا نام بھی نرکھ سکتے تھے جسمانی خدا (یعنے بت) اس حالت کے بعد اسطرح پیدا ہوئے کہ اصلی فطرت مثالی صورت کے پردہ مین چھپ گئی"
اسی فطرت اصلی کی طرف "اُور کلدانیان" کے ایک برگزیدۂ الہی نے جسمانی خداؤن کے پوجنے والون کو متوجہ کرکے لَآ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ کا نعرہ مارا تھا مگر اُسکی قوم نے نہ مانا۔ آخر مجبور ہوکر ہجرت اختیار کی اور ملکون ملکون پھر پھرا کر جبل فاران[2] کے میدان مین اپنے بیٹے حضرت اسمعیلؑ کے ساتھ سب سے پہلے رب الارباب کی عبادت کے واسطے ایک

[1] سورہ اعراف پارہ نہم ۱۲
[2] فاران سے مکہ کا پہاڑ مراد ہی دیکھو توریت کتاب پنجم باب ۳۳۔ آیت ۲۔ اور کتاب حبقوق باب ۳۔ آیت ۳۔ ۱۲

بے چھت کی چار دیواری کھینچی اور درگاہ الٰہی مین یون عرض کیا ”اے عرب کے پالنے والے مین نے اپنی اولاد کو اس تپتے ہوے خشک میدان مین بسایا ہی تاکہ وہ تجھی کو یاد کرتے رہین۔ ان کے پھولنے پھلنے کے لیے تیری ایک نظر کافی ہی۔ اے چارون طرف موجود معبود مین نے خاص تیرے لیے یہ چار دیواری بنائی ہی تو اسے قبول کر میری اولاد کو اپنی عبادت کی توفیق دے اور اس نسل سے ایک ایسا شخص پیدا کر جو انھین تیری طرف بلائے اور دلون کو پاک و صاف کر کے نور سے معمور کر دے“[ا]

حضرت ابراہیمؑ کے بعد اولاد اسمٰعیلؑ خوب پھلی پھولی اور حجاز عرب مین جابجا آباد ہو گئی۔ عبادت خانہ جو تعمیر کیا گیا تھا اُسکا نام ”بیت ایل“ یعنے خدا کا گھر رکھا گیا مگر رفتہ رفتہ اصلی فطرت مثالی صورت کے پردہ مین چھپ گئی“ بیت اللہ بیت الصنم ہو کر تین سو ساٹھ مورتون کا مندر بن گیا۔ بیچ مین اُنکا مہادیو ہُبل عقیق سرخ کا ترشا ہوا۔ آس پاس چاندی سونے کے دوبارہ سنگھے۔ چارون طرف چھوٹی چھوٹی مورتین۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی تصویرین اور ایک کونے مین سنگ اسود۔ سال مین ایک مرتبہ ذی الحجہ مین تمام عرب سے لوگ آآ کر مکہ مین جمع ہوتے تھے اور اُنکا درشن کرتے تھے۔ پھر سب ایک ساتھ ننگے ہو کر سات مرتبہ پکریان کرتے تھے اور چڑھاوے چڑھا کر اور پرشاد لے کر اپنے اپنے گھرون کی راہ لیتے تھے۔

اسی حالت سے مدتین گذر گئین اور جبکہ غیر قومین دینی اور دنیوی ترقی مین مشغول تھین اہل عرب غفلت اور جہالت کی نیندین لے رہے تھے۔ عجم نے شاہنشاہی کا ڈنکا بجا دیا تھا درفش کاویانی کی چمک دور دور پہونچی تھی فرکیانی کا گھر گھر چرچا تھا۔ روما کا عقاب جاہ و جلال کے آسمان پر اُڑ رہا تھا۔ یونان نے علم و حکمت کے دریا بہا دیے تھے ہندوستان نے فضل و کمال کے خزانے کا مُنھ کھول دیا تھا۔ یرو شلم نے خداوند یہواہ کے خاص بندون کو مایۂ ناز بنا دیا تھا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر عرب کی وہی حالت تھی۔ نہ یہان صنعت و حرفت کے کارخانے تھے نہ علم و حکمت کی درسگاہین تہذیب کوسون دور تھی۔ تمدن کا سایہ بھی نہین پڑا تھا۔ جہالت اور نفسانیت کا دور دورہ تھا۔ قتل و خون کا بازار گرم تھا۔ لڑائیون کے وجوہات بھی عجیب ہوتے تھے۔ ایک نے کہا ہم بڑے دوسرے نے کہا ہم چلو لڑائی چھڑ گئی اور قبیلون کے قبیلے کٹ مرے۔ کسی نے گھوڑ دوڑ مین کچھ شرارت کی۔ کسی کا اونٹ کسی کھیت مین چلا گیا

[ا] سورۂ بقر پارۂ الم واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ۔۔۔ الایۃ

تب بیچے مدتون کی چھٹی۔ پھر ایک قوم کے خون دوسری قوم کے ذمہ چلے آتے تھے اور پشتون تک بڑھا لا یا جاتا تھا۔ جہان یہ بے امنی ہو وہان ترقی کیسی۔ کیسی ہمدردی کیسا اتفاق۔ قساوت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ لڑکیون کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ نفس پرستی اس حد کو پہونچ گئی تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی مدخولہ کو اپنے تصرف مین لا یا کرتا تھا۔ زنا کا بازار گرم تھا شراب کے دور چلتے تھے قمار بازی کا چرچا تھا گانے بجانے کا مشغلہ رہتا تھا قینہ (یعنے کسبیئین) کے جھنڈی دار خیمے ان شرمناک ہوسبازیون کے چکلے تھے جہان امیر و شریف علانیہ جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ انسان انکی صحبت مین علم مجلس سیکھ جاتا ہی آدمیت اور زندہ دلی آجاتی ہی۔ چال چلن ایسا بگڑا تھا مذہب اور بھی ابتر تھا۔ رسم و رواج کے پابند پُرانی لکیر کے فقیر تھے وہم و خیال نے عجب عجب باطل معبودون کو گڑھ لیا تھا۔ انکا خدا عیالدار تھا فرشتے اسکی بیٹیان تھین جبکا نہال جنون مین تھا۔ عجب انصاف تھا خود تو لڑکیون کے باپ بننا ذلت سمجھتے تھے مگر اس واجب العزت کے واسطے کچھ معیوب نہ تھا۔ اپنے ہاتھ سے تانبے اور پتھر کی مورتین بناتے تھے اور پھر خود ہی انکو سجدہ کرتے تھے انکے سامنے ناچتے کودتے تھے نذر و نیاز چڑھاتے تھے اور انکو خدائی کارخانہ کا مدبر اور منتظم سمجھتے تھے انکا مقولہ تھا کہ ہم انکی عبادت تقرب الٰہی کی غرض سے کرتے ہین۔ انھین کی شفاعت سے ہماری نجات[1] ہو گی۔ انھین توہمات سے انگین عجیب و غریب جاہلانہ رسمین پیدا ہو گئی تھین مگر پھر بھی یہ دعوی تھا کہ ہم ابراہیمی دین کے پیرو ہین۔

آخر جاہلیت کے دور ختم ہونے کا وقت آپھونچا۔ پانچوین صدی عیسوی مین نسل اسمٰعیل کے ایک معزز خاندان قریش کو مکہ مین پورا اقتدار حاصل ہوا اور شہر کی حکومت اور کعبہ کی تولیت ہاتھ مین آگئی۔ اسی خاندان سے ہاشم کے اکلوتے بیٹے شیبہ المعروف بہ عبدالمطلب کے زمانے مین حبشیون نے یمن سے مکہ پر حملہ کیا اور انکے عیسائی سردار ابرہتہ الاشرم نے ہاتھیون کو لیکر خانۂ کعبہ کے مسمار کرنے کا قصد کیا مگر کفار ان کے پہاڑ سے خدائے واحد کا جلال چمکنے والا تھا یہ روسیاہ جو کالے کالے چلتے ہوئے پہاڑون پر چڑھکر آئے تھے کیا کر سکتے تھے بلائے آسمانی سے خود ہی تباہ ہو گئے۔ یہ اصحاب الفیل کا واقعہ ۵۷۰ء عیسوی مین ہوا ہاتھیون کی مناسبت سے قریش نے اس سال کا نام "عام الفیل" رکھا اور کچھ عرصہ تک بعد کے واقعات

---

[1] یہ اقتباس کتاب اللہ سے کیا گیا ہی ۱۲

اسی سن کے حساب سے شمار کرنے لگے۔

حضرت عبدالمطلب کی اولاد مین خدا نے بڑی برکت دی۔ انکی اٹھارہ اولادین ہوئین۔ چھ بیٹیان اور بارہ بیٹے جن مین خاص خاص حسب ذیل تھے۔ عبدالعزی المخاطب بہ ابولہب۔ عبد مناف الملقب بحضرت ابوطالب حضرت عباسؓ۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ۔

حضرت عبداللہ کی شادی بنی زہرہ کے خاندان مین حضرت آمنہ بنت وہب سے ہوئی۔ یہ عقد نہایت مبارک ثابت ہوا کیونکہ واقعہ اصحاب الفیل سے پچپن دن کے بعد ۱۲۔ ربیع الاول دوشنبہ کے دن پہلوے آمنہ سے دعاے خلیل کا ظہور ہوا یعنے **نور محمدی** نے مجسم ہوکر ظلمت کدہ عالم مین قدم رکھا۔ خوب ہے

ہر چند کہ اختر بظہور آمدہ ۔۔۔ پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد ۔۔۔ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

خانۂ کعبہ کی مورتو بس رخصت۔ بت شکن خلیل کا پوتا جاء الحق و زہق الباطل کی منادی کے ساتھ آپہونچا۔ مدائن کے شاندار ایوان کے سر بفلک کنگرو بس اب نیچے اترو تمھارے تاجدار یکے بادیگرے تھوڑے ہی عرصہ مین مٹ جائین گے اور آتشکدے سرد ہو جائین گے۔ وہ دیکھو نور الٰہی چمکنے لگا حقیقت کا دریا بہے گا اور باغ عالم سرسبز ہو جائے گا۔

دُرِ یتیم

یتیمی کا داغ بھی کس قیامت کا داغ ہی کہ عمر بھر نہین مٹتا معصوم بچے کی بساط ہی کیا اسپر یہ غم کا پہاڑ کون ایسا ہی جو اس بھولی غمناک صورت کو دیکھکر تڑپ نجاے۔ پتھر کا دل کیون نہو اسکے رونے سے شق ہو جاتا ہی پھر اس ماں باپ سے زیادہ چاہنے والے کا عرش اگر ہل جاے کیا شک ہی۔

قریش مکہ اصحاب الفیل کی بلا سے نجات پاکر ہشاش بشاش نظر آتے ہین محلون مین خوب چہل پہل ہی جیسے دیکھیے رنگ رلیان منا رہا ہی مگر حضرت آمنہ شمع کی طرح گریان بھی ہین اور خندان۔ پیارے شوہر کے انتقال سے جنھین ابھی پچیسوان سال تھا اور جو اپنے اکلوتے بیٹے کی موہنی صورت دیکھنے بھی نپاے کلیجہ مسوس کر

رہگئی ہین مگر جسوقت اپنے معصوم بچے کی بھولی صورت کو جسکی پیشانی پر خدا کا نور چمک رہا ہی دیکھتی ہین دل کی کلی کھل جاتی ہی پھر جسوقت اسکی یتیمی کا خیال آجاتا ہی بیچین ہوجاتی ہین اور دل ہی دل مین روتی ہین کہ اب اسکا والی وارث کون ہی مگر وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا۔ اپنے بندون کا پالنے والا مان باپ سے زیادہ مہربان خوب جانتا تھا کہ یہ غنچہ شگفتہ ہوکر اپنی بھینی بھینی خوشبو سے باغ عالم کو معطر کردے گا۔

قریش مین دستور تھا کہ اپنے بچون کو دائیون کے سپرد کردیتے تھے جو جابجا سے سال مین دو مرتبہ مکہ آتی دائی
تھین اور بچون کو اپنے اپنے قبیلون مین لیجاکر پرورش کرتی تھین اور دودھ پلانے کی مدت پوری ہونے پر والدین کے حوالے کرکے انعام اکرام لیکر خوش خوش واپس جاتی تھین۔ معمول کے موافق اس سال بھی دائیان آئین اور گھرون مین جاجاکر بچون کو بانٹ لیا مگر حضرت آمنہ کے یہان کون آتا یتیم کی پرورش مین نفع کی کیا امید تھی مگر یہ کون جانتا تھا کہ یہ معصوم وہ دُریتیم ہی جسکی قیمت وہی خوب جانتا ہی جسکے دست غیب مین زمین و آسمان کے خزانون کی کنجیان ہین۔ یہ دولت بنی سعد کے قبیلے کی ایک غریب بدوی عورت کے نصیب کی تھی جسکا نام حلیمہ تھا۔ اس خوش نصیب کو جب کوئی نہ ملا خالی ہاتھ گھر جانا گوارا نہوا حضرت آمنہ کے گھر آئی اور اس دُریتیم کو گود مین اُٹھالیا اور پیار کرتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس قافلے مین لے آئی۔ حلیمہ کو جسوقت سے یہ خداداد دولت ملی گھر بھر گیا۔ رحمت اپنے سائے مین برکت کو ساتھ لائی اور نعمت کا دسترخوان چُن دیا۔ وسعت کا دروازہ کُھل گیا اور سعادت نے مبارکباد دی اور ان قدمون کی برکت سے نعمتون کا ہُن برس گیا۔

جب رضاعت کی مدت پوری ہوئی حلیمہ کو مکے آنا پڑا مگر دل کسی طرح سے نہین چاہتا تھا کہ اُس پیارے معصوم کو جدا کرے۔ خدا نے آپ کی صورت ہی ایسی دلکش بنائی تھی کہ جسنے ایک نظر دیکھا صل علی پڑھنے لگا۔ راستہ بھر حلیمہ یہی دعا مانگتی آئی کہ الٰہی یہ لعل بے بہا مجھسے ابھی نہ چھینیو کچھ دن تو اور اس پارۂ جگر کو کلیجے سے لگائے رہون حلیمہ نے یہ الفاظ کچھ ایسے درد اور بے بسی سے ادا کیے کہ اُسکی دعا قبول ہوگئی۔ انسان جب ہر طرف سے مایوس ہوجاتا ہی۔ اسباب کا سہارا ٹوٹ جاتا ہی عقل کی طاقت جواب دیتی ہی نا امیدی دل پر چھا جاتی ہی اُسوقت قلب بس اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہی جو اسباب کا مسبب عقول کا خالق اور

مضطر کی دعا کا مجیب ہے۔

حلیمہ مکہ پہونچی اور حضرت آمنہ کے گھر گئی کہ اس امانت الٰہی کو سونپ دے مگر کسطرح۔ بس ایسے ہی جسطرح نزع کے وقت نقد جان سپرد کرتے ہین حضرت آمنہ نے دایہ کی یہ محبت دیکھکر اور یہ سنکر کہ مکہ کی آب و ہوا اسوقت خراب ہے اپنے دل پر جبر کرکے کچھ دن اور اپنے نور نظر کی مفارقت گوارا کرنا مناسب جانا۔ حلیمہ اجازت پا کر پھولے نہ سمائی اور ہنسی خوشی اس روح رواں کو جسکی جان کی قسم خالق انس و جان نے کھائی ہے پھر ساتھ لیکر گھر آئی اور گویا دوبارہ زندگی پائی۔ پانچ برس کے سن تک وہ نور مجسم حلیمہ کے گھر کا چراغ رہا جسکی روشنی سے آنکھون کو نور اور سینہ کو سرور ملتا تھا۔ آخر وہ دن آگیا جب حلیمہ کو اس جان عزیز کی جدائی گوارا ہی کرنا پڑی اور حضرت آمنہ کی مشتاق آنکھین اپنے قرۃ العین کے دیدار سے روشن ہوگئین۔ مان کی محبت کا کیا پوچھنا۔ جو چین مان کی گود مین ملتا ہے اُسپر دنیا کی تمام راحتین قربان۔ دامان مادر خدا کی رحمت کا سائبان ہے۔ اسکی الفت کا جوش خالق کائنات کے حکیم و رحیم ہونے کی سچی دلیل ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جسکے شکر بجا لانے کے صلے مین جنت نصیب ہوتی ہے۔ بیشک بہشت مان کے قدم کے نیچے ہے۔

ایک ہی سال گذرنے پایا تھا کہ اُس معصوم پر دوسری اور سخت مصیبت ٹوٹ پڑی۔ حضرت آمنہ اپنے لخت جگر کو لیکر اپنے عزیزون سے ملنے کو مکہ سے یثرب گئین ایک مہینہ رہکر واپس آرہی تھین کہ مقام ابوا مین رحلت فرمائی۔ اللہ اللہ اس مقدس یتیم کی اسوقت کیا حالت ہوگی بس وہی سمجھ سکتے ہین جنھین اس لا دوا درد سے آشنا ہونا پڑا ہے انھین کے شکستہ دلون سے فَاَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ[لہ] کی دل ہلا دینے والی تفسیر سننا چاہیے۔ حضرت عبدالمطلب نے جسوقت یہ جانکاہ حادثہ سنا نہایت مغموم ہوئے۔ اس معصوم یتیم کو کلیجے سے لگایا اور نہایت شفقت سے پرورش کرنے لگے۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ہر گھڑی دلجوئی کی فکر مین رہتے تھے۔ جوانمرگ بیٹے کا نام و نشان بس یہی ایک معصوم تھا جسکے سر سے بچپن ہی مین مان باپ کا سایہ اُٹھ گیا اب جو کچھ تھی جد امجد ہی کی شفقت تھی مگر وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ رہی۔ ابھی نوین ہی برس مین نام خدا قدم رکھا تھا کہ دادا نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ اور داغ پر داغ نصیب ہوا وہ پاک دل شکستہ تھا ہی اور بھی چور ہوگیا۔

لہ (سورۂ حجر پارہ ۱۴) ۱۲

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد وصیت کے موافق حضرت ابوطالب اس دُرِ یتیم کی پرورش کے کفیل ہوے ایک تو حقیقی چچا ہونے کی محبت دوسرے وصیت کی تعمیل اور تیسرے اجب الرحم بھتیجے کے پسندیدہ حرکات و سکنات کے اثر نے انکو ہمہ تن اس کار خیر مین مصروف کردیا مگر اس زمانے مین پڑھنے لکھنے کا چرچا عرب مین بہت ہی کم تھا۔ شہسواری نیزہ بازی شعروشاعری کا مشغلہ رہتا تھا۔ ایک دوسرے پر فخر کرنے کی غرض سے اپنے اپنے خاندان کے شجرے اور کارنامے یاد کیے جاتے تھے۔ خوابون کے تعبیر دینا اور ستارون کی چال سے غیب کا حال بتانے کا بھی چرچا تھا اور اسطرح علم انساب کے ساتھ کہانت کا بھی زور تھا۔ حضرت ابوطالب نے اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش بہت شفقت سے کی مگر تعلیم و تربیت کیا ہو سکتی تھی۔ ان پڑھ قوم مین نشوونما ہوئی تھی لیکن اگر اس مقدس یتیم کی تعلیم و تربیت نہوئی کیا ہرج تھا۔ عالم الغیب نے کتاب عالم آنکھون کے سامنے کھول دی تھی قلب سلیم مطالعہ مین مشغول تھا اور سینہ علم لدنی سے معمور ہو رہا تھا۔

سفرِ شام

دنیا بھی عجب کاروانسرا ہی جہان قافلون کی ہر وقت آمد و رفت لگی رہتی ہی۔ اسکے دونون دَر کسی گھڑی بند نہین ہوتے۔ ملک عدم سے آنے والے جب چاہتے ہین مُنھ اُٹھائے بے تکان چلے آتے ہین اور اسی طرح شہر خموشان کو جانے والے جب دم اُلجھا لدے پھندے آنکھ بند کیے چل کھڑے ہوتے ہین کچھ روک ٹوک نہین۔ قافلے والے بھی عجب لوگ ہین کہ نہ اپنا حال بیان کرتے ہین نہ اپنے ملک کی کیفیت۔ آنے والون سے پوچھیے کیون جناب کہان سے آنا ہوا؟ اسم شریف مزاج مبارک۔ مگر حضرت کا مزاج ہی نہین ملتا کچھ جواب ہی نہین دیتے بلک بلک کر رو رہے ہین خدا جانے کسکی یاد تڑپاتی ہی۔ جانے والون سے اگر دریافت کیجیے قبلہ کدھر کا عزم ہی کسنے طلب فرمایا ہی۔ پھر کبھی تشریف لائیے گا۔ مگر صدائے برنخاست گویا دیوارون سے باتین کر رہے ہین خیر یہ لوگ نہ بتائین نہ سہی مگر تار ڑنے والے تاڑ جاتے ہین۔ سچ پوچھیے تو یہ لوگ خود ہی نہین جانتے کہین کیا۔ آنے والے خود فراموش کیا بتائین مگر اندازہ کہے دیتا ہی۔ ع

عدم سے جانب ہستی تلاش یار مین آئے۔

جلنے والے دم بخود کہ معاملہ کیا ہی مگر بجاے حق بجانب ہ

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست — اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

ملک عدم اور شہر خموشان کا کچا چٹھا اگر معلوم نہو نہ سہی یہ دنیا کا دائرہ عاقبت اندیشون کے نزدیک تجارت کی منڈی تو ضرور ہی جہان فانی اور باقی دونون قسم کا بیوپار ہوتا ہی۔ کھوٹا اور کھرا مال ساتھ ساتھ بکتا ہی مگر اسکی پہچان آسان نہین۔ کسی کو نفس امارہ کا دلال "متاع غرور" دلاکر ٹھگا دیتا ہی اور خسر الدنیا والآخرة کا مصداق بنا دیتا ہی اور کسی کو عقل معاد کی ساکھ وہ حیات طیبہ[۱] سے مالامال کر دیتی ہی جس کے سبب سے والآخرة خیر وابقی[۲] کی بشارت ملتی ہی۔

اہل عرب نے دنیا کی اس تجارتی منڈی مین ہر حیثیت سے بہت کم فروغ حاصل کیا تھا۔ انکا لین دین محدود تھا۔ شداد کی جنت، کی سرزمین سے ادیم اور برد طائف اور نخلہ سے غلہ اور میوے۔ ارض تہامہ اور میدان نجد سے سنا اذخر اور بجوزیہ سب چیزین اونٹون پر لد کر ملک شام کو جاتی تھین۔ جہان سے روم اور عجم کے نفیس ریشمی کپڑے عمدہ عمدہ ظروف اور نادر اشیاء لائی جاتی تھین۔ شہر مکہ مذہبی اور تجارتی دونون حیثیت سے مرکز تھا قافلون کی آمد و رفت اسی طرف سے ہوتی تھی یہان کے باشندے خود بڑے بڑے تاجر تھے۔ ان کے کارندے دور دور پھرتے تھے اور انکا گھر بھر دیتے تھے خشکی کے سفر مین یہ لوگ بہت مشاق تھے مگر سمندر کے نام سے کانپتے تھے۔ مشہور فاتح مصر عمرو ابن العاص نے سمندر کی عجیب و غریب تعریف جس سے خاص عربی طبائع کی جھلک پائی جاتی ہی بیان کی ہی کہ "سمندر ایک بڑا بھاری حیوان ہی جسپر احمق آدمی اسیطرح سوار ہو کر چلتے ہین جسطرح لکڑی کے بڑے کندون پر کیڑے"۔ انکا سمندر جو کچھ تھا ریگستان تھا جسمین باد صرصر کے طوفان قیامت بپا کرتے تھے ریگ رواں کے بھنور ہلاک کرتے تھے۔ انکا جہاز انکا پیارا اونٹ تھا جو اس ہولناک متلاطم سمندر مین انکے واسطے سفینہ نجات تھا اسی کی پشت پر انکو سیروا فی الارض کے عجائبات نظر آتے تھے اور اسی کے سہارے پر انکا بیڑا پار لگتا تھا۔

---

۱ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ (پارہ ۱۴ - سورہ نحل) ۱۲

۲ یعنے آخرت دنیا سے کہین بہتر اور زیادہ پائدار ہی (سورہ اعلیٰ پارہ ۳۰) ۱۲

اس محدود وبیرونی تجارت کے علاوہ ملک مین چار بڑے بڑے بازار تھے عکاظ۔ ذوالمجاز۔ مجنّہ اور حباشہ
جسمین سب سے زیادہ مشہور سوق عکاظ تھا جو نخلہ اور طائف کے درمیان فتق کے لق و دق میدان مین ذیقعدہ کی
پہلی سے بیسوین تاریخ تک لگا رہتا تھا یہ گویا عرب کا المپیا[1] تھا۔ ایک طرف لین دین ہوتا تھا۔ ایک طرف
کھیل تماشے۔ شاعری کی لطیف فن مین نام پیدا کرنے والے اپنا زور سخن یہین دکھاتے تھے۔ جسکے واسطے
یہان شور مرحبا بلند ہوا اسکی سارے ملک مین دھوم مچگئی۔ جسنے یہان ٹھوکر کھائی وہ گویا گمنامی کے گڈھے مین
گر گیا یہان "ہر بوالہوس کا حسن پرستی شعار" نہ تھا بلکہ صرف "اہل نظر" کی آبرو ہوتی تھی اسی سبب سے انکا نام
اب تک مشہور ہی۔ یہ لوگ وجدانی کیفیتون کے سچے مصور تھے انکی روح اور ذم ایک مصفا آئینہ تھا جس مین
حسن و قبیح کا پورا عکس صاف نظر آتا تھا۔ انکے معرکہ آرا رجز۔ دلگداز مرثیے۔ بلند اور پرمعنے قصیدے سچی
شاعری کی جیتی جاگتی تصویرین ہین۔ سبعہ معلقہ جن پر قبولیت عام کی مہر لگ گئی تھی آسمان سخن کے سبعہ سیارے
تھے جو بس اُسی وقت غروب ہوئے جب ایسا آفتاب عالمتاب طلوع ہوا جسکا نور تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِیْنَ[2] کی روشن آیت سے چمکتا ہی۔

غرضکہ ایک طرف شعرا کا بازار گرم رہتا تھا اور ایک طرف کاہنون کا ہنگامہ بپا ہوتا تھا ایک اپنی
مقفی نظمین سنا کر خوشی اور غم کا سین کھینچ دیتا تھا اور دوسرا اپنی مسجع عبارتین پڑھکر امید اور بیم کا مرقع پیش
کر دیتا تھا کسی طرف گاتے بجانے کی محفلین آراستہ ہوتی تھین جہان لولیان عجم اور مہوشان روم اپنے عیش پرست
ملکون کی تہذیب کا سین کھینچ دیتی تھین۔ کہین عشق کے نابینا دیوتا کے پوجاری بتان سنگدل کی پرستش
کرتے تھے اور کہین عقل کے اندھے پتھر کی مورتون کو سجدہ کرتے تھے بازار کیا تھا ایک طوفان تھا جہان ان
بدمستیون کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ خون کی ندیان بہ جاتی تھین اگرچہ یہ مجمع شہر حرام مین ہوتا تھا جسمین جنگ و جدال
کی سخت ممانعت تھی لیکن چونکہ طبیعتین جنگجو واقع ہوئی تھین بات بات پر بگڑ جاتے تھے۔ انکی زبانین
انکے قابو مین نہ تھین جسکے زخم ایسے گہرے ہوتے تھے کہ بھرنا مشکل تھا پیچ ہی

[1] قدیم یونانیون مین ایک مشہور سالانہ میلہ ہوتا تھا جہان ہرفن کے لوگ جمع ہوکر اپنے اپنے جوہر دکھاتے تھے ۱۲

[2] جسکو پروردگار عالم نے اُتارا ہی۔ سورۂ واقعہ۔ پارہ۔ ۲۷۔

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

نیزے کے زخم بھر آتے ہین مگر زبان کے زخم نہین بھرتے۔

فجار کی چار خونخوار لڑائیان جو اس بازار عکاظ مین ہوئین اسی زبان کی بدولت تھین۔ قریش اور بنی کنانہ ایک جانب تھے اور بنی ہوازن دوسرے جانب۔

پہلی لڑائی بس اس بات پر ہوئی کہ بدر بن معشر غفاری نے اس بازار مین ایک محفل ترتیب دی جسمین اپنے قبیلے کے کارنامے بڑے فخر کے ساتھ بیان کرنا شروع کیے اثنائے تقریر مین اُسنے جوش مین آکر اپنا ایک پانوں پھیلایا اور پکار کر کہا انا اعز العرب جسکو اسمین شک ہو وہ میرے سامنے آئے اور میرے اس پانوں پر تلوار مارے۔ اس تفاخر کو سنکر ایک منچلے بہادر کو تاب نہ ہی جھٹ اپنی جگہ سے کود کر اسکے زانو پر تلوار مارکر زخمی کر دیا اسپر بدر کے عزیز جو ستارون کی طرح اسکے گرد تھے مارنے والے پر ٹوٹ پڑے اور اسکو پارہ پارہ کر ڈالا مقتول کی قوم یہ سنکر غفاریون پر چڑھ دوڑی پھر کیا تھا جسکا جس سے سلسلہ تھا وہ دوڑ پڑا اور سخت معرکہ ہوا ہزارون کا کھیت رہا سارا بازار خون سے لالہ زار ہو گیا۔

دوسری لڑائی یون ہوئی کہ ایک عورت بنی عامر کی اسی بازار مین بیٹھی تھی۔ ایک قریشی جوان نے اس سے دل لگی کی بیچاری عورت نے اپنی قوم کو پکارا۔ بنی عامر ہتیار لیکر دوڑ پڑے اس جوان نے جب یہ رنگ دیکھا سمجھا کہ اب جان کے لالے پڑ جائین گے جھٹ اپنی قوم کو آواز دی اور آناً فاناً دونون گروہ رفع شر کے عوض دست و گریبان ہو کر تلوار سے لڑنے لگے اور جان سی عزیز چیز کو اس بازار مین مفت کھونے لگے۔

تیسری لڑائی کی وجہ یہ ہوئی کہ بنی کنانہ کا ایک مرد بنی عامر کے ایک شخص کا قرضدار تھا مگر کسی طرح ادا نہین کرتا تھا آخر اس بازار مین عامری نے مقروض کو سخت پکڑا اور گالی گلوج ہونے لگی بڑھتے بڑھتے یہ نوبت پہونچی کہ دونون آدمیون کی قومین آپس مین گتھ گئین اور جی توڑ کر لڑنے لگین جب بیشمار جانون کی نقدی خوب کھو چکے تب عبداللہ بن جدعان جو اسوقت قریش کا سردار تھا سامنے آیا اور قرضہ اپنے ذمے اُتار کر جنگ کا خاتمہ کیا۔

چوتھی لڑائی اس بنا پر ہوئی کہ نعمان بن منذر بادشاہ حیرہ جو ساسانی سلطنت کے سایہ مین سرسبز ہوا تھا ہر سال تجارت کی غرض سے اپنا کاروان کسی مقتدر سردار عرب کی حمایت مین اس بازار مین بھیجا کرتا تھا ایک سال قافلے کی روانگی کے وقت اسکے دربار مین کنانہ کی قوم کا ایک شخص براض نام اور ہوازن کے قبیلے کا ایک آدمی مسمی عروۃ الرجال دونون موجود تھے۔ براض نے کہا کہ مین بنی کنانہ کا ذمہ دار ہون کہ اس کاروان کو امن وامان کے ساتھ گذر جانے دینگے بادشاہ نے کہا کہ مجھے ایسا شخص چاہیے جو اہل نجد اور باشندگان تہامہ دونون کا ذمہ دار ہو اسپر عروہ بول اُٹھا کہ حاکم کی خاطر سے مین دونون قومون کا ذمہ لیتا ہون۔ براض نے اپنی کسر شان کے لحاظ سے عروہ سے پوچھا کہ کیا تو میری قوم کا بھی جو تہامہ مین آباد ہے ذمہ لیتا ہے۔ عروہ نے مفاخرت کے طور پر جواب دیا کیون نہین بلکہ اہل بادیہ کا بھی ذمہ دار ہون براض اب بدلہ لینے کے جوش مین کاروان کے پیچھے پیچھے چلا اور تاک مین لگا تھا کہ موقع پاکر اپنے ذلیل کرنے والے کو خاک مین ملا دے۔ ایک منزل مین عروہ شراب پیکر غافل ہوگیا۔ براض موقع پاکر اسکے سر پر تلوار لیکر پہونچ گیا۔ عروہ نے یہ حال دیکھکر قسم دلائی کہ مجھے چھوڑ دے مین نے صرف غلطی سے وہ بات کہدی تھی اب میری خطا معاف کر مگر براض نے ایک نمانی اور اسکا سر کاٹ ڈالا۔ یہ خبر جب بازار عکاظ مین پہونچی ہوازن جوش مین اُٹھ کھڑے ہوئے اور بنی کنانہ پر چڑھ دوڑے۔ بنی کنانہ بھی کسی سے دبنے والے نہ تھے لڑنے مرنے کو طیار ہوگئے اور ان کے ساتھ قومی حمیت کے لحاظ سے شریک ہوگئے اور چھ دن تک سخت معرکہ رہا۔ ایک خون کے عوض جبکا بدلہ قصاص یا دیت سے لے سکتے تھے ہزارون آدمی جہالت کے ہاتھون تلوار کے گھاٹ اُتر گئے اور کسی نے اُف نہ کی مگر ایک چودہ برس کے "ماہ نیم ماہ" نے جو آیندہ رحمۃ للعالمین کے پیارے لقب سے دنیا مین مشہور ہونے والا تھا آپ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ اس بازار مین تشریف لائے تھے اور اس خونخوار معرکہ کو دیکھکر عرب کی ابتر حالت سے متاثر ہوئے۔ کچھ اسی واقعہ پر منحصر نہ تھا دو برس پیشتر جب آپ اپنے تاجر چچا کے ہمراہ شام کو تشریف لئے جاتے تھے راہ مین گذشتہ قومون کے حالات سنکر نہایت متاثر ہوتے تھے۔ یہ آپ کا پہلا سفر شام تفریح قلب کے غرض سے تھا۔ نو برس تک متواتر صدمات نے پژمردہ کر دیا تھا۔ ابوطالب نے جب سے اپنی سرپرستی مین لیا تھا کمال دلجوئی اور شفقت سے پیش آتے تھے مگر پھر بھی آپ کا غنچہ دل شگفتہ نہین ہوتا تھا۔ جب خیر سے بارھوین برس مین قدم رکھا ابوطالب جنھون نے اپنے باپ کی وفات کے بعد تجارت کا پیشہ

اختیار کیا تھا سفر شام کا ارادہ کیا جسوقت آپ کو یہ حال معلوم ہوا اپنے چچا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے آپ کس پر چھوڑتے ہین حضرت ابوطالب کے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ اپنے یتیم بھتیجے کو کلیجہ سے لگایا اور ہمراہ لیکر ملک شام کو روانہ ہوئے۔ خوب سے

اے تماشا گاہ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشا میروی

یہ پہلا مرتبہ تھا کہ آپ وطن سے باہر تشریف لائے۔ قدرت کی کتاب آنکھون کے سامنے کھل گئی اور دیدہ خدا بین نے اَرضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃ کی نورانی تحریر جو خط غبار مین لکھی ہوئی تھی ملاحظہ فرمائی۔ وہ رات کا سفر جسمین ستارے ون کی قیامت تک چلنے والی گھڑی وقت بتانے کو پیش نظر رہتی تھی۔ وہ ساربانون کی خوش آہنگ حدی جو اونٹون کو مست کر کے مشکل آسان کر دیتی تھی۔ وہ چاندنی رات کی بہارین وہ نسیم سحر کی مستانہ ادائین وہ سپیدۂ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی۔ "وہ خاتون عرب" کی مشرق کے زرین حجلہ سے رونمائی۔ وہ لق ودق میدان۔ وہ چمکدار ریگستان۔ وہ سراب کی دھوکے بازیان۔ وہ "ام غیلان" کی بے مہریان۔ وہ دوپہر کی گرمی سے بھجا پینا۔ وہ دونون وقتون کا ملنا اور گلابی شفق کا پھولنا ایسا نظارہ تھا جس نے آنکھون آنکھون مین بہت کچھ کہدیا اور جلوہ قدرت کا تماشا دکھا دیا۔

آخر یہ مختصر کاروان اس عزیز دوجہان کو لیے ہوئے سواد شام مین پہونچا اور جیسا قریشی قافلون کا دستور تھا عقبہ جبل مین جو شہر بُصری مین واقع ہے قیام کیا۔ وہان ایک راہب جسکا نام جرجس عرف بحیرا تھا دنیا کے بکھیڑون سے الگ ایک صومعہ مین عزلت گزین ہو کر یاد خدا مین مشغول تھا۔ جسوقت یہ قافلہ پہونچا بحیرا نے کمال مہمان نوازی سے مسافرون کی دعوت کی۔ جسوقت اس کی نظر آپ کے جمال جہان آرا پر پڑی نور فراست سے

بالائے سرش ز ہوشمندی — می تافت ستارۂ بلندی

کے معنے سمجھ گیا۔ بیشک ابتدا ہی سے برگزیدگان خدا کی ہر آن سے شان الٰہی جلوہ گر ہوتی ہے۔ دیدۂ بینا چاہیے اور یون دیکھنے کو تو سب دیکھتے ہین مگر صرف اہل نظر ہی سمجھ سکتے ہین کہ ع

بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد۔

کا کیا مطلب ہے۔

رخصت کے وقت راہب نے حضرت ابوطالب سے آپ کی غور و پرداخت کی تاکید کی۔ پھر یہ قافلہ خرید و فروخت کرنے کے بعد نفع کما کر اپنے وطن واپس آیا۔ اسکے بعد حضرت ابوطالب نے اور کوئی سفر نہین کیا اور خانہ نشین ہو گئے۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد مکہ کی امارت بنی ہاشم کے ہاتھون سے نکلکر انکے بنی اعمام اور دوسرے قریش کے گروہون مین منتقل ہو گئی تھی۔ اس شہر کی حکومت اسوقت جمہوری تھی۔ قصی بن کلاب قریشی کی اولاد سے دس سردار منتخب ہوتے تھے "جنگو شریف" کا لقب ملتا تھا سردار وہی لوگ ہوتے تھے جنکا انکے گروہ مین عمر اور اقتدار کے لحاظ سے زیادہ خیال کیا جاتا تھا۔ اس منتخب جماعت کے فرائض ہر ایک کیواسطے جداگانہ تھے۔

رفادہ یعنے صدقات سے حاجتمندونکی امداد۔ یہ خدمت حضرت ابوطالب کے سپرد تھی۔

دیت یعنے خون بہا۔ اسکا انتظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد تھا۔

سقایہ یعنے چاہ زمزم کی تولیت یہ خدمت حضرت عباسؓ عم رسول اللہ کے سپرد تھی۔

لوا یعنے علم برداری اسکا تعلق حضرت ابوسفیانؓ سے تھا۔

سفارت یعنے خارجی اور باہمی قضیون کا فیصل کرنا یہ کام حضرت عمرؓ کے سپرد تھا۔

حجابہ یعنے خانۂ کعبہ کی کنجیون کی داروغگی یہ خدمت فتح مکہ کے وقت حضرت عثمانؓ بن طلحہ کے سپرد تھی اور اسی خاندان مین رہی۔

ازلام یعنے تیرون سے فال نکالنا جس کسی کو کچھ مہم پیش آتی خادم ازلام کے پاس سو درہم لیکر جاتا اور اپنی حاجت بیان کرتا۔ خادم سات بے پر کے تیرون کے ذریعہ سے ہُبل بُت کا نام لیکر فال دیکھ دیتا۔ یہ کام بنی اُمیہ کے سپرد تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

عبدالمطلب کے بعد انکی اولاد کا وہ اقتدار نرہا جو انکی حیات مین تھا۔ ایک تو بنی ہاشم کی فیاضی اور سخاوت مشہور تھی دوسرے سقایہ اور رفادہ کی ایسی خدمات تھین جسمین غریبون مسکینون زائرون اور مسافرون کی خدمت کرنا پڑتی تھی۔ خلقی مروت اور فراخ حوصلگی کے باعث آمدنی سے زائد خرچ ہو جاتا تھا رفتہ رفتہ حضرت ابوطالب کو عسرت نے گھیر لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ زر پرست طبیعتین انسے کھچنے لگین اور بنی امیہ کی جو پہلے ہی سے

بنی ہاشم کے رقیب تھے بن آئی۔ حضرت ابوطالب کو دقتون سے سامنا پڑنے لگا گر اپنے یتیم بھتیجے کی دلجوئی مین کمی نکی۔ تیرہ برس اسیطرح گذر گئے۔ اس درمیان مین اس برگزیدۂ الٰہی نے اپنے اوصاف حمیدہ سے یگانے اور بیگانے کے دلون مین گھر کرلیا۔ آپ کے تقویٰ اور طہارت نے لوگون کو گرویدہ کرلیا اور ہر شخص یہی کہنے لگا کہ جس کسی کو جوان صالح دیکھنا ہو وہ ابن عبداللہ کو دیکھے۔ حضرت ابوطالب نے اب آپ کو تجارت مین لگانا چاہا مگر سرمایہ کی کمی سے متفکر تھے کہ خیال آیا کہ اس شہر مین ایک متمول شریف بیوہ متدین آدمیون کو اپنا مال دیکر تجارت کرنیکو بھیجا کرتی ہی جو کچھ نفع ہو اسمین نصف نصف ہوجاتا ہی۔ چنانچہ اسکا تذکرہ آپ سے کیا۔ آپ آمادہ ہو گئے اور حضرت خدیجہ بنت خویلد سے اپنا عندیہ ظاہر کیا۔ ان نیکبخت بی بی نے جنھین سرکار احدیت سے ام المومنین کا لقب ملنے والا تھا بطیب خاطر قبول کیا اور مال تجارت حاضر کر کے اپنے غلام میسرہ کو آپکے ہمراہ کردیا آپ نے اس کام کو ایسی عمدگی سے سرانجام دیا کہ لوگون مین آپ کی اخلاقی خوبیون کے ساتھ دنیاوی معاملات مین لیاقت اور خوش سلیقگی کی شہرت ہوگئی۔ آپکے تقوے اور طہارت کے ساتھ دیانت اور امانت کی تعریف ہونے لگی اور سب وقعت کی نگاہون سے دیکھنے لگے۔ بیشک آپ کی ذات بابرکات بہمہ صفت موصوف تھی۔ انسانی کمالات کے آپ جامع تھے۔ دنیا مین رہکر خلق خدا سے کچھ کام نرکھنا اور اپنے قدحے کی خیر منانا ہمت والون کا کام نہین اور اسیطرح دنیا کے بکھیڑون مین پھنس جانا اور سامان معاد کی کچھ فکر نہ کرنا عاقبت اندیشون کا شیوہ نہین۔ بلکہ اس گہرے دریا مین پھاندکر کسی کو سہارا دینا۔ کسی کو ابھارنا کسی کو ہمت دلانا اور کسی کو ساتھ کھینچکر اس پار ہوجانا اعلیٰ درجے کی شناوری ہی۔ ایسا پیراک کون ہوسکتا ہی بس وہی جسنے معرفت کے بحر ناپیدا کنار مین غوطے لگاکر "صراط مستقیم" کا انمول موتی نکال لیا ہو جسنے فانی لذتون پر مٹ جانے والون کو خَیْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی[1] کی دعوت دی ہو اور ساتھ ہی خشک مزاج زاہدون کو لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ[2] کا صلائے عام دیا ہو۔ جسنے ایک طرف بندگان خدا کو اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ[3]

---

[1] پرہیزگاری سب سے عمدہ توشہ ہی ۱۲

[2] اسلام مین رہبانیت (جوگ) نہین ہی ۱۲

[3] پیشہ ور خدا کا دوست ہی ۱۲

کے راستہ پر لگا کر اکل حلال کے دروازے کھول دیئے ہون اور دوسری طرف طالبان مولا کو عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ[1] کی سخت گھاٹی سے پار کر کے رضا و تسلیم کے دارالامن مین پہونچا دیا ہو۔ بیشک ایسی جامعیت بس آپ ہی کی ذات مقدس مین تھی سچ ہی

مصرع

انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

نسطور راہب کی ملاقات

اس سفر مین آپ اسی عقبہ جبل مین جہان پیشتر اپنے چچا کے ہمراہ قیام فرمایا تھا رونق افروز ہوئے۔ بحیرا کا انتقال ہوگیا تھا۔ اسکے صومعہ مین اب نسطور راہب عزلت گزین تھا جسکی میسرہ غلام سے ملاقات تھی۔ اثنائے گفتگو مین راہب نے آپکے حالات دریافت کیئے۔ میسرہ نے آپ کی خوبیون کی تعریف کی جسکو سنکر وہ طالب حق مشتاق دیدار ہو کر خدمت بابرکت مین حاضر ہوا اور آپکا روح پرور کلام سنکر متعجب ہوا کہ مشرکین عرب مین ایسا امی عالم جسکی بات بات سے حقانیت ٹپکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مغضوب یہود کی نافرمانیون اور نصاریٰ کی گمراہیون کے باعث آسمانی باپ نے بنی اسحٰق کو عاق کردیا اب اسکا کرم بنی اسمٰعیل پر مبذول ہونے والا ہے۔ ارض تہامہ سے زمزمہ ہدایت سنائی دیگا اور قدوس فاران کے پہاڑ سے اُتریگا کاش میرے سامنے فارقلیط[2] مبعوث ہوتا کہ مین اپنی آنکھون سے دنیا کو عدالت سے بھرا دیکھ لیتا۔ غرضکہ شام مین آپ نے مال تجارت فروخت کر کے بہت کچھ نفع کمایا اور جلد واپس تشریف لائے۔ جس سفر کی ابتدا اور انتہا نیک ہوتی ہے بیشک وسیلہ ظفر ہوتا ہے۔ دوپہر کا وقت تھا وہ چمکتا ہوا آفتاب جسپر خدا کی رحمت سایہ کیئے ہوئے تھی اپنے وطن واپس آرہا تھا۔ اُسوقت حضرت خدیجہ رضؓ چند عورتون کے ساتھ اپنے بالاخانے پر جلوہ فرما تھین۔ اس نئی تجارت کے تذکرے ہو رہے تھے اور آپ ہی کا ذکر خیر تھا کہ ناگاہ آپ کا ناقہ نظر آیا۔ حضرت خدیجہ رضؓ نہایت خوش ہوئین پھر جسوقت کامیابی سفر اور نفع کثیر کا حال سنا کمال محظوظ ہوئین اور ساتھ ہی میسرہ کی زبانی آپ کی کفایت شعاری۔ امانت داری۔ خلق۔ مروت۔ جفاکشی۔ اور پاکیزہ روی کی تعریف سنکر آپ کی گرویدہ ہوگئین۔ قریش کے سردارون نے لاکھ چاہا کہ ان

حضرت خدیجہ رضؓ آپکی خوبیون پر شیفتہ ہوکر عقد کرنے پر طیار ہوتی ہین

---

[1] اسی پر بھروسہ ہے اور اُسیکی طرف رجوع ہے ۱۲

[2] حضرت عیسیٰ فرماتے ہین، "جب فارقلیط آئے گا تو وہ لوگون کو اُن کے گناہون پر متنبہ کرے گا۔ راستبازی کی تلقین کریگا اور دنیا کو عدالت سے بھر دیگا" (انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت) ۱۲

شریف متمول بیوہ سے عقد کرین مگر آپ کی نظر مین ایک نہ جچا۔ آپ کی جوہر شناس نگاہ نے اُس دُرِّ یتیم کو پرکھ لیا اور دل مین ٹھان لی کہ بس اسی کو جسکی ظاہری اور باطنی آب و تاب دیدہ و دل کو روشن کرتی ہو اپنا سرتاج بنانا چاہیئے چنانچہ نفیسہ بنت ملینہ کو آپ کے حضور مین بھیجا کہ آپ کا عندیہ دریافت کرین۔ نفیسہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور دریافت کیا کہ آپ شادی کیون نہین کرتے۔ اس شاہ کونین نے جواب دیا کہ میرے پاس ساز و سامان کچھ نہین۔ نفیسہ نے جواب دیا کہ اگر کوئی شریف حسین مالدار عورت اپنا جان و مال نذر کرے پھر بھی آپ کو کچھ عذر ہوگا۔ اس محبوب دو جہان نے فرمایا ایسا کون ہے۔ نفیسہ نے کہا مین خدیجہ بنت خویلد کو راضی کرتی ہون۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے جسوقت یہ حال سنا جوش مسرت سے باغ باغ ہو گئین اور قبول کر لیا۔ عقد کی تاریخ مقرر ہوئی۔ ابو طالب۔ عباس اور حمزہ رضی اللہ عنہم اس حبیب الٰہی کو اپنے ساتھ لیگئے۔ ادھر سے حضرت ابو طالب نے اور اُدھر سے ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی نے خطبہ پڑھا اور ساڑھے بارہ اوقیہ[لہ] سونا مہر بندھا۔ نکاح ہو گیا اور ہر طرف خوشی کی دھوم مچی۔

عقد نکاح

الامین

یونان کے مشہور حکیم ارسطا طالیس کا قول ہے کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ بیشک عقول عشرہ کے خالق نے اسکے خمیر مین جوہر اُنسیت داخل کر دیا ہے۔ اسکی صورت واجب الوجود نے اپنی عدیم المثال صورت پر بنائی ہے اور نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي کے خلعت سے سرفراز کیا ہے اسیواسطے جسوقت پیشگاہ قِدم سے عالم حدوث مین قدم رکھتا ہے خلیفۃ اللہ ہو کر آتا ہے۔ اسکے "عالم صغیر" مین تکوین و ایجاد کے عجائبات بھرے ہوئے ہین۔ اگرچہ عناصر کی چاردیواری مین اسکا نفس ناطقہ محصور ہے مگر اسکی سیر و سیاحت کے واسطے راستہ کھلا ہوا ہے۔ اسکے لئے ایک طرف ترقی کا زینہ لگا ہے کہ اگر ہمت باندھے تو توفیق کی مضبوط نورانی رسّی کا سرا پکڑ کر بام آسمان پر پہونچ جاتا ہے اور دوسری طرف تنزل کی کھڑکی لگی ہے کہ اگر شیطانیت نے زور باندھا تو ضلالت کے آہنی پنجہ نے گنڈ کھولدی اور یہ ناعاقبت اندیش لنڈھکتا ہو سر کے بل تحت الثریٰ مین گر پڑا ایک طرف عقل کا اشراقی حکمت الٰہی کی تعلیم دیتا ہے

انسان کامل

لہ ۱۲½ - اوقیہ سونے کی قیمت ۱۴۵۸ کلدار ہوتے ہین (کنز الحسنات) - ۱۲

اور دوسری طرف اپنی جان پر ظلم کرنے والا نفس شیطانی ہتکھنڈے سیکھ کر تباہ کرتا ہی۔ آہ کیا نازک معاملہ ہی غضب کا کشمکش ہی۔ قیامت کا سامنا ہی الٰہی تیری پناہ کیا دشوار راہ ہی۔ کیسی کٹھن منزل ہی۔ کیسا خطرناک سفر ہی۔ بہادرون کے پتّے پانی۔ عقلا حیران۔ حکما پریشان۔ علما لرزان۔ ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل　　کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ایسی حالت مین جبکہ دنیا کے چمن مین پھول کم اور کانٹے بہت ہین مرنجان مرنج زندگی بسر کرنا آسان نہین اس دریا مین جبکہ سب ایک ہی عمر روان کی کشتی مین سوار ہین ایک ہی بادبان نفس پر بھروسہ ہی اور آخر ایک ہی طوفان فنا سے کشتی کا غرق ہونا ہی آپس کی کشمکش جنس و ناجنس کی صحبت۔ حادثون کی تھپڑون اور مصیبتون کے ہچکولون مین صابر و شاکر رہنا اور ہنسی خوشی کاٹ دینا بڑے ظرف والون کا کام ہی واقعی حسن معاشرت عجب جوہر ہی یہی حکمت عملی کی روح ہی۔ تہذیب اخلاق کے ساتھ تدبیر منزل اور سیاست مدن مین پورا اُترنا کامل حکما کا کام ہی حقیقت یہ ہی ؎

عالم و عابد و صوفی ہمہ طفلان رہند　　مرد اگر ہست بجز عالم ربانی نیست

ایسا عالم ربانی وہی ہو سکتا ہی جسکو حکیم مطلق نے "خَیراً کَثِیراً" عطا فرمایا ہو۔ جسنے معلم الاسمائے نے اشیا کی حقیقت آنکھون سے دکھا دی ہو اور جسکے سامنے مدینۃ الحکما کا معلم اول طفل مکتب ہو۔ جسنے عرب کی ایسی جاہل قوم کو "خَیرُ الاُمَم" بنا دیا ہو۔ بیشک آپ کی ذات مقدس حجۃ اللہ ہی۔ آپ کی پاک زندگی اول سے آخر تک بتا رہی ہی کہ انسان کامل یہی ہین۔

حضرت خدیجہ رضؓ جسوقت سے آپکے حبالۂ نکاح مین آئین اپنا سارا مال نقد اور جنس آپکے سامنے حاضر کر دیا اور سرداران قریش کو بلا کر شاہد کیا کہ اب یہ چیزین حضور ہی کی ہین آپ کو اختیار ہی جسطرح چاہین صرف کرین یہ آپ کی کمال امانت داری کا صلہ تھا کہ مالک حقیقی نے فارغ البالی عطا فرمائی۔ اس مبارک عقد کے چند روز بعد آپ نے اپنی کوشش سے قریش کے مختلف قبائل کو جنکے جمہوری انتظام مین حضرت عبدالمطلب کے انتقال سے خلل آگیا تھا باہم متفق کر کے اعانت مظلوم پر آمادہ کیا۔ اس تحریک کا سبب یون ہوا کہ ایک شخص مسمی زبید مکہ مین تجارت کا مال لیکر آیا۔ عاصم بن وائل نے جو ایک شوریدہ پشت امیر تھا اسکا مال خرید لیا مگر ایک حبہ نہ دیا

حلف الفضول

اور گھر سے نکلوا دیا۔ بیچارہ اُس قریشی جماعت کے پاس جنکے سپرد پردیسیون کا انتظام تھا روتا پیٹتا گیا اور اپنا قصہ بیان کیا مگر ان ناانصافون نے عاصم کے مقابلے مین اس غریب کی ایک نہ سُنی۔ مجبور ہو کر زبید جبل ابو قبیس پر چڑھ گیا اور جسوقت مکہ والے کعبہ کا طواف کرنے آئے تھے ہر ہر قبیلے کا نام لیکر فریاد کی اور پُر درد لہجہ مین اپنا دکھڑا رو دیا۔ حاضرین پر بڑا اثر پڑا اور سب عبد اللہ ابن جدعان کے دار مین جمع ہوئے۔ یہ سنکر وہ بنی نوع انسان کا سچا خیرخواہ خود مع تمام بنی ہاشم کے اس گھر مین تشریف فرما ہوا اور سب قبیلون نے ملکر قسم کھائی کہ ہم مظلومون کی مدد کرین گے مسافرون کی حمایت کرین گے اور کسی کی حق تلفی نہونے دین گے۔ اس قسم کا نام حلف الفضول رکھا گیا جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ قدیم زمانے مین جرہم کی قوم کے تین شخصون نے باہم مل کر مظلوم کی اعانت پر قسم کھائی تھی اُن تینون جوانمردون کا نام اتفاق سے فضل تھا اسلیے انکے ایک ہی نام کے لحاظ سے حلف الفضول کہنے لگے۔ غرضکہ قریشیون کی اس باہمی حلف سے شہر کی بدامنی مٹگئی اور مسافرون اور غریبون کو ظالمون سے نجات مل گئی جب کسی نے دُہائی دی معاً قسم کھانے والے مدد کرنے کو دوڑ پڑتے تھے اور اسکی حمایت مین جان لڑا دیتے تھے۔ یہ معاہدہ خلفاے راشدین کے مبارک عہد تک باقی رہا آخر بنی امیہ کے زمانے مین جب عہد جاہلیت کا مرض پھر عود کر آیا تھا ظالمون نے اسکو توڑ ڈالا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ اس رحمت عالمیان نے قریشیون کو اس نیک کام پر آمادہ کیا اور اُسمین شرکت کی ورنہ نزول وحی تک جسکے بعد برکات اسلام نے عالم کو معمور کر دیا آپ نے کبھی انکی جاہلانہ رسمون اور باطل معبودون کے تیوہارون مین شرکت نہ کی۔ مکہ کا شہر آشوب اس زمانے مین بلا کا تھا۔ حرم کی پاک زمین خراباتون کی بدمستیون سے خراب ہو رہی تھی اور خانہ خدا گویا میخانہ تھا۔ سب ہی متوالے تھے مگر ایک باخبر صاف طینت دور سے اس تماشے کو دیکھکر انکی حالت پر افسوس کرتا تھا۔ وہ ساغر چشم جو مئی عرفان سے چھلکتے تھے وہ شیشۂ دل جسمین شراب طہور جھلکتی تھی دونون بھر آتے تھے۔ ایک آنسوؤن سے دوسرا درد سے۔ کہان کی مسرت کیسی شرکت مگر ضرورتاً سب سے بکمال خلق سے ملنا۔ مصیبتون مین کام آنا اور پھر باہمہ و بے ہمہ۔ ظاہر مین شمع کی طرح محفل کی رونق مگر باطن مین وہ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ہر دم لو لگی ہوئی۔ بیشک خلوت در انجمن کے یہی معنی ہین۔ لوگون سے الگ کسی گوشہ مین بیٹھ کر

آنحضرتؐ جاہلانہ رسمون اور باطل معبودون سے بیزار رہے

آنکھ بند کرلینا جنگلون اور پہاڑون مین سب چھوڑ چھاڑ کر جوگیون اور راہبون کی طرح بیٹھ رہنا اس قدر مشکل نہین ہی جسقدر کہ عالم رنگ و بو مین رہکر اللہ ہی کے رنگ مین رنگ جانا وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً[1] انھین مردان خدا کی یہ شان ہی کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[2] انھین کے قلوب مشکوۃ دین ہین انھین کی ارواح نورٌ علی نور ہے

مردانِ خدا خدا نباشند — لیکن ز خدا جدا نباشند

تعمیر قریش اور آنحضرت کی فرزانگی

غرضکہ اسی حالت سے دس برس اور گذر گئے اور آپ کا سن شریف پینتیس برس کا ہوا۔ اسوقت مکہ مین ایک اور قضیہ پیش ہوا جسکو اگر آپ کی عقل سلیم فیصل نکرتی تو زمین حرم ہزارون آدمیون کے خون سے لال ہوجاتی یہ واقعہ یون ہوا کہ کعبہ شریف کی عمارت منہدم ہوچلی تھی قریش نے اسکی تعمیر شروع کی۔ اس نیک کام مین سب قبیلون نے شرکت کی اور کام ختم ہوگیا صرف حجر اسود رکھنے کیواسطے مباحثہ ہونے لگا۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ مجھے یہ فخر حاصل ہو اور میرے ہی محلہ کی طرف اسکا رخ رہے۔ آخر یہ قرار پایا کہ علی الصباح جو شخص پہلے حرم مین داخل ہو اُسکی رائے پر عمل کیا جائے۔ دوسرے دن فجر کو سب سے پہلے آپ تشریف لائے اور یہ مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ کھڑے ہوگئے اور اپنی چادر پھیلا دی اور حجر اسود کو بیچ مین ڈالکر ہر ہر قبیلے کے سردار سے فرمایا کہ چادر کے کنارے تھام لے پھر خود حجر اسود کو دست مبارک مین لیکر نصب کردیا۔ اسطرح یہ جھگڑا طی ہوا اور بات بات پر کٹ مرنے والے قریشیون کا ہر شخص راضی ہوگیا اور خوش خوش گھر آیا اور آپ کی فرزانگی اور صلح پسندی کی ہر جگہ تعریف ہونے لگی۔

قحط مین آنحضرت کی فیاضی

انھین ایام مین ملک مین سخت قحط پڑا۔ باشندگان مکہ نہایت پریشان ہوئے ہزارون جانین بے آب و دانہ ضائع ہونے لگین۔ کوئی کسی کو پوچھتا نہ تھا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ اس نفسی نفسی کے قیامت خیز زمانے مین رحمۃ للعالمین نے جو میدان حشر مین امتی امتی پکاریگا لوگون کی ہمدردی اور اعانت اس درجہ کی کہ ہر ایک کے دل سے دعا نکلنے لگی۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنے مال پر آپ کو پورا اختیار دیدیا تھا آپنے اسکو ایسی تجارت مین

---

[1] اور کون اچھا ہی اللہ کے رنگ سے (سورۂ بقر پارۂ الم) ۱۲

[2] ایسے جوانمرد جنکو سوداگری اور بیع اللہ کی یاد سے کھیل مین نہین ڈالتی (سورۂ نور پارۂ ۱۸) ۱۲

لگایا جسکا بیعانہ بہشت ہی اور رضائے خدا قیمت ہی۔ عزیز۔ قریب۔ یتیم۔ مسکین۔ مسافر سب اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے لگے۔ بیشک خیر ایسے مال بڑھتا ہی۔ برکت خود اپنا دست شفقت پھیرتی ہی۔ کفایت خود انتظام کرتی ہی۔ رحمت چھپر پھاڑ کر نازل ہوتی ہی اور سال بھر مین سخی کی فراخ دستی اور بخیل کی تنگ چشمی برابر ہو جاتی ہی۔ یہ عجب حساب ہی کہ بڑے بڑے سیاق وسباق جاننے والے چکراتے ہین مگر نفس کے سچے محاسب سمجھ سکتے ہین کہ یہ صرف اپنی ہی بھول ہی ورنہ دیوان احدیت مین ایک کی جگہ دس لکھتے ہین اور سات سو لکھدینے مین بند نہین پھر جمع خرچ مین اپنا فاضل کیونکر نہ نکلے۔

غرضکہ اس قحط کے زمانے مین آپ کی داد و دہش نے بہتون کی جان بچالی۔ حضرت خدیجہ رضہ جنھین آپکی صحبت بابرکت مین ایثار کا سبق ملا تھا اس کار خیر مین معین ہوگئین اور بہت سے بندگان خدا کی مصیبت کٹ گئی۔ حضرت ابوطالب انھین ایام مین خرچ کی طرف سے تنگ ہو گئے تھے اہل وعیال کے باعث مصارف بڑھ گئے تھے۔ یہ حال دیکھکر آپ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو جو اسوقت بہت ہی صغیر سن تھے اپنی کفالت مین لے لیا اور اپنے چچا حضرت عباس سے سفارش کی کہ حضرت ابوطالب کے دوسرے بیٹے حضرت جعفر رضہ کو اپنی کفالت مین لے لین۔ اسطرح حضرت ابوطالب کا بار ہلکا ہوگیا۔

غلامون پر شفقت کرنے کا پہلا عملی سبق

انھین دنون مین آپ نے لوگون کو غلامون پر شفقت کرنے کا پہلا عملی سبق دیا جس سے لوگون کے دلون پر آپ کی محبت کا نقش بیٹھ گیا۔ حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضہ کے بھتیجے نے ایک ہونہار لڑکے کو جسے اسکے قبیلے کے دشمن گرفتار کر کے بیچنے لائے تھے بازار عکاظ مین چار سو درم کے عوض مول لیا اور اپنی چچی کے نذر کیا۔ حضرت خدیجہ رضہ نے اس لڑکے کو آپ کی خدمت مین دیا۔ آپنے اُس کو اس شفقت سے پرورش کیا اور غلام اور مالک خادم اور مخدوم کا فرق ایسا مٹا دیا کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ غلام کیون ہی آپ کا بیٹا ہی۔ یہ وہی غلام ہی جسکا شمار مومنین اولین مین کیا جاتا ہی اور جسنے آیندہ جہاد فی سبیل اللہ مین اپنی جان قربان کردی اور زندہ جاوید ہوگیا۔

زید بن حارثہ رضہ

حضرت زید بن حارث انھین بزرگوار کا نام تھا۔ باپ نے جسوقت سنا کہ بیٹے کو ظالمون نے بیچ ڈالا ہی مکے آیا اور یہ سنکر کہ آنحضرت نے اسکو آزاد کر دیا ہی اور کمال شفقت سے پیش آرہے ہین خوش ہوکر حاضر ہوا اور بیٹے سے گھر چلنے کے واسطے کہا مگر وہ سچا فدائی جسکا دل بندۂ کرم ہوچکا تھا

جسکو آپ کے وسیع اخلاق نے مول لے لیا تھا کسی طرح رفاقت چھوڑنے پر آمادہ نہوا۔ سچ ہی احسان عجب سکہ ہی کہ ہر وقت ہر جگہہ چلتا ہی اسمین نہ کبھی بٹہ لگتا ہی نہ ٹکسال باہر ہوتا ہی۔ جوہر جان جسکی قیمت قارون کے خزانے سے بھی ادا نہین ہو سکتی اسی سکہ روان سے مول لے سکتے ہین۔ جانی دشمن کے قلب کو کشتہ کرنا اسیکی خاصیت ہی۔ اسیکی دھیمی دھیمی آنچ سے دوستون کے دل خالص ہو جاتے ہین واقعی اکسیر اگر ہی تو یہی ہی۔

خطاب "الامین"

غرضکہ آنحضرت کا زمانہ شباب انھین مساعی جمیلہ اور اکتساب حسنات مین صرف ہوا آپکے محامد اور اوصاف نے آپ کو ہر دلعزیز بنا دیا اور قوم نے آپ کی خوبیون پر شیفتہ ہوکر آپ کو ایسا خطاب عطا کیا جو اسوقت تک کسی کو نہین ملا تھا۔ اَلْاَمِیْنُ ایسا اعلیٰ اور قابل قدر خطاب تھا جسے قوم کے ہر فرد بشر نے ہم آواز ہو کر دیا تھا۔ بیکسون کا سہارا آپ ہی کی ذات تھی۔ غریب محتاج آپ ہی کا مُنھ تکتے تھے۔ بیوہ اور یتیم کی ڈھارس آپ ہی سے بندھتی تھی۔ مظلوم اور مصیبت زدہ آپ ہی کی پناہ ڈھونڈھتے تھے۔ امیر اور شریف۔ رئیس اور حاکم سب ہی کو آپ پر بھروسہ تھا۔ ہر ایک کی نظر آپ ہی پر پڑتی تھی۔ جدھر آپ نکل گئے بیساختہ لوگون کی زبانون سے جَاءَ الْاَمِیْنُ جَاءَ الْاَمِیْنُ نکل جاتا تھا۔ واقعی کائنات کے شاہنشاہ نے خلعت رسالت عطا کرنے کے پیشتر آپ کو آپ ہی کے قوم کے ہاتھون سے ایسا تمغہ پہنایا تھا کہ دوسری قومین اگر ذرا بھی انصاف کی نظر سے دیکھین سمجھ سکتے ہین کہ ایسا بزرگ کہان تک صادق ہو سکتا ہی۔ جو لوگ آپکے پورے پورے حالات سے واقف تھے۔ جنکے سامنے آپ کا نشو و نما ہوا وہ سب آپ کی خوبیون کے شیفتہ تھے پھر جنھون نے آپ کو نہین دیکھا اور باتین بنانے لگے انکا فیصلہ اہل انصاف ہی کرین۔ آپ کی پاک زندگی کے حالات اظہر من الشمس ہین۔ دنیا مین کسی قوم کی ہادی کے حالات اسطرح پورے پورے معلوم نہین ہین جسطرح اس خاتم الانبیا کے۔ ہنود کے مہاتما اور اوتار فسانے کا جامہ پہنے ہین پارسیون کے وخشور دھندھلے نظر آتے ہین۔ انبیاے بنی اسرائیل تحریف کے قتیل ہین مگر اس نبی امی کی سیرت

بجز آنحضرت صلعم کے کسی نبی کے حالات تاریخی طور پر ثابت نہین ہوتے

مصرع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

کی مصداق ہی۔ آپ کے حالات ایسی کتاب مین درج ہین جو قیامت تک زمانے کی دست برد سے محفوظ رہیگی جسکا خدا خود حافظ ہی۔ سینہ مسلم اسکا مصفا صندوق ہی۔ قلب مؤمن کی طاہر لوح پر اسکی پاکیزہ عبارت نور کی تحریر سے مرقوم ہی۔ واقعی عالم الغیب نے اس کتاب کی ایسی حفاظت کی کہ صدیان گذر گئین اور گذر جائینگی۔ ہزارون انقلاب ہوے اور ہوتے رہین گے۔ لاکھون دشمنون نے اسکے مٹانے کی کوشش کی اور کرتے رہین گے مگر یہ آسمانی صحیفہ جیسا تھا ویسا ہی اور ہمیشہ رہیگا۔ جبتک دماغ کی مشین چلتی ہی حافظہ کا ٹائپ جما ہوا ہی اور مردم چشم اپنا کام کرتے ہین تب تک اسکی اشاعت نام خدا برابر جاری رہیگی۔ اور ناظرین محو رہین گے اصلی اعجاز اسی کو کہتے ہین۔ اسگلے زمانے مین اگر مردے زندہ ہوگئے۔ آفتاب چلتے چلتے رک گیا۔ زہرہ آسمان پر ہوبچکر تارا بنگئی اور ایسے ہی عجیب وغریب کرشمے اور دور از کار تماشے ہوتے رہے ہوا کرین اب تو کچھ بھی نہین اور ہمارے کس کام کے۔ ہمارے پاس کلام الٰہی وہ زندہ معجزہ ہی جسکے سامنے سب ہیچ ہین اسکے جان بخش الفاظ سے مردہ دل زندہ ہوے اور زندہ ہوتے رہین گے۔ اسکے حقائق اور اسکے معارف کے انوار نے زمین کو روشن کرکے آسمان بنادیا اور عالم بالا کی سیر دکھاکر حجابات اٹھادیئے اور انسان کو ایک ستارہ بنادیا کیا معنے عرفان الٰہی کے آسمان کا آفتاب بنادیا۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِی بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّبُرْھَانًا۔

کلام مجید زندہ معجزہ

غار حرا

زمانۂ حال کے مادہ پرست حکما کسی بات کو جبتک مشاہدہ سے ثابت نہو نہین مانتے۔ بیشک یہ طریق استدلال مفید ہی زمین کے غبار آلود جھونپڑے مین رہکر ہم اسکی دانست مین بیہوشی سونگھ کر آسمان کے جگمگاتے ہوئے محل کا خواب دیکھ سکتے ہین۔ اسکی خوردبین کے ذریعہ سے عالم اجسام کا نظارہ کرسکتے ہین زمانے کی ترقی کے ساتھ انسانی دماغ مین روز بروز قوت آتی جاتی ہی پہلے اگر یہ ٹمٹماتا ہوا بھدا چراغ تھا اب رات کو دن کرنے والی برقی روشنی ہی اور ابھی کیا معلوم کہ آسمان مین چپکتی لگانے والی سائنس کے آتشی شیشے اس دماغ دار دماغ کی پاپوش مین آفتاب کی کرن لگادین بیشک طبیعات کی عقیلہ خاتون

برق وباد کے گھوڑے پر سوار خوب ہی طرارے بھرتی ہی اور بال کی کھال نکالنا بائین ہاتھ کا کھیل سمجھتی ہی۔ اسکی طبیعت داری جدت پسندی۔ سلیقہ شعاری اور دانشمندی نے ویرانۂ دنیا مین سونے کے محل کھڑے کر دیئے صحرائے جہان کو باغ ارم بنا دیا اور سارے عالم کو ایسا سجا دیا ہی کہ اب یہان سے جانے کو جی نہین چاہتا۔ وطن کی یاد بھلا دی ہی اور بالکل محو کر لیا ہی۔ بس اب سبھی اسکے حسن روز افزون کے شیدائی ہین۔ اسکی مستانہ اداؤن کے دیوانے ہین اور اسکی ہر آن پر مرتے ہین مگر آہ سے

دیکھئے لاتی ہی اس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اسکی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہین

ہماری محویت بڑھتی جاتی ہی روز بروز محسوسات کے پھندے مین پھنستے جاتے ہین عالم مادی سے امتزاج ہوتا جاتا ہی اور اس قدر غلو ہو گیا ہی کہ سمجھتے ہین کہ جس مسئلے کی سائنس تصدیق نکرے باطل ہی حالانکہ سائنس کے مسائل خود ہی مابہ البحث ہین اور تحقیق کے محتاج۔ اسکا دائرہ محدود ہی اور حسیات سے باہر نہین ہو سکتا مشاہدہ اور تجربہ اسکا پرکار ہی جس سے دائرے کی وسعت معلوم ہو سکتی ہی عالم مادی اسکا موہوم نقطہ ہی جسکی حرکت سے ہزارون خطوط کھینچکر عجیب و غریب شکلین بن گئی ہین اسکے مہندس اسمین غلطان پیچان ہین اور سمجھتے ہین کہ جو کچھ ہی یہی ہی مگر "ایاز قدر خویش بشناس"، روحانیت کا مقام محمود اسکی سرحد سے کوسون دور ہی۔ عالم اجسام کی نہایت عالم ارواح کی بدایت ہی دونون کے ڈانڈے ملے ہوے ہین مگر نظام جداگانہ ادھر حواس کا سفلی کارخانہ ہی ادھر قلب سلیم کا علوی انتظام ہی۔ یہان موالید ثلاثہ پر بحث ہی اشیا کی حقیقت دریافت ہوتی ہی۔ عناصر اور ذرات کی تقسیم اور تجزی ہو رہی ہی۔ گرمی۔ روشنی۔ حرکت اور طاقت کے مشکل اور پیچیدہ مسائل حل ہو رہے ہین حیرت انگیز ایجاد اور اختراع کے انجن چل رہے ہین۔ عقل کی دوربین عجائبات کا عالم دکھا رہی ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ آسمان کے تارے توڑ لائین گے۔ مگر وہان سب زانو پر سر رکھے سوچ رہے ہین ہم کیا ہین۔ کہان سے آئے۔ کیون آئے۔ کہان جائین گے۔ حیرت سے حواس باختہ۔ غور و فکر سے چور چور۔ دہشت سے عرق عرق منھ پر ہوائیان اڑتی ہین۔ آنکھین بند۔ زبان خشک لیکن افسوس ہزارون طلبگار اس بحر مواج مین جسکا ایک کنارہ ازل دوسرا ابد ہی ڈوب گئے اور حقیقت کا پتہ نہ چلا مگر پھر بھی جس ذوق شوق سے ان مردان خدا نے جان دی جس پاکبازی سے انھون نے بسر کی جیسا ذکر خیر انکا باقی رہا اس بات پر شاہد ہی کہ انھون نے

سائنس کے مسائل خود ہی مابہ البحث ہین

عالم اجسام کی نہایت عالم ارواح کی بدایت ہے

مدعیان سائنس نے کہان تک حقیقت حال دریافت کی

زندگی کا فرض ادا کیا۔سچی خوشی انھین کو حاصل ہوئی اور انکا انجام بخیر ہوا۔بیشک عاقبت متقیون کے واسطے ہی۔ حسن مآل انھین کو نصیب ہی۔ زندگی کا سربستہ راز انسانی بساط کے موافق انھین کے دیدۂ دل کے سامنے کھل گیا ہی اور عالم شہود مین رہکر عالم غیب کا یقین انھین کو حاصل ہی۔ظاہر بین اگرچہ عالم غیب کو محض وہم و خیال کا جولانگاہ سمجھتے ہین۔ طبیعی اگرچہ مابعد الطبیعات کو بچون کی کہانیان جانتے ہین مگر دیکھنا یہ ہی کہ خود ان مدعیون نے کہان تک حقیقت حال دریافت کرلی ہی۔مادہ اعمی کے اجزاے بسیطہ کا مشاہدہ کس خوردبین سے ہوا ہی۔ انکے اجزا کی جنکے اجتماع سے تنوعات کا ظہور ہوا کیا اصلیت ہی ذرات بسیط کی ازلی حرکات کا کسطرح احساس ہوا۔قانون قدرت کس کونسل مین وضع کیے گئے۔اُس کونسل کی کیا حقیقت ہی اور خود یہ قوانین کیونکر جاری ہین۔نیچر کی پیدائش نشو و نما اور تربیت کیونکر ہوئی۔کشش اجسام کی اصلیت کیا ہی۔غرضکہ ایک نہین سیکڑون ایسے اسرار ہین جنکو فلسفہ اور طبیعات کے ماہر نفس الامر مین نہ سمجھ سکے اور نہ سمجھ سکتے ہین حقیقت اشیاء کا علم تو درکنار اب تک یہ بھی معلوم نہوا کہ دماغ انسانی کی کیا کیفیت ہی۔اشیا کا ادراک بذریعہ حواس کیونکر ہوتا ہی اور اسکی حقیقت کیا ہی وجود خارجی ہی یا ذہنی۔حیات اور عقل کی اصلیت کیا ہی ایسے بہت سے لاینحل مسائل ہین جن سے طبیعات کی کتابین بھری ہین۔ جنکے جتنے جوابات دیے گئے۔ تخمینی اور قیاسی ہین کیون نہین سے

بروا اے "عالم" خودبین کہ زچشم من و تو ۔۔۔ راز این پردہ نہان ست و نہان خواہد بود

اگر حکماے اولین اور آخرین سب یکجا ہون تھیلس و بقراطیس سے لیکر ڈل۔ڈارون۔ہگسلی اسپنسر تک اور جسقدر انکے بعد مشہور طبیعی پیدا ہونگے سب مجتمع ہوکر قدرت کے پوشیدہ راز اور اشیا کی حقیقت کماحقہ دریافت کرلین ممکن نہین۔نیوٹن نے کمال انصاف پسندی سے کیا خوب کہا ہے کہ "باین جدوجہد اور ترقی مجھے قوانین قدرت کی ابجد خوانی بھی ابھی نہین آئی اور مین مثل اس بچے کے ہون جو سمندر کے کنارے پر پڑا ہوا چمکیلی ریت مین ہاتھ پیر پیٹتا ہی"، واقعی قوانین قدرت کی پوری ماہیت اس زندگی مین دریافت ہوتے نظر نہین آتی۔سائنس نے اسباب اور علل اور فعل اور انفعال کی تحقیق مین بہت کچھ قابل قدر کوشش کی اور کرتی رہیگی مگر اسرار قدرت کا غیبی لفافہ سربمہر رہیگا۔اسکی مُہر اسی دن ٹوٹے گی جب ہمارا نقش برآب خاکی کرہ گردش کرتے کرتے کسی

اسرار قدرت کا غیبی لفافہ سربمہر رہے گا

ومدار ستارے سے ٹکراکر پاش پاش ہوجائے گا۔ اور سارا نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا۔ ہمارا خاکی وجود جسکے اجزاے مادی معدوم نہین ہوسکتے کسی اور رنگ مین جلوہ گر ہوگا جواس خمسہ مین اور حواس اضافہ ہوجائینگے دماغ کی اور ہی ترکیب ہوگی اور وہ عالم ہی نرالا ہوگا اسوقت دترقی یافتہ[۱] بندر" کو مشہور مثل کے خلاف ادراک کی لذتین مزہ چکھائین گی اور معلوم ہوجائے گا کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے کیا معنی تھے اور جو لوگ غیب پر ایمان لائے انکی کیا حالت ہو۔ ایمان بالغیب کے یہ معنی نہین کہ عالم غیب کے متعلق سب نقلی روایتین بے چون وچرا مان لیجائین اور عقل کو دخل ہی نہو اور تحقیق کا دروازہ مسدود ہوجائے بلکہ یہ معنی ہین کہ فطرت کے سربستہ راز اور اسکی پوشیدہ قوتین یعنے ملکوت کا عالم تسلیم کیاجائے اور عالم الغیب کے درسگاہ قدرت مین زانوے ادب تہ کیاجائے قوانین قدرت پر شوق سے بحث ہو۔ اسباب اور افعال کی تحقیق کیجائے۔ عالم مادی مین حیرت انگیز ایجاد و اختراع ہون معلومات کا ذخیرہ روز بروز بڑھتا جائے یہ سب کچھ ہو مگر ساتھ ہی زبان اور دل سے سُبْحَانَكَ[۲] لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کی تصدیق ہوتی رہے۔

عالم غیب اور ملکوت کا عالم

انسان کے معلومات جسوقت وسیع ہوجاتے ہین۔ دماغی قوتین اپنا زور دکھانے لگتی ہین اور علوم و فنون مین مہارت ہوجاتی ہو اُسوقت عموماً نشہ کمال بیخود کردیتا ہو اور اُس ذوق بیخودی مین اپنی ہستی بھول جاتا ہو یہی وجہ ہو کہ فلسفہ اور سائنس کے ماہر جونکہ اپنے فضل و کمال کے باعث خود کو انسانی ترقی کے شہ نشین پر پاتے ہین زیادہ تر خضوع اور خشوع سے بے بہرہ ہوجاتے ہین حالانکہ انسے بڑھکر ہستی موہوم اور عجائبات قدرت کا سمجھنے والا اور کون ہوسکتا ہو۔ وہ علم الافلاک کا دل پر عظمت اور جبروت کا نقش بٹھادینا وہ علم معدنیات نباتات اور حیوانات کا کمال قدرت اور حکمت کی تصویر کھینچدینا اور جلال و جمال کے مظاہر آنکھون سے دکھادینا ایسے معارف ہین جنکا جاننے والا بیساختہ کہہ اُٹھے گا ع

چہ باشد آن نگار خود کہ بندد این نگارہا۔

---

[۱] انگلستان کی انیسوین صدی کے مشہور سائنس دان ڈاروِن کا قول ہو کہ انسان پیشتر بندر تھا مسئلہ ارتقا کی موافق رفتہ رفتہ موجودہ صورت حاصل کی ۱۲

[۲] پاک ہو تو نہین ہو علم ہمین مگر جو سکھایا تونے (پارہ الم سورۂ بقر)۔ ۱۲

آفتاب اور ستارون کا احوال

یہ اندھیری راتون مین چمکتے ہوئے بیشمار چھوٹے چھوٹے تارے جو دیکھنے مین ایسے معلوم ہوتے ہین گویا کسی محفل مین کرورون چراغ روشن کردیئے گئے ہین یا کسی شوخ طناز نے چنبلی اور بیلے کے پھول بکھیر دیئے ہین۔ یہ گھٹنے بڑھنے والا ادا غدار چاند جو کبھی مہوشون کے ابروے خمدار کیطرح اور کبھی انکی زلف عنبرین کے واسطے شانہ کیطرح اور کبھی حسن خود بین کے لیئے صاف شفاف گول آئینے کیطرح نمایان ہوتا ہی۔ یہ عالم کو روشن کردینوالا آفتاب جسکا رعب حسن اس بلا کا ہی کہ مجال نہین کوئی بیباکانہ آنکھ ملا سکے غرضکہ یہ تمام فلکی اجرام سائنس سے ناواقف کی نگاہ مین یا دیو دیوتا ہین یا چھوٹی بڑی چمکتی ہوئی چیزین ہین حالانکہ ماہر طبیعات کے نزدیک یہ نورانی اجرام حیرت انگیز عظیم الشان کرے ہین کہ عقل حیران ہی۔ یہ آفتاب جو ہمین سنہرے گیند کیطرح نظر آتا ہی اسکا جرم ہمارے وسیع زمین کے جرم سے بارہ لاکھ اُنسٹھ ہزار سات سو گنا بڑا ہی۔ اسکا قطر آٹھ لاکھ بانوے ہزار پانچسو اسی میل اور محیط چھبیس لاکھ اٹھتر ہزار پانچسو میل ہی۔ تھوڑی دیر کیواسطے آنکھ بند کرکے اگر کوئی شخص خیال کرے کہ یہ فاصلہ کسقدر ہوا تو معلوم ہو جائے کہ سریع السیر خیال بھی ان اعداد کے اندازے سے قاصر ہی اب اگر حرارت آفتاب کیطرف خیال کیا جائے تو جب زمین پر گرمیون مین دوپہر کے وقت دھوپ نہین سہی جاتی اور صحرائے افریقہ مین تو وہ شدت ہی کہ الامان گویا آتشین سمندر لہرین لے رہا ہی جب زمین سے نو کرور میل دور ہونے پر یہ حال ہی تو خود جرم آفتاب کی کیا حالت ہوگی جو حرارت زمین تک پہونچتی ہی وہ دو ارب اڑتیس کرور دس لاکھ حصون مین سے ایک حصہ ہی اور اگر کل حرارت آفتاب جمع کیجائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلانے کے لیے کافی ہو سکتی ہی جس سے تمام روے زمین چھپ جائے اور اُس برف کی موٹائی گیارہ میل کی ہو۔ العیاذ باللہ یہ کس کا جگر ہی کہ اس حرارت کا اندازہ کر سکے جب ہزارون اجرام سماوی مین سے ایک جرم کی یہ کیفیت ہی پھر اس ہولناک عالم نار کی جسکی صفت تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ ؎ ہی کیا حالت ہوگی اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

ثوابت اور سیارون کے بھی اسیطرح حیرت انگیز حالات ہین۔ دیکھنے مین تو بہت ہی چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہین مگر حقیقت مین ہماری زمین سے بہت بڑے ہین۔ انمین سے بعض ہمسے قریب ہین اور بعض

؎ جو پہونچ جاتی ہی دلون پر (سورہ ہمزہ پارہ ۳۰)۔ ۱۲

لاکھون میل کے فاصلے پر بعض کا دن اور سال ہمارے دن اور سال سے چھوٹا ہی اور بعض کا بہت بڑا حتی کہ
زحل کا ایک سال ہمارے یہان کے انتیس سال کے برابر اور یورینس کا چوراسی سال کے برابر نیپچون کا ایک سو
چونسٹھ اور چند کسور سال کے برابر- بعض سیارے بہت ہی جلد حرکت کرتے ہین حتی کہ مشتری کی چال تیس ہزار
میل فی گھنٹہ ہی پس جتنی دیر مین انسان ایک مرتبہ سانس لیتا ہی وہ نو میل چلا جاتا ہی اور اسکی محوری گردش کے
لحاظ سے اسکے اجزاے سطحیہ کی حرکت کی سرعت چارسو سرسٹھ میل ہی- انمین سے بعض کا نور سرخ بعض کا زرد
بعض کا سفید بعض کا اصلی ہی جیسے آفتاب اور ثوابت کا اور بعض کا اکتسابی جیسے چاند اور سیارون کا۔ انمین سے
بعض مین بالکل حرارت نہین اور بعض مین کچھ انتہا نہین بعض ثوابت بطور خود اپنے عالم کے آفتاب ہین اور شموس
کہلاتے ہین وہ اپنی جگہ پر ثابت نہین جیسا کہ انکے نام سے شبہہ ہوتا ہی بلکہ بات صرف یہ ہی کہ وہ ہمسے چونکہ بہت
ہی فاصلہ پر واقع ہین اسلیے ہمکو انکی حرکت کا پتہ صرف اُسوقت لگ سکتا ہی جبکہ صدیون کی صدیان گذر جائین
اسلیے انکی دوری کی نسبت وہی باقی رہتی ہی جو پہلے تھی- انمین سے بعض آفتاب سے دور ہین اور یوماً فیوماً
انکی دوری بڑھتی جاتی ہی اور بعض اُنسے قریب ہین اور اسیطرح نزدیک ہوتے جاتے ہین- بعض کی حالت بدلتی
رہتی ہی کبھی تو انکی روشنی بڑھ جاتی ہی اور کبھی گھٹ جاتی ہی بعض انمین وقتی ہوتے ہین یعنے وہ ایک مخصوص
زمانے مین ظاہر ہوتے ہین اور پھر چھپ جاتے ہین- بعض انمین سے ایسے ہین جنکا نور ہم تک برسون کے بعد
حتے کہ سیکڑون برس گذر جانے پر پہونچ سکتا ہی- اور یہ تمام نورانی اجرام نہایت ہی انضباط اور استحکام کے
ساتھ اپنے برجون اور منزلون مین طرح طرح کی گردشون اور حرکتون کے ساتھ چل رہے ہین جنسے اوقات اور
فصلین منضبط رہتی ہین- پھر انمین وہ ترتیب موجود ہی کہ عقل حیران ہی باوجود ان سب باتون کے انمین حیوانات
نباتات اور معدنیات کے منافع بھی موجود ہین جنکی پرورش انکے انوار کی حرکت سے ہوتی ہی"[۱]

غرضکہ سائنس جاننے والا لازیادہ مستحق ہی کہ ان آثار عظمت و جلال اور قدرت و کمال کو جو کائنات مین عیان
ہین دیکھکر سربسجدہ ہوجائے- مذہب کے حامی اگر سائنس کو اپنا مخالف سمجھین تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اُس مذہب
کی بنیاد مستحکم نہین اور اسیطرح اگر سائنس کے پیرو سچے مذہب کو مخالف سمجھین تو یقین کرنا چاہیے کہ انھون نے

سائنس دان زیادہ مستحق ہی کہ آثار قدرت دیکھکر سربسجدہ ہوجاے

۱ ماخوذ از "سائنس و اسلام" صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵-۱۲

سچا سائنس نہین سیکھا- انگلستان کا مشہور سائنس دان ہگسلی اپنے لکچرون کے سلسلے کے اختتام پر کیا خوب کہتا ہے

"سچا سائنس اور سچا مذہب توام بھائی ہین- ان کی باہمی جدائی یقیناً دونون کی موت ہے- سائنس مین جسقدر مذہبی روح ہوگی ٹھیک اسی مناسبت سے وہ ترقی کریگا- اور جہانتک سائنس کی گہرائی اور مضبوطی پر مذہب کی بنیاد قائم ہوگی ٹھیک اُسی مناسبت سے مذہب سرسبز ہوگا"

ہگسلی کہتا ہے سچ... اور سچا مذہب توام...

زمانۂ حال کا مشہور حکیم ہربرٹ اسپنسر اپنی کتاب "ایجوکیشن" مین لکھتا ہے "اسمین شک نہین کہ بہت سا سائنس جو رائج ہے اسمین لامذہبی کی روح غالب ہے مگر نہ اُس سچے سائنس مین جو سطح سے گذر کر تہ تک پہونچ گیا ہے" بیشک انصاف اسی کا نام ہے- مگر افسوس نافہمی نے تفرقہ ڈال رکھا ہے- حالانکہ سچا مذہب مجموعہ اوہام نہین اور اسیطرح سچا سائنس مایۂ الحاد نہین ہے- اگر عدل کی ترازو قائم کیجائے، ایک پلہ مین فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا [1] کو رکھین اور دوسرے پلے مین اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [2] کو تو سرمو فرق نہوگا کیون نہین، سچا مذہب اور سچا سائنس توام ہین" انکو تو آسمان حقیقت کا جوڑا کہنا چاہیے- انکے دیکھنے کیواسطے اُس نور الٰہی کا فیض حاصل کرنا چاہیے جسنے عرب کے تیرہ و تار ملک مین ظاہر ہوکر رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا [3] کی بے نظیر تعلیم دی اور فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى کے شرف سے فائز ہوکر بندگان خدا کو حقیقت کا پتہ بتا دیا ؎

ہربرٹ اسپنسر کی... سائنس اور مذہب کے...

سچا سائنس اسلا... کی تصدیق کرتا...

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا　　کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

آنحضرت صلعم کا طرز معاشرت سابق کے مضمون "الامین" مین بیان ہو چکا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رفاہ عام کے کامون مین اور یگانے اور بیگانے کے ساتھ ہمدردی کرنے مین کس قدر سرگرم تھے اور سیاسی امور مین دماغ کیسا عالی پایا تھا- ان تمام خوبیون کے باعث آپ ہر دل عزیز ہوتے جاتے تھے- قوم آپ کی شیفتہ تھی اور ہر کس و ناکس آپ کا ثناخوان تھا مگر جس قدر آپ کا سن شریف بڑھتا جاتا تھا اُسی قدر ہمت بلند ہوتی جاتی تھی

آنحضرت قوم کی خر... حالت دیکھکر غور فرما...

---

[1] لازم پکڑ خلقت اللہ کی ایسی کہ پیدا کیا آدمیون کو اُسپر (سورۂ روم پارہ ۲۱) ۱۲

[2] بیشک دین اللہ کے پاس اسلام ہے ۱۲

[3] اے ہمارے پروردگار تونے یہ سب بیکاری مین پیدا کیا (آل عمران پارہ ۴) ۱۲

خلق اللہ کی بہبودی جو ہر وقت آپ کے مد نظر تھی اسکا معیار اعلی ہوتا جاتا تھا اور آپ اب زیادہ تر اس فکر مین رہتے تھے کہ کس طریقہ پر یہ معیار حاصل ہو۔ آپ ملاحظہ فرماتے تھے کہ قوم کی حالت کیسی ابتر ہی۔ اسکے اوضاع اور اطوار کیسے خراب ہین نہ کوئی اصول ہی نہ قاعدہ۔ حرکات ناشایستہ۔ طرز معاشرت ناپسندیدہ یہ تمام خرابیان اور برائیان آخر کیون ہین۔ بس اسی سبب سے کہ انکے قلوب بگڑ گئے ہین اگر یہ علاج ہو گیا تو زندہ جاوید ہو جائین گے ورنہ عمر بھر زندہ درگور رہین گے۔ سچ ہی جسمانی امراض اسقدر مہلک نہین جسقدر مرض دل جسمانی امراض مین مبتلا ہو کر اگر کوئی مر بھی جائے گویا زندہ ہو گیا کیونکہ موت کے ساتھ جسمانی آزار کا بھی خاتمہ ہی مگر مریض دل کی جب آنکھین پتھرا گئین اور نبضین چھوٹ گئین درد لا دوا ہو گیا اور ہمیشہ کے لیے روگ لگ گیا۔ افسوس لوگون نے اپنے قلب کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا ہی۔ نہ کبھی گریبان مین سر ڈالتے ہین نہ تھوڑی دیر کیواسطے آنکھ بند کر کے اپنے نفس کا حساب لیتے ہین۔ ایک گروہ نے ان باتون کو بیکار سمجھا ہی۔ انکی دانست مین انسان کو بس اس قسم کا چلتا پرزہ ہونا چاہیے کہ کبھی پبلک جلسون مین شریک ہو کر اسپیچ کی ڈاک گاڑی چھوڑ دے۔ کبھی اخباری دنیا مین مضمون کے موٹر کار پر دوڑ جائے۔ کبھی چندہ کی گھوڑ دوڑ مین پانچوان سوار بنجائے اور زندہ دلی کے معنے صرف "فیشن ایبل" بنجانا سمجھ لے۔ دوسرا گروہ برعکس اسکے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناتا ہی۔ نہ رفاہ عام کے کامون مین شرکت نہ خلق اللہ کی بہبودی سے غرض امور حسنہ مین فقط ظاہری پابندی کا لحاظ۔ کہین صرف حال وقال کہین محض رونا پیٹنا۔ غرضکہ افراط و تفریط نے دونون گروہ کو محاسبہ نفس سے غافل کر دیا ہی۔ پہلا گروہ زیادہ تر نام پر مرتا ہی۔ فخر اور مباہات کا شیدائی اور شہرت کا دیوانہ ہی۔ دوسرا گروہ "بدنام کنندہ نکونامے چند" ہی۔ آہ اخلاص کی گھاٹی سخت دشوار گذار ہی۔ ایک طرف خود پسندی کا بھیڑیا خون کا پیاسا اور دوسری طرف ریا کا ڈاکو لوٹنے پر آمادہ۔ ان بلاؤن سے بچنے کیواسطے انسان کو چاہیئے کہ محاسبے اور مراقبے کی دونالی بندوق بھر کر حسبی اللہ کہتا ہوا مردانہ قدم رکھے اور اُس ہادی برحق کے نقش قدم پر بیدھڑک چلا جائے جسکی شان مین ارشاد ہوتا ہی وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ہمنے تجھکو بھٹکتا ہوا پایا پس راہ پر لائے یہ مضمون بھی عجیب ہی مگر حقیقت یہ ہی کہ ان دلکش الفاظ سے حبیب اور محبوب کے راز و نیاز کا اظہار کیا گیا ہی۔ اللہ اللہ کسیکی شوریدگی دیکھی نہین جاتی حسن ازل

اپنا جلوۂ جمال دکھا کر محو کر لینے پر آمادہ ہی کیون نہین ہے

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود   تا نسوزد شمع کی پروانہ شیدا می شود

بیشک یہ حسن حقیقی کی کشش تھی کہ وہ خدا کا حبیب ﷺ شباب ہی مین عالم مجاز کی دلفریبیون سے کنارہ کر کے الگ ایک گوشہ مین بیٹھکر عالم حقیقت کی سیر کرنے کو متوجہ ہوتا تھا۔ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی تھی جسکو حرا کہتے ہین۔ اسمین ایک تنگ و تاریک غار ہے جسمین آپ اکثر تشریف لیجا کر ذکر و فکر مین مشغول ہوتے تھے۔ کبھی اہل و عیال کو اپنے ساتھ لا کر عالم تجرید کی سیر دکھاتے تھے اور دنیا مین رہکر دنیا سے الگ اپنے معبود کی یاد مین مشغول ہوتے تھے اور کبھی تنہا کئی کئی دن تک توشہ ساتھ لیکر مراقبہ کرتے تھے۔ غرضکہ جسقدر آپ کا سن شریف بڑھتا تھا اُسی قدر ذکر کا غلبہ ہوتا جاتا تھا۔ روحانیت زور کرتی تھی اور ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا ملکوت کا عالم آپ کے روشن دیدۂ دل کے سامنے جلوہ گر ہونے لگا اور سوتے جاگتے عالم ارواح سے قرب ہونے لگا۔ حجابات اُٹھنے لگے اور شاہد ازل روزن دل سے اپنی تجلیٔ جمال کی جھلک دکھانے لگا۔ آپ بیخود ہو کر کمال ذوق شوق سے فرش خاک پر سجدے مین گر پڑتے تھے۔ حسن لازوال کے رعب سے جسم مطہر تھرتھراتا تھا۔ قلب صافی پہلو چیر کر نکل جانا چاہتا تھا۔ زمین آنسوؤن سے تر ہو جاتی تھی اور ایسی حالت طاری ہوتی تھی جسکا اظہار صرف زبان دل کر سکتی ہے اور دل بھی کون درد آشنا۔

غار حرا مین خلوت گزینی

اسیطرح چھ ماہ گذر گئے اور آپ کا سن شریف پورے چالیس برس کا ہو گیا۔ ربیع الاول کی آٹھوین تاریخ تھی دوشنبہ کو رات کے وقت جبکہ ہر طرف سناٹا چھایا تھا۔ صاف شفاف نیلگون آسمان پر تارے نہایت چمک دمک کے ساتھ چھٹکے ہوئے تھے اور زبان حال سے کہ رہے تھے کہ دیکھنے مین ہم منتشر ہین مگر حقیقت مین ہماری ترتیب باقاعدہ حرکت اور حیرت افزا انتظام کا کچھ اور ہی عالم ہے بس اہل نظر ہی سمجھ سکتے ہین کہ ہم جبین قدرت کی افشان ہین۔ ایسے وقت مین جبکہ تمام عالم غفلت کی نیند مین چور تھا آپ تنہا غار حرا مین تشریف فرما تھے اور ہمہ تن ذکر الٰہی مین مشغول تھے جسکی روشنی سے آپ کا ظاہر اور باطن نور علیٰ نور ہو رہا تھا اگر قلب منور شمع کی طرح روشن تھا تو جسم مطہر فانوس کی طرح مجلا تھا۔ حجابات اُٹھ گئے عالم قدس سامنے ہو گیا اور نور باطن نے چشم ظاہر کو ایسا نظارہ دکھایا جسکے بیان کیواسطے انسانی الفاظ کافی نہین جب دنیا ہی مین

نزول وحی

انسانی الفاظ اسکی پوری تشریح نہین کر سکتے

ہزارون ایسی چیزین ہین جنکی کیفیت الفاظ سے ادا نہین ہوسکتی مثلاً اگر ہم آگ کی صفت بیان کرنا چاہین
تو اگرچہ دفتر کے دفتر سیاہ کرڈالین اور سیکڑون جگہ "آتش آتش" لکھ ڈالین مگر پھر بھی کیا اسکی ایک ذراسی چینگاری
کی صفت بیان ہوگئی ہرگز نہین تمام سیاہ کیا ہوا دفتر اسکی ایک چنگاری رکھ دینے سے آناً فاناً خاک سیاہ ہوجائیگا — آگ کی مثال
جب دنیاوی اشیا کے بارہ مین ہم اسقدر گویائی کے ساتھ بھی گونگے ہین تو پھر عالم بالا کا حال بیان کرنا معلوم
بیشک ملکوت کا عالم قدرت کاملہ کا پوشیدہ راز ہی اسکا اثر ہوا کی طرح ظاہر مگر صورت آنکھون سے غائب سائنس
جب ماہیت مادہ کے اظہار سے عاجز ہی تو اُن پوشیدہ جوہرون کی کیفیت کیا بیان کرسکتا ہی حقیقت مین
یہ عالم غیب کا راز ہی جو بلحاظ اپنی ماہیت کے قیامت تک سربستہ رہیگا۔

غرضکہ آپ اُس نورانی نظارہ کے مشاہدہ مین محو تھے کہ یکایک ایک بے آواز صدا آئی اور آپکے
سامعہ باطن نے گوش ظاہر کو صاف سنا دیا کہ اقرأ آپ چونک پڑے کہ یہ کیا معاملہ ہی ایک بار عظیم محسوس
ہی کہ ناگاہ پھر یہی سنا اور اس مرتبہ جنبش سلب تھی روحانیت جسمانیت پر غالب آگئی "من و تو کی گنجائش نہی
اور اس عالم وحدت مین اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ
الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ کے پاک الفاظ سنائی دیئے اور آپکے لوح دل پر نقش
ہوگئے۔ صندوق سینہ کھل گیا اور علم لدنی سے معمور ہوگیا۔ یہ پہلی وحی آسمانی تھی جو اُس نبی امی پر نازل — حقیقت وحی حکما اور علما کی رائین
ہوئی۔ وحی کے متعلق کتاب مقاصد المراصد کی ایک تمہید پہلے سمجھ لینا چاہیے جسکو مولانا شبلی نے
اپنی تاریخ علم الکلام حصۂ دوم صفحہ (۲۱۳) مین درج کی ہی۔

"جاننا چاہیے کہ انسان مین ایک قوت ہی جسمین محسوسات کی صورتین جمع ہوتی ہین ... اس قوت کا
نام حس مشترک ہی اسمین محسوسات کی صورت دو طریقے سے منقش ہوتی ہی۔

ایک ۱ یہ کہ حواس ظاہری یعنے سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ محسوسات کی صورتین لیکر
حس مشترک کے پاس پہونچا دیتی ہین۔

دوسری ۲ صورت یہ ہی کہ دماغ مین ایک قوت متخیلہ ہی اسکا کام یہ ہی کہ صورتون کو ترتیب دیتی
ہی اسی قوت کا کام ہی کہ ایک آدمی کے بدن پر دو سر فرض کرتی ہی یہانتک کہ ایک ایسے انسان کی صورت

بن جاتی ہی جس کے دو سر ہین اور اسی کا کام ہی کہ انسان کے سر کو جدا کر دیتی ہی یہانتک کہ ایک انسان متشکل ہو جاتا ہی جس کے سر نہین - یہ قوت جب صورتون کو ترتیب دیکر حس مشترک کے پاس حاضر کرتی ہی تو وہ صورت نظر آنے لگتی ہی جسطرح کہ خارجی صورتین نظر آتی ہین کیونکہ خارجی صورتون کے نظر آنے کی یہ وجہ نہین کہ وہ خارج مین موجود ہین بلکہ یہ وجہ ہی کہ وہ حس مشترک مین منقش ہین تو یہ صورتین جنکو قوت متخیلہ نے ترتیب دیا ہی جب حس مشترک کے سامنے آتی ہین تو نظر آنے لگتی ہین اور جب یہ ثابت ہوا تو ہم کہتے ہین (یعنے اب اصل مقصد کو ثابت کرتے ہین) کہ خواب مین جو صورتین نظر آتی ہین وہ دو حالت سے خالی نہین - یا خارج مین موجود ہین یا نہین - پہلا احتمال باطل ہی کیونکہ خارج مین موجود ہوتین تو ہر صحیح الحواس کو نظر آتین اسلیئے معلوم ہوا کہ خارج مین موجود نہین بلکہ قوت متخیلہ کا فعل ہی - قوت متخیلہ اگر اپنی اصلی حالت پر رہنے پائے تو یہ فعل ہمیشہ اس سے سرزد ہو لیکن دو چیزین مانع ہو جاتی ہین -

ایک یہ کہ حس مشترک ان صورتون کے قبول کرنے مین مشغول ہو جاتا ہی جو باہر سے آتی رہتی ہین -

دوسری یہ کہ نفس ناطقہ قوت متخیلہ کو دبا لیتا ہی تو جب یہ دونون مانع یا ایک زائل ہو جاتا ہی تو قوت متخیلہ سے وہ فعل سرزد ہونے لگتا ہی - پہلا مانع نیند کی حالت مین زائل ہو جاتا ہی کیونکہ نیند کی وجہ سے حواس معطل ہو جاتے ہین تو حس مشترک خارجی صورتون سے خالی ہو جاتا ہی دوسرا مانع بیماری کی حالت مین زائل ہو جاتا ہی کیونکہ بیماری کی حالت مین نفس مرض کی طرف متوجہ ہو جاتا ہی تو اس حالت مین قوت متخیلہ صورتون کو ترکیب دینے لگتی ہی اور یہ صورتین حس مشترک مین آکر مشاہدہ ہو جاتی ہین "

اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ حکماے اسلام وحی کی حقیقت اسطرح بیان کرتے ہین کہ نفس ناطقہ جب اسقدر قوی ہو جاتا ہی کہ باوجود اشتغال بدن کے مبادی قدسیہ سے متصل ہو سکتا ہی اور اسکے ساتھ قوت متخیلہ اسقدر قوی ہو جاتی ہی کہ حس مشترک کو حواس ظاہری سے نجات دیسکتی ہی تو نفس ناطقہ بیداری کی حالت مین بھی عقول مجردہ اور نفوس سماویہ سے متصل ہو جاتا ہی اور اسکو غیب کی باتون کا ادراک کلی طور پر ہوتا ہی پھر قوت متخیلہ اسکی مشابہ ایک جزئی صورت پیدا کر لیتی ہی یہ صورت حس مشترک مین اُتر کر مشاہدہ

اور محسوس ہوجاتی ہی اور بعضون کو یہ پیش آتا ہی کہ وہ مسلسل کلام سنتے ہین یا کوئی اچھی صورت دیکھتے ہین جو انسے مسلسل الفاظ کے ذریعہ سے باتین کرتی ہی یہ باتین یا خود انھین کے متعلق ہوتی ہین یا ان کے تعلقات کے متعلق۔

امام غزالی نے "فیصل التفرقہ" مین منجملہ وجود کی پانچ قسمون کے ایک وجود حسی قرار دیا ہی جو صرف صاحب حس کے ساتھ ہی۔ انبیا کو جو ملائکہ کی صورت نظر آتی ہی امام صاحب اسی وجود کے تحت مین داخل کرتے ہین۔ مضنون بہ علی غیر اہلہ مین آپ تحریر فرماتے ہین "زبان حال بطور تمثیل کے مشاہدہ اور محسوس بنجاتی ہی اور یہ انبیا اور رسل کا خاصہ ہی جس طرح کہ خواب کی حالت مین زبان حال عام لوگون کے لیے متمثل ہوجاتی ہی تو وہ لوگ آوازین اور باتین سنتے ہین۔ انبیا علیہم السلام ان چیزون کو بیداری کی حالت مین دیکھتے ہین اور یہ چیزین انسے بیداری کی حالت مین خطاب کرتی ہین"۔ علوم موجودہ اور فلسفہ حال کی رو سے امام غزالی کی "اُسی تمثل خیالی" پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا۔ خواب کی حالت سے توکسی کو انکار نہین ہوسکتا اب اسپر غور کرنا چاہیئے کہ خواب مین یہ حالت کیون پیش آتی ہی۔ اسکی وجہ صرف یہی ہی کہ خواب مین حواس ظاہری معطل ہوتے ہین اور روح یا نفس یا قوت متخیلہ تنہا کام کرتی ہی اب اگر کسی شخص کو بعض اوقات استغراق اور محویت کی وجہ سے بیداری مین بھی خواب کی حالت طاری ہو تو اس قسم کے امور کا محسوس ہونا کوئی تعجب کی بات نہین ان محسوسات کو ہم محسوسات عام نہین کہتے جنکی بنا پر یہ لازم آئے کہ وہ اورون کو بھی محسوس ہون بلکہ وہ خاص انبیا اور اولیا کے حواس کے ساتھ مخصوص ہین اور اس صورت مین ان امور کا عام طور پر محسوس ہونا ضرور نہین حقیقت یہ ہی کہ ملکات نبوت کا اندازہ مشکل ہی مگر انکار بھی نہین ہوسکتا۔ یہ عموماً مسلم ہی کہ صفات انسانی تمام آدمیون مین یکسان نہین پیدا کی گئین۔ ذہن و ذکاوت فہم و فراست عقل اور ذہانت مختلف افراد انسانی مین کس قدر مختلف المراتب ہین ایک شخص ذہین ہی دوسرا اُس سے ذہین تیسرا اُس سے بھی زیادہ ذہین بڑھتے بڑھتے یہانتک نوبت پہونچتی ہی کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہوتے ہین جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہین۔ جو لوگ شاعری مین قوت تقریر مین صناعی مین ایجاد مین تمام زمانے سے ممتاز گذرے وہ اسی درجہ کی مثالین ہین یہ درجہ فطری ہوتا ہی یعنے پڑھنے اور سیکھنے سے نہین حاصل ہوتا بلکہ ابتدا ہی سے ان لوگون مین یہ قوت مرکوز ہوتی ہی

اور اسی وجہ سے دوسرے اشخاص کو کتنی ہی کوشش کرین ان کے ہم پلہ نہین ہو سکتے انھین قوی مین حقائق اشیا کے ادراک کی ایک قوت ہی یہ قوت کسی مین کم ہی اور کسی مین زیادہ۔ کسی مین زیادہ تر ہوتی ہی اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانون مین اس حد تک ہو جاتی ہی کہ کسب و تعلم کے بغیر اُن کو حقائق اشیا کا ادراک ہوتا ہی۔ اُن کو کسی چیز کا بیرونی علم نہین ہوتا لیکن اس قوت کی وجہ سے خود بخود انکو اشیا کا علم ہوتا جاتا ہی اسی قوت کا نام ملکہ نبوت ہی اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہین" (معارج القدس امام غزالی)۔

"نبوت کی اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا جب یہ بات بداہتہً نظر آتی ہی کہ ایک شخص کچھ لکھا پڑھا نہین ہوتا اور باوجود اسکے اس درجہ کا فصیح و بلیغ شاعر یا خطیب یا صناع یا موجد ہوتا ہی کہ تمام زمانہ مین اسکا جواب نہین ہوتا تو کیا یہ بعید ہی کہ خدا بعض افراد کو اس قسم کی قوت قدسیہ عطا کرے کہ ان پر بغیر تعلم اور تعلیم کے اخلاق کے حقائق و اسرار منکشف ہو جائین۔ کون اس سے انکار کر سکتا ہی کہ اکثر انبیا مثلاً حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور جناب رسالتمآبؐ نے علوم و فنون کی مطلق تعلیم نہ پائی تھی اور باوجود اسکے صرف ہدایت اور تلقین کے تاثیر سے دنیا کی حالت بدل دی اور فلسفہ اخلاق کے وہ اصول اور مسائل تعلیم کیئے کہ افلاطون اور ارسطو کا خیال بھی وہان تک پہونچ سکتا تھا۔

نبوت کی تصدیق اور نبی کی باتون کو سچ سمجھنا خود انسان کی فطرت صحیح کا اقتضا ہی ایک شخص جو حق کا تشنہ ہی جسکا وجدان صحیح ہی جو سچ اور جھوٹ مین تمیز کر سکتا ہی جسکے دل مین سچی بات آپ سے آپ اتر جاتی ہی وہ جب کسی نبی سے تلقین اور ہدایت سنتا ہی تو بیہودہ کج بحثیون مین نہین پڑتا بلکہ آپ سے آپ اوسکا دل مان لیتا ہی کہ یہ سچ ہی اور سچائی کے مرکز سے نکلا ہی مولانا روم نے اسکی یہ تشبیہ دی ہی کہ اگر کسی پیاسے کو پانی دیا جائے تو کیا وہ یہ بحث کریگا کہ پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ یہ پانی ہی یا اگر ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پینے کے لیئے بلائے تو اسکو شک ہوگا کہ یہ میری مان ہی اور واقعی دودھ پلانے کے لیئے بلا رہی ہی چنانچہ فرماتے ہین ؎ [1]

تشنہ را چون بگوئی تو شتاب ۔۔۔ در قدح آب ست بستان زود آب

ہیچ گوید تشنہ کاین دعوی ست رو ۔۔۔ از برم اے مدعی۔ مہجور شو

---

[1] ماخوذ از علم الکلام جلد دوم علامہ شبلی مدظلہ۔ ۱۲

یا گواہ و حجتے بنما کہ این — جنس آب ست و ازان ما معین
یا بہ طفل شیر- مادر بانگ زد — کہ بیا من مادرم ہان اے ولد
طفل گوید مادرا حجت بیار — تا کہ باشیرت بگیرم من قرار
در دل ہر امتی کز حق مزہ است — روے و آواز پیمبر معجزہ است
چون پیمبر از برون بانگے زند — جان امت در درون سجدہ کند
زانکہ جنس بانگ او اندر جہان — از کسے نشنیدہ باشد گوش جان

انگلستان کا مشہور جادو نگار طامس کارلائل اپنی کتاب "ہیرو اور ہیرو ورشپ" کے لکچر ثانی مین لکھتا ہی ,,جنھین ہم روشن دماغ کہتے ہین وہ حقیقت مین دنیا والون کے واسطے خدا کا بے بہا انعام ہین انکی پاک روح فی الواقعی آسمان سے پیغام الٰہی لیے ہوئے نازل ہوتی ہی" بیشک ایسے برگزیدہ بندے خدا ہی کی طرف سے مبعوث ہوتے ہین انکے قلوب عرش الٰہی ہین انکی آواز حی القیوم کی صدائے بازگشت ہی کوئی بزرگ یا روحانی ہارمونیم ہی اور کوئی برگزیدہ نورانی فونوگراف ہی جسکی شان یہ ہی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[۱] ممکن نہ تھا کہ کوئی کلمہ ایسا نکلتا جسمین ذرا بھی شائبہ نفسانیت ہوتا- وہی کارلائل اپنی اُسی کتاب مین آنحضرت صلعم کے متعلق کہتا ہی ,,اُس سیاہ و روشن چشم- فراخ حوصلہ- کریم النفس- معاشرت پسند اور درد بھرے دل والے بادیہ نشین کے خیالات جاہ طلبی سے کوسون دور تھے- اسی شخص کی عظمت مین متانت کی شان نظر آتی تھی اور اُسکا شمار ان لوگون مین تھا جنکا شعار سچائی کے سوا اور کچھ نہین ہوسکتا اور جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہین دوسرے لوگ حکیمانہ مسائل اور سنی سنائی باتون کو اپنا مسلک قرار دیکر دل کو تسلی دے لیتے ہین لیکن اس شخص کی تسکین ان باتون سے نہ ہوسکتی تھی وہ اپنی روح اور عالم شہود کے مظاہر واقعی کے ساتھ عرصہ کائنات مین اکیلا کھڑا ہوا تھا- حیات کا عظیم الشان عقدہ کبھی اسکو اپنی ڈراونی اور بھیانک صورت دکھاتا تھا اور کبھی اپنے انوار کی جھلک سے اسکی آنکھون مین چکاچوند پیدا کردیتا تھا- انا الموجود کی ناقابل اظہار حقیقت کو مظنونات اور مسموعات اسکے ادراک سے مخفی نرکھ سکتے تھے- اسکی سچائی

ی بزرگ روحانی ہارمونیم سے
د کوئی نورانی فونوگراف

کارلائل کی رائے آنحضرت صلعم کے متعلق

[۱] اور نہین بولتا خواہش سے (یعنے ہوائے نفس سے) نہین یہ مگر وحی جو اُتاری گئی- (سورۂ نجم پارہ ۲۷) - ۱۲

اور خلوص ایک طرح سے ربانی الاصل معلوم ہوتی تھی ایسی شخص کی بات اُس صدا سے تعبیر کیجا سکتی ہی جو براہ راست خود فطرت کے دل سے نکلی ہو۔ اسی آواز کو انسان سنتا ہی اور لازم ہی کہ سنے اس ایک آواز کے مقابلہ مین باقی تمام صدائین بے معنی ہین"

وحی کے متعلق اب زائد شرح مناسب نہین اس عالم مین تقریر و تحریر کی گنجائش نہین مولانا روم فرماتے ہین ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

در نیابد حال پختہ ہیچ خام — پس سخن کوتاہ باید والسلام

الغرض آنحضرتؐ پر جب وحی نازل ہو چکی آپ غار حرا سے نبوت کا خلعت پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور گھر کی طرف رخ کیا مگر مطہر جسم تھرتھرا رہا تھا اور مقدس دل ہاتھون اچھل رہا تھا۔ ایک طرف سرکار احدیت کا رعب چھایا ہوا تھا جبروت کا نظارہ آنکھون مین پھر رہا تھا اور دوسری طرف بزم قدس کی مستانہ کیفیت خلوت خاص مین ہمکلامی کی لذت سے دل چور چور اور آنکھین مخمور تھین طوطی ہند حضرت امیر خسرو دہلوی نے شاید اسی کیفیت کا سمان ذیل کے شعر مین باندھا ہو کہ دل کھینچے لیتا ہی۔ خوب ؎

تو شبینہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب — کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

آنحضرت گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ نے تسکین دی

گھر پہونچتے پہونچتے آپ بے طاقت ہو گئے اور اوڑھ لپیٹ کر لیٹ رہے جب ذرا سکون ہوا اور روحانیت کا غلبہ کم ہوا آپ اٹھ بیٹھے اور گذشتہ کیفیت یاد کر کے انسانی کمزوری کا خیال گذرا کہ برق تجلی کہین خرمن دل کو پھونک نہ دے اور مشت خاک کو سیلاب حقیقت بہا نہ لیجائے آپ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي یعنے تحقیق ڈرا مین اپنی جان پر۔ جسکے جواب مین حضرت خدیجہؓ نے جنھین آنحضرتؐ کے فیض صحبت نے کامل کر دیا تھا عرض کیا کہ اے ابو القاسم آپ کی بلا ڈرے آپ تو سب سے بھلائی کرتے ہین بیکسیون کے یاور ہین غریبون اور محتاجون کو صدقہ دیتے ہین۔ یتیمون کی پرورش کرتے ہین بیواؤن کی مدد کرتے ہین عزیزون کے ساتھ احسان کرتے ہین ور کسیکا دل نہین دکھاتے۔ کیا ایسے نیک بندون کی نیکیان آڑے نہ آئینگی۔ آپ کی جان سے دور آپ کو اپنی جان کا کیون خوف ہی۔ ہمارا رب سوائے بہتری کے آپکے ساتھ کچھ نکرے گا

اور کسی بلا مین نہ ڈالے گا۔ آنحضرت صلعم نے یہ سنکر روح القدس کا مشاہدہ اور نزول وحی کا حال بیان فرمایا۔
حضرت خدیجہ رض حیران ہوئین کہ یہ کیا معاملہ ہی آخر وہان سے اٹھکر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے یہان تشریف
لیگئین اور یہ عجیب واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ نے جو توریت اور انجیل کا عالم تھا اور بت پرستی چھوڑکر نصرانی
ہوگیا تھا یہ سنکر کہنے لگا "قدوس قدوس" جبریل کو اس بت پرستون کے شہر مین کون یاد کرے وہ تو خدا کا
امین اور پیغمبرون کا ہمنشین ہی ایسا مقرب فرشتہ اور پھر یہ مشرکین کی زمین مگر مجھے یقین ہی کہ تمھارے نیک نفس
شوہر کبھی جھوٹ نہ بولین گے آپ کی سچائی اور امانت مشہور ہی اور ساتھ ہی وہم پرست بھی نہین بلکہ نہایت
عاقل اور فرزانہ ہین اچھا انکو یہان بلا لانا مین خود دریافت کرون گا۔ حضرت خدیجہ رض واپس آئین اور آنحضرت
کو ساتھ لیگئین ورقہ[۱] نے آپ سے حال دریافت کیا آپ نے واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ کو اب کچھ شک نہ تھا حضرت

ورقہ بن نوفل کی گواہی

عیسیٰ ع اور حضرت موسیٰ ع کے حالات پڑھ چکا تھا روح الامین کے نزول کا یقین تھا سمجھا کہ رب الافواج
نے اب عرب کی طرف رخ کیا اور اس صادق القول الامین کو منتخب کرکے اپنا رسول بنایا۔ جسوقت اس
تصور کی تصدیق ہوگئی قضیہ فیصل تھا بے اختیار کہ اٹھا البشری یا محمد ثم البشری بشارت ہو آپ کو کہ یہ ناموس اکبر
تھا خدا کا مقرب فرشتہ جبرئیل آپ پر نازل ہوا جسطرح حضرت عیسیٰ ع اور حضرت موسیٰ ع پر نازل ہوا تھا۔ خدا نے
آپ کو نبوت عطا فرمائی آپ ہدایت پر معمور ہونگے اور افسوس جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہی لوگ آپ کو ستائین گے
کاش مین نوجوان اور توانا ہوتا کاش مین زندہ رہتا کہ آپ کی حمایت کرتا اور آپ کے سچے حواریون مین شامل ہوتا
یہ کہکر ورقہ نے جوش مین آکر آپ کے فرق مبارک کو چوم لیا۔ آنحضرت صلعم اس شیدائے حق کی حالت سے متاثر ہوئے
اسکے حق مین دعا فرمائی اور اسکی وفات کے بعد جب کبھی ورقہ کا ذکر آیا آپ نے اسکے جنتی ہونے کی بشارت
دی۔ سبحان اللہ وہ لوگ کیسے خوش نصیب تھے جنھون نے آپ کے جمال باکمال کو چشم ظاہر اور
دیدۂ باطن دونون سے ملاحظہ فرمایا اور ان لب جان بخش سے ہدایت کے الفاظ سنکر زندہ جاوید ہوگئے
اب یہ دولت کہان نصیب۔ خیر اگر دولت دیدار نہ سہی وہ دلفریبیان وہ بزم آرائیان نہ سہی مگر سچے
شیدائیون کے کانون مین اب بھی وہی صدا آتی ہی مگر کیونکر۔ سنیئے بکمال ادب کے ساتھ نہایت خضوع و خشوع

[۱] ورقہ نے زمانہ دعوت اسلام نہین پایا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد رحلت کی ۱۲

اور ذوق وشوق سے تلاوت کلام مجید کرنے سے بیشک اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۔

منادی توحید

آسمان اور نورانی اجرام

جس کرۂ خاک پر ہم آباد ہین اسکے متعلق عقلی اور نقلی دونون دلیلون سے ثابت ہے کہ انسان سے پیشتر یہان اشیاء کا وجود ضرور تھا۔ مادر گیتی نے جسوقت سے اس لعل بے بہا کو اپنی آغوش مین جیتا جاگتا پایا ہوگا پانی اور ہوا کی گھٹی ضرور طیار کر رکھی ہوگی ورنہ ایکدم اس بچے کا جینا محال تھا ساتھ ہی اسکے بہت سے کھلونے بھی بنا رکھے ہونگے دریا پہاڑ درخت چرند پرند غرضکہ کثرت سے چھٹے بڑے اور جھنجھنے طیار ہونگے خیر یہ تو مادر مشفقہ کی فطری محبت ہے جو کچھ نہ ہوتا تھوڑا تھا یہ بیچارا پیر فلک بھی جسے عشاق اور اونکے مفت کے وکیل شعرا ہمیشہ اپنے خیال کے موافق اسکے جور وجفا سے تنگ آکر برا بھلا کہا کرتے ہین اسوقت اتنا مہربان تو ضرور ہوگا کہ رات کو اس پیارے بچے کے سلانے کیواسطے چاند کی قندیل لٹکا دیتا ہوگا کہ اشارون اشارون مین اس سے باتین کرتے کرتے سو جائے اور ساتھ ہی حفاظت کے خیال سے شب بھر ہزارون چھوٹے چھوٹے چمکتے ہوے نورانی چراغ جلاتا ہوگا کہ کوئی بلا پاس نہ پھٹکے۔ نور کے تڑکے اس لحاظ سے کہ کہین اس معصوم کو سردی کا خلل نہو جاے جلدی سے جاکر ایک مدور دہکتا ہوا آتشدان اٹھا لاتا ہوگا جو دن بھر روشن رہکر طرح طرح کے نفع پہونچاتا ہوگا غرضکہ ابتدا مین انسان ان قدرتی واقعات خاصکر آسمان اور اوسکے نورانی اجرام کو استعجاب سے دیکھتا ہوگا کبھی ڈرتا ہوگا کبھی خوش ہوتا ہوگا اور رفتہ رفتہ اسکے دل پر ان محسوسات کے سبب سے بیم و امید کی کیفیت پیدا ہوتی ہوگی جسقدر اسکا مشاہدہ ترقی کرتا ہوگا اسیقدر اس کیفیت مین پائداری ہوتی ہوگی یہانتک کہ بعض اشیاء کو اپنا خیر خواہ اور مددگار اور بعض کو دشمن اور باعث آزار سمجھنے لگا ہوگا سلسلہ اسٹوری آف دی نیشنز (افسانہ اقوام) کی کتاب "کالڈیا" (احوال کلدانیان) کے صفحہ ۱۴۹ مین مذہب کے ابتدائی جذبات کی خوب تشریح کی ہے جسکا ترجمہ ذیل مین ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

"مادۂ مذہب جسے دینداری کہتے ہین انسان کی طینت مین داخل ہے اور گویائی کی قوت

کیطرح تمام حیوانات کے مقابلہ مین صرف انسان ہی کو عطا ہوا ہے۔ یہ امر یہانتک مسلمہ ہے کہ موجودہ سائنس بہی تسلیم کرنے لگا ہے کہ انسان انہین دو قوتون (دینداری اور گویائی) کیوجہ سے تمام مخلوقات سے ممیز ہے۔ قدما نے موجودات کی تین قسمین کی ہین عالم جمادات عالم نباتات اور عالم حیوانات آخر الذکر

ہب کے ابتدائی جذبات

قسم مین انسان بہی داخل ہے مگر اب اس سبب سے انسان کا عالم ہی جدا ہونا چاہئے کہ اگرچہ اس مین تمام قوائے حیوانی موجود ہین مگر دو چیزین انکے علاوہ ہین یعنی گویائی اور دینداری جسکے معنی یہ ہین کہ خبریات سے کلیات کا ادراک کرتا ہے اور پہر نتائج استخراج کرتا ہے۔ یہی دونون صفتین صرف انسان مین خاص طور سے پائی جاتی ہین سب سے پہلے مشاہدے کے رو سے انسان کے قلب پر دو مشترکہ خیالون یعنے قوت اور کمزوری کا لابدی اثر پیدا ہوا ہوگا۔ وہ بہت کچھ کر سکتا ہے اگرچہ قد مین چھوٹا جسمانی طاقت کم نہ قدرتی لباس ہے نہ ہتھیار رہین تکلیف اور آب ہوا کی سختی کی مصیبت مثل ورا علے طبائع کے زیادہ محسوس کرتا ہے مگر باین ہمہ وہ گرانڈیل اور طاقتور جانورون کو قتل کر سکتا ہے اور رام بہی کر سکتا ہے اگرچہ انکو مذکورۂ بالا چیزون مین اسپر فوقیت ہے اور انکی کثرت اور خونخواری سے اوسکو ہر وقت اپنی جان کا کھٹکا لگا رہتا ہے جسکے بچاؤ کے واسطے بیچارہ کونے کونے چھپتا پہرتا ہے۔ جانورون پر قابو پاکر اب یہ زمین کو بھی مسخر کرتا ہے اور دیگر مخلوقات کے مقابلے مین جو قدرتی پیداوار پر بسر کرتے ہین یہ عمدہ غذا حاصل کرتا ہے اور آگ ایسی ہولناک شے کو اپنا خادم بنالیتا ہے۔ اسطرح مہمات پر فتح پاکر اسکا دائرہ حکومت وسیع ہوتا جاتا ہے اور ایجاد و اختراع کے میدان مین قدم رکہتا ہے "ہمچو من دیگرے نیست" پڑھکر جو بہی جھومتا ہے۔ بیشک اسکا یہ ناز بیجا نہین۔ یہ سب کچھ ہو مگر ساتھ ہی اسکے اسنے دیکھا کہ مجھے ایسی چیزین بھی گھیرے ہوئے ہین جنکو نہ مین سمجھ سکتا ہون اور نہ قابو مین لا سکتا ہون اسپر طرہ یہ ہے کہ انکو میرے نفع اور نقصان پر قدرت حاصل ہے حیران ہون کہ کیا کرون کیا نکرون آفتاب میرے کہیت کو کبھی پکا دیتا ہے اور کبھی جھلسا ڈالتا ہے بارش سے میری کہیتی کبھی ہری بہری ہو جاتی ہے اور کبھی سڑ جاتی ہے غضب یہ ہے کہ جب گرم ہوا کے جہونکے چلتے ہین مجھے اور میرے مویشیون کو لو لگ جاتی ہے اور دلدلون مین تو بیماری اور موت تاک لگائے بیٹھی ہے۔ یہ سب کون چیزین ہین۔ یہ تو بہت کچھ کر سکتے ہین۔ ہان اب مین سمجھا

یہ حضرات اینجانب سے بہی زبردست ہین۔ خوش ہوے تو نہال کر دیا بگڑے تو ستیاناس ہوگیا اور مین نہ انکا کچھ بنا سکتا ہون نہ بگاڑ سکتا ہون۔ بیشک ان زبردستون کا وجود ثابت ہے اور چونکہ ہر روز انکے فعل کا ایک نہ ایک اثر ہوتا رہتا ہے لہذا میری طرح یہ بہی جاندار ہین اور اچھائی اور برائی پر قادر ہین غرضکہ ابتدا مین انسان کو اشیاے قدرت ذی روح اشخاص نظر آتے ہین جسطرح اگر کوئی بچہ کسی کرسی سے ٹکرا کر چوٹ کہا جائے تو پہر اسکی ہمت نہ پڑے گی کہ اسکو مارے بلکہ دوست بن جانے کے لئے اسکو پیار کریگا۔ کیا بچہ کی یہ حرکت اس بات کا ثبوت نہین ہے کہ اسکے نزدیک کرسی بہی اسی کی طرح ایک بچہ ہے۔ اسطرح انسان کا بہلا انشہ غرور اپنی اس بے بسی کے خیال سے کرکرا ہوگیا ہوگا۔ اب وہ سمجھا کہ مین ایسی جگہ پر ہون جہان رہنا تو لازمی ہے مگر حصہ بقدر جثہ اور وہ بہی اپنے اختیار مین نہین۔ یہ دنیا کیون ہے روحونکا جولانگاہ ہے میرے چارون طرف اور اوپر اور نیچے غرضکہ شش جہت مین روحونکا عمل دخل ہے۔ اب کیا کرون بس انکے سامنے عاجزی کرون اپنی بے بسی کا اقرار کرون اور ہاتھ جوڑکر عرض کرون کہ مجہپر نظر عنایت رہے کیونکہ جب ان زبردست ارواح کا وجود ثابت ہے اور نیز یہ کہ انکو میرے نفع اور نقصان سے تعلق ہے تو وہ میری عرض بہی سن لینگی اور میری عاجزی دیکھکر مجہپر ترس کہائینگی۔ اس درجہ پر پہونچکر اب انسان کو فرق مراتب کا خیال ہوا بعض روحین تو ایسی ہین جو نقصان پہونچانے پر تلی ہوئی ہین اور بذاتہ بد ہین اور بعض عموماً نفع پہونچاتی ہین مگر کبہی کبہی نقصان بہی کر گذرتی ہین جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاید کچھ ناراض ہوگئین جسکے دفعیہ کے لئے انکو خوش کرنا چاہئے ارواح خبیثہ کے یقین نے خوف اور نفرت کے خیال پیدا کر دئے اور ارواح طیبہ نے محبت اور شکر کے جذبات سے دل کو معمور کر دیا" فقط

مذکورۂ بالا تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان نے خارجی اشیاء کو کسطرح ارواح تصور کیا اور پہر ارواح پرستی کا شیوہ اختیار کیا۔ یہ تو مذاہب کے ابتدائی جذبات کی ایک مجمل کیفیت ہے مگر اسکی تفصیل بیان کرنے کے قبل یہ دیکھنا ہے کہ کب سے یہ خیالات پیدا ہوئے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ دنیا مین جس قوم نے پہلے پہل نسل انسانی کے حالات ایک حد تک تاریخی حیثیت سے لکہے وہ یہود ہین دیگر اقوام مثلاً قدیم مصری یا چینی اور ہنود ابتدائی حالات کے متعلق کچھ اسطرح فسانون کا پل باندھتے ہین کہ عقل سلیم تسلیم نہین کرتی

انکے افسانے اعجوبہ پرستی اور شاعرانہ تخیلات پر مبنی ہین۔ اگرچہ کتب یہود مین بہی بہت سے بے بنیاد قصص اور روایتون کی تہین جم گئی ہین مگر پہر بہی حقیقت کی جہلک نظر آہی جاتی ہے۔ کیون نہین اسی قوم کی شان مین آیہ وَاِنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ؎ نازل ہوئی ہے۔

قابیل کا احوال

منقول ہے کہ قابیل حضرت آدم کے بڑے بیٹے نے رقابت کے جوش مین اپنے بیگناہ بہائی ہابیل کو ایکدن پتہر سے مار ڈالا اور اسطرح یہ پہلا قاتل ہوس بازی کے ہاتھون خون ناحق کا مرتکب ہوا حضرت آدم کو جب یہ حال معلوم ہوا سخت صدمہ ہوا اور مظلوم بیٹے کے غم مین عالم سیاہ نظر آنے لگا قابیل کی صورت سے نفرت ہوگئی اور بالآخر وہ مردود درگاہ ہوکر نکال دیا گیا ظالم گہر سے کیا نکلا گویا دائرہ ایمان سے خارج ہوگیا خون بیگناہ کا ایسا دہبہ نہ تہا کہ چہڑائے چہوٹتا اسپر باپ کا عاق کر دینا قیامت ہوگیا۔ قلب سخت ہوکر سیاہ ہوگیا اور غضب الہی مین مبتلا ہوگیا مظلوم بہائی کی خون آلود صورت اور اسکے دم توڑنے کی ہولناک حالت آنکہون مین پہرنے لگی جنگل جنگل پہرتا تہا مگر اسکے گناہ کی کالی بلا سایہ کیطرح ساتھ رہتی اور سوتے جاگتے بہوت بنکر سر پر سوار رہتی تہی۔ انسان کا دل گویا کاغذ کے ایک سفید پرچہ کی طرح ہے جسپر افعال کے نقش کھنچتے جاتے ہین نیکی کی گلکاری بہی ہو رہی ہے اور بدی کے دہبے بہی پڑ رہے ہین لیکن اگر یہ سیاہ دہبے ندامت کے تیز چاقو اور استغفار کے ربر سے چہیلے نہ جائین تو سارا کاغذ رفتہ رفتہ کالا ہوجائیگا اور گلکاری پر بہی پانی پہر جاے گا اور آخر سوائے اسکے کہ پارہ پارہ کرکے پہینک دیا جاے اور کچھ نہین ہوسکتا۔ قابیل کا حال بہی اسیطرح ہوا۔ بہائی کے خون سے ہاتھون کو رنگ کر بجائے اسکے کہ توبہ او استغفار کے پانی سے دہوتا اور اشک حسرت بہاتا اور بہی اکڑنے لگا قلب کی سیاہی بڑہتی گئی۔ مقدس باپ کے فیض صحبت سے محروم ہوگیا۔ توفیق کا دروازہ بند ہوگیا اور گمراہی کے تیرہ و تار جنگل مین بہٹکنے لگا توریت کی کتاب پیدائش باب چہارم مین درج ہے کہ قابیل مردود درگاہ ہوکر مشرق کی طرف روانہ ہوا اور وہین ڈیرے ڈالدئے۔ اسکی بہت سی اولادین ہوئین جنمین سے ایک بیٹے انوخ کے نام سے اسنے پہلے پہل ایک چہوٹے سے شہر کی بنیاد ڈالی اور رفتہ رفتہ اسکی نسل بڑہتی گئی یہانتک کہ پانچوین پشت

؎ اور بیشک مین نے تمکو تمام عالم پر فضیلت دی (سورۂ بقر)

مین مسمی ملک ایک خونخوار اور شورہ پشت شخص پیدا ہوا جسکے ایک بیٹے "ٹوبل کین" نے پہلے پہل لوہے اور تانبے کے اوزار اور ہتھیار ایجاد کئے اور کشت وخون کا بازار گرم ہونے لگا قابیل کا گناہ گویا ایک چنگاری تہی جس سے اسکی ساری نسل بہڑک اُٹھی۔ جدہر یہ لوگ گئے دہوئین اُڑا دئے کسی جگہ انکو قرار نہ تھا۔ قابیل کو جو بددعا دی گئی تہی کہ تو عالم مین مارا مارا پہرے گا اور کبہی چین سے نہ بیٹھیگا (کتاب پیدائیش باب چہارم ۱۲) اسکا اثر اسکی نسل مین باقی رہا۔ یہ خونخوار گروہ دشت قبچاق۔ میدان گوبی اور کوہستان یورال اور التائی مین چہا گیا اور جب کبہی چھوٹ گیا خون کی ندیان بہا دین۔ اور عالم کو زیر و زبر کر دیا۔

الغرض قابیل مع اپنی اولاد کے دائرہ ایمان سے خارج ہوگیا۔ شامت اعمال کا بھوت سر پر سوار تھا۔ گناہ کی تاریکی گہیرے ہوئے تہی۔ دنیا کی ہر چیز اب وسکو خوفناک نظر آتی تہی اور وحشت بڑہتی جاتی تہی یہ کیا حالت تہی۔ عجائبات قلب کی ایک حیرت انگیز کیفیت تہی جسکے سمجہنے کے واسطے ایک مثال کی ضرورت ہے ایک طالبعلم جسنے اسکول کے سب درجون کو قابل تعریف کامیابی کے ساتھ طے کر لیا ہو اور اب کالج مین ذوق شوق سے تکمیل علم کے واسطے قدم رکہا ہو ذرا اسکی حالت دیکہنا۔ کلاس مین داخل ہو کر کسقدر مسرور نظر آتا ہے۔ کس محویت سے لکچر سن رہا ہے اور کس جوش سے "نوٹس" لکہہ رہا ہے۔ گہر آکر رات کے وقت خوشی خوشی کس محویت سے کل کا کام کر رہا ہے اور مطالعہ مین مشغول ہے۔ سب سو رہے ہین اور یہہ لیمپ کے سامنے بیٹہا ہوا مطالب پر غور کر رہا ہے غرضکہ ہر وقت طلب علم کے نشہ مین سرشار ہے جہان علمی مذاکرہ سنا دوڑا جا رہا ہے اور بحث مباحثہ سے حظ حاصل کرتا ہے اور اسطرح اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کرتا جاتا ہے کہ یکایک ایکدن سیر کرتے کرتے کسی زہرہ جبین سے آنکہین چار ہوگئین نگاہون کا جادو چل گیا اور دل ہاتھون سے نکل کر محبت کے چاہ بابل مین قید ہوگیا اب اوسکی حالت دیکہنا شام کو گہر آیا ہے مگر دل وہین چھوڑ آیا ہے۔ کل کا سبق یاد کرنا ہے چند سوالات حل کرنا ہین لیمپ لیکر بیٹہا مگر کچہہ سمجہہ مین نہین آتا دماغ چکر کہا رہا ہے۔ ہوش بجا نہین درد دل درد سر ہوگیا اور یہ وہین دراز ہوگیا مگر نیند کہان آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی یہ کالج چلا مگر بالکل کہویا ہوا نہ لکچر سمجہہ مین آتا ہے نہ نوٹس لکہہ سکتا ہے۔ چہرے سے پریشانی اور وحشت برستی ہے یہانتک کہ رفتہ رفتہ پڑہنا لکہنا سب بالائے طاق علمی مذاکرون سے

کو سون دور امتحان کا زمانہ آگیا۔ یہ شریک تو ہوا مگر حضرت کی غیرت "شرکت غم" بہی نہین چاہتی تہی انجام یہ ہوا کہ گزٹ مین نام ندارد مگر بدنامی کا سارٹیفکٹ ملگیا والدین کی نگاہون سے گر گیا اور ہر طرف ذلیل وخوار پہرنے لگا۔ سچ ہے معرفت کی راہ مین بہی انسان کے قلب پر ایسی ہی کیفیتین گذرتی ہین۔ کبہی طاعات وعبادات کا ذوق شوق ہوتا ہے ذکر فکر مین مزہ آتا ہے شب بیداری اور سحر خیزی آسان ہوجاتی ہے۔ ایک عجب سرور ہوتا ہے اور ہر طرف نور ہی نور نظر آتا ہے۔ فیض کا دریا جوش مارتا ہے اور لطیفون کی نہرین جاری ہوجاتی ہین لیکن معاذ اللہ اگر کسی سخت گناہ مین مبتلا ہوگیا ظلمت چھا جاتی ہے انقباضی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے نہ وہ انبساط ہے نہ وہ سرور نہ وہ ذوق شوق ہے نہ وہ جوش وخروش اگر اس حالت مین توبہ اور استغفار نہ کی اور خضوع اور خشوع کے ساتھ متوجہ نہ ہوا تو قلب سخت ہوجاتا ہے۔ لطیفے بند فیض مسدود اور نسبت سلب۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

بیشک قابیل کی وہ حالت ہوگئی تہی جسکو صوفیہ کرام سلب نسبت کہتے ہین اسکی اولاد مین بہی یہی فاسد مادہ اچہلتا رہا اور اسی کے ایسے حرکات پیدا ہوکر وہم پرست ہوگئے دیو بہوتون کو ماننے لگے اور باطل معبودون کی پوجا ہونے لگی مگر اس کریم کارساز نے جسکی رحمت اسکے غضب پر سبقت لے گئی ہے "ظلوم و جہول" انسان کی نسل کو برباد ہونے نہ دیا حضرت سیثؑ جو اپنے باپ کے سچے جانشین تہے سیدہی سادہی خدا پرستی کی جو ایک گلہ بان کی مرنجان مرنج زندگی کا جذبہ تہے لوگون کو تعلیم دینے لگے۔ خدا نے انکی اولاد مین برکت دی۔ رحمت کا دروازہ کہل گیا اور فیض نازل ہونے لگا۔ اسطرح حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد انکی اولاد دو مختلف طریقون کی پابند ہوگئی جو انکی جداگانہ طرز معاشرت کے نتیجے تہے ایک سلیم الطبع چوپان دوسرا خونخوار شکاری ایک حریم سینہ مین ذوق شوق کے ساتھ یاہو کے نعرے لگاتا تہا اور دوسرا بیابان وحشت مین محو ہوکر پہرتا تہا۔ خوب ست

حضرت سیثؑ اور خدا پرستی

دیر وحرم کا جب کہ جہان مین نشان نہ تہا عاشق کے دل سوا کوئی اسکا مکان نہ تہا

انسان اگر غور سے دیکہیے تو معلوم ہوجائیگا کہ مقصود اصل مین ایک ہے مگر وہان تک پہونچنے کے واسطے مختلف راہین پیدا ہوگئی ہین اور کچہ ایسی پیچدار ہوتی گئین ہین کہ سالک اس بہول بہلیان مین بہٹکتا پہرتا ہے اور رشتہ مقصود ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ لیکن جسطرح تلاش مقصود انسان مین ودیعت

ہے اسیطرح مختلف راہین پیدا ہونا فطری امر ہے۔ جب اختلاف فطری ٹھہرا تو ہدایت لابدی ہوئی ورنہ یون بے سروپا چھوڑ دینا اور پھر اپنی طرف بلانا انصاف نہین ہے۔ بیشک اسی سبب سے ہادیون کی اشد ضرورت ہے اور ابتدا ہی سے ایسا انتظام شروع ہوگیا۔

حضرت ادریسؑ

حضرت سیثؑ کی چھٹی پشت مین حضرت ادریس علیہ السلام پیدا ہوئے اُس زمانہ مین نسل انسانی کا چشمہ بڑھتے بڑھتے ایک دریائے مواج ہوگیا تھا اور دنیا کے مختلف حصونمین پھیلنے لگا تھا۔ قابیل کی اولاد نے ہر جگہ طوفان مچا دیا تھا خود بھی گمراہ تھی اور اپنے ساتھ حضرت سیثؑ کی اولاد کو بھی مل جلکر خراب کر دیا تھا حضرت ادریسؑ ان گمراہون کے ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے منقول ہے کہ لکھنا اور سینا پہلے پہل آپ ہی نے لوگون کو سکھایا۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹون نے خاصکر متوشلح نے

بت پرستی کی ابتدا

آپ کی تعلیم کو زندہ رکھا مگر تھوڑی ہی دنون مین بت پرستی کا ظہور ہوا جسکی ابتدا حسب ذیل طریقہ سے ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ اپنے ہمجنسون مین جسکو خوبیون سے آراستہ پاتا ہے اسکی طرف ایک قدرتی میلان پیدا ہوجاتا ہے اور دل مین اسکی عظمت کا نقش بیٹھ جاتا ہے یہانتک کہ اسکی نہایت تعظیم اور توقیر کرنے لگتا ہے۔ یہ جذبات اسقدر پختہ ہوجاتے ہین کہ اس بزرگ کے مرنے کے بعد بھی نہین مٹتے۔ اسکی تصویر ہر وقت آنکھون مین پھرتی ہے اور اسکی یاد بیچین کرتی رہتی ہے مگر خیالی تصویر کے کھینچنے سے آتش فراق نہین بجھتی آخر شوق نظارہ کے اصرار سے مرحوم کی کوئی نشانی پیش کرنا ہوتی ہے کہ کسیقدر سکون تو ہو۔ یہ نشانی مختلف اقوام کے مذاق کے موافق ہوتی ہے۔ کہین تماثیل اور تصاویر کے رنگ مین کہین تبرکات کے طرز مین اور کہین بتون کی صورت مین جلوہ گر ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ یہ نشانیان بطور خود واجب التعظیم ہوجاتی ہین ان کے متعلق کہانیان گڑھی جاتی ہین حقیقت پر پردہ پڑجاتا ہے اور انسان کہین سے کہین ہو رہتا ہے اور اپنے ایک قدرتی جذبہ دل کے ہاتھون آپ ہی خراب ہوتا ہے۔ حضرت ادریسؑ کے ہونہار بیٹون نے لوگون کو بہت سے دینی اور دنیاوی نفع پہونچائے تھے ملک مین امن و امان پھیلایا تھا وحشی جانورون اور خونخوار انسانون کا شر دفع کیا تھا اور لوگون کو نیک راہ بتائی تھی۔ انکی وقعت انکی عظمت انکی محبت لوگون کے

دنون مین کیونکر ہوئی[ا] ۔ ان بزرگون کی وفات کے بعد لوگون نے انکی تصویرین بنائین اور ایک پاک جگہ مین رکھین اور چومنے لگے اور رفتہ رفتہ صنم پرستی تک نوبت پہونچ گئی ۔ قاعدہ ہے کہ جہان کوئی دل لگتی بات نکلی سب لوگ گرویدہ ہوجاتے ہین اور پھر وہی بات رسم ہوجاتی ہے اور ہر جگہ جاری ہوجاتی ہے اسطرح اسطریقہ نے عام قبولیت کا لباس پہنا اور نئے نئے رنگ مین ظاہر ہونے لگا اور عالم مین بتون کا عمل ہوگیا ۔ سچ پوچھئے تو لکڑی تانبے اور پتھر کے بت کوئی چیز نہین اگر بت ہے تو خود ہمارا نفس ہے جسکو ہم نے حریم سینہ مین چھپا رکھا ہے لاکھون مورتین پاش پاش ہوجائین ہزارون مندر مسمار کردئے جائین کیا ہوتا ہے جب تک کہ یہ بڑا بت نہ ٹوٹے سارا کرشمہ اسی کا ہے اسی کے شعبدے نظربندی کرتے ہین ۔ ایک چھپے ہوئے بہروپئے کیطرح یہی بھیس بدل بدل کر آتا ہے اور اچھے اچھون کو دھوکا دیجاتا ہے ۔ آجکل زندقہ اور دہریت کے لباس مین ظاہر ہوکر بہت سے بندگان خدا کی راہ ماری ہے درحقیقت راہ معرفت مین ہمارا نفس ہی سنگ راہ ہے ۔

غرضکہ رفتہ رفتہ یہ حالت ہوگئی کہ جسقدر لوگون کی تعداد بڑھتی گئی اسیقدر انکے معبود پیدا ہوتے گئے اور نئی نئی رسمین جاری ہونے لگین ہر طرف طوفان بے تمیزی بپا ہوگیا اسوقت حضرت نوحؑ مبعوث ہوئے ۔ آپ متوشلح ابن ادریسؑ کے پوتے تھے اور اولوالعزم پیغمبرون مین سے ہین مورخین مین اختلاف ہے کہ آیا آپ تمام عالم کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے یا کسی ایک قوم کے واسطے ۔ جو لوگ تمام عالم مین طوفان آنے کے قائل ہین وہ قول اول کو ترجیح دیتے ہین مگر ایک گروہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ کی شہادت پر قول ثانی کو مانتا ہے اگرچہ آپ کی درازی عمر کے خیال سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی ہدایت کی آواز دور دور پہونچ گئی ہوگی لیکن کلام مجید اور نسل انسانی کے ابتدائی حالات کو مدنظر رکھکر قیاس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے ۔ یہ خاص قوم کون تھی؟ طبری نے ایک گروہ کا قول نقل کیا ہے جسکی نزدیک اس قوم سے بابل اور اسکے توابع کے رہنے والے مراد ہین ۔ مگر اس گروہ کا قول مقبول عام نہوا یہانتک

حضرت نوحؑ

اُمت نوحؑ

ا؎ چین اور جاپان مین اسطرح بزرگون کی پرستش شروع ہوئی

کہ رفتہ رفتہ مسلمانون مین جب محققین کا وجود عنقا ہونے لگا متاخرین نے اس مسئلہ پر بحث کرنا کیا معنی اختلاف آرائے کا حوالہ تک تحریرات سے نظرانداز کردیا اور یہ نوبت پہونچگئی کہ مثلاً اگر کوئی شخص اس واقعہ کی روایتون کے متعلق چون وچرا کرے تو آجکل کے ظاہر پرست متعصبین جہٹ سے اسکو کافر کہدینگے ایسی صورت مین تحقیق وتدقیق کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ مگر ایک قوم کے خیالات محدود ہوجانے سے تحقیقات علمی کا دروازہ بند نہین ہوسکتا۔ زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے اور انسانی معلومات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ قدیم قومونکی تاریخ مین اصلاحین ہوتی جاتی ہین اور اونکے حالات روز بروز آئینہ ہوتے جاتے ہین۔ مدفون شہر کہدرہے ہین اور "در و دیوار شکستہ" کے "نقش ونگار" سے "آثار قدیمہ" کا پتہ لگایا جاتا ہے اور پہر روایات پر بحث ہوتی ہے۔ گذشتہ صدی کی ابتدا مین اہل یورپ مدفون شہرون کی طرف متوجہ ہوئے ابہی تک قدما کے حالات کے متعلق انکی نگاہین یونان وروم کی تاریخون تک محدود تہین اور انہین کو مہذب قوم جانتے تہے مگر اب ذوق طلب دامنگیر ہوا۔ توریت مین بابل اور نینوا کی گذشتہ عظمت وجلال دیکھکر سمجھتے تہے کہ یہ ایشیائی مبالغہ ہے مگر اب فرات ودجلہ کے کنارون پر عظیم الشان تودون اور بلند میارون کو دیکھکر خیال گذرا کہ نہین معلوم انکے سینو مین کن حسرت نصیبون کی تمنائین دبی ہوئی ہین۔

آخر ۱۸۴۲ء مین مسٹر بوٹا جو موصل کا فرانسیسی قونصل تہا اسطرف متوجہ ہوا اور قونجیق کے تودے کے بعض حصون کو کمال جانفشانی اور عرق ریزی سے کہدوانا شروع کیا۔ اسکی محنت رائگان نہ گئی اور یکایک اسکو ایک عظیم الشان محلسرا کے نشانات ملے جسمین پتہرون پر بہت سے کتبے کندہ پائے گئے جسوقت اسکی خبر یورپ مین پہونچی شائقین علوم کے دلون مین جوش وخروش پیدا ہوا۔ اور ایک نوجوان ہونہار انگریز مسمی لیارڈ اسی سال موصل روانہ ہوا۔ اس شخص نے اپنی زندگی اسی کام مین وقف کردی اور اگرچہ طرح طرح کی دقتون اور مصیبتون کا سامنا ہوا مگر یہ جوانمرد ہمت نہ ہارا اور آخر قونجیق اور ایک دوسرے مشہور تودے کو جسکا نام "تل نمرود" ہے کہودکر کثرت سے ایسی چیزون کو ڈہونڈہ نکالا جن سے قدیم اسیریا اور بابل والون کے حالات بہت کچہ معلوم ہوگئے۔ ان تودون کے نیچے ٹوٹے پہوٹے

مسٹر لیارڈ اور نینوا کا قدیم مدفون سنگی کتب خانہ

پختہ مکانون کے نشانات پائے گئے جنکی اینٹون پر قدیم بادشاہون کے نام کندہ تھے اور دو بڑے دربار عام کا پتہ لگا ایک کو اسیریا کے مشہور بادشاہ "سناشرب" نے جو آٹھ سو برس قبل حضرت مسیحؑ کے حکمران تھا بنوایا تھا۔ اور دوسرا اسکے پوتے "اسوربنی پال" کا تھا۔ آخرالذکر دربار کے ایک کمرے مین بیشمار سنگین کتبے مرتب پائے گئے جو کمال احتیاط سے لندن کے عجائب خانہ مین بھیجدیے گئے۔ ان کتبونکی تعداد دس ہزار تک پہونچگئی اور قدیم زبانون کے جاننے والون نے نہایت محنت سے ان تحریرات کو حل کیا۔ لوگون کو حیرت ہوگئی جسوقت یہ دریافت ہوا کہ دنیا کا یہ پہلا سنگی کتب خانہ تھا جسکو اسیریا کے بادشاہ "اسوربنی پال" نے چھ سو پچاس برس قبل حضرت مسیحؑ کے جمع کیا تھا ان کتابون سے سنگی مرتب کتبے مراد ہین جنکے حروف تیر کی گانسی کی شکل ہین اسوجہ سے ان نقوش کو وکنی فارم یعنے خط پیکان کہتے ہین) اس کتبخانہ مین نجوم اور رمل کی کتابین۔ مذہبی عقاید۔ دعائون۔ وظیفون گنڈے اور تعویذون کے مجموعے۔ شاہی فرمان قاعدے اور قانون اور ساتھ ہی کلدانیون کی قدیم زبان کی لغت صرف ونحو اور ادب کی کتابین اور ایک نظم رزمیہ جسمین ایک طوفان عظیم کا حال درج ہے پائی گئین۔ ان کتبون کے علاوہ بہت سے ترشے ہوئے بت ملے۔ کسی کا سر آدمی کا ایسا اور جسم شیر کیطرح۔ کسی کا جسم بیل کی طرح اور سر آدمی کا ایسا اور کوئی مجسم مرد اور عورت کیطرح۔ ایک پتھر پر ایک عجب نقش کھنچا ہے۔ ایک مرد ایک عورت آمنے سامنے بیٹھے ہین بیچ مین ایک درخت ہے اور عورت کے پیچھے ایک سانپ کھڑا ہے گویا بہشت مین شیطان کے بہکانے کا سمان باندھا ہے۔ غرضکہ ایسے کثرت سے بت ملے جو اب لندن کے عجائب خانہ مین رکھے ہین مذکورہ بالا کتبون کے ذریعہ سے ہمکو کلدانیون کے قدیم حالات معلوم ہوئے جو اسیریا اور بابل والون کے مورث اعلیٰ تھے اور "شومیر اور عقاد" کی سرزمین مین جسے اب عراق عرب کہتے ہین آباد تھے سنہ ۱۸۸۱ء مین ایک فرانسیسی مسمی "ڈی سارزک" نے قدیم بابل کے ایک تودے کو جسے اب "تل بوہ" کہتے ہین کھود کر ایک پرانے تبخانہ کا پتہ لگایا جسکے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ کلدانیون کا قدیم متبرک تبخانہ "سرغولہ" ہے۔ اس تبخانہ مین کلدانیون کی بہت سی مورتین ملین دیوارون پر جابجا کتبے تھے جنکے ذریعہ سے اس قوم

کے حالات کچھ کچھ معلوم ہوئے۔ اس تنجانہ کے علاوہ بہت سے قدیم مقابر کا پتہ چلا جسمین کثرت سے زیور اور ہتہیار اور مٹی کے پختہ برتن پائے گئے جنمین آدمی اور جانورون کی شکلین بنی تھین اور میکانی حروف منقوش تہے۔ ان سب باتون سے یہ استدلال کیا گیا کہ دنیا کی یہ نہایت قدیم قوم تہی جو حضرت مسیح سے چار ساڑھے چار ہزار برس پیشتر فرات و دجلہ کے جنوبی دوآبہ مین آباد تہی۔[۱]

طوفان عالمگیر نہ تھا کلام اللہ کی شہادت

مذکورۂ بالا مشاہدات کو اگر کوئی شخص پیش نظر رکھکر کلام مجید کے سورہ نوح (پارہ ۲۹) کی تلاوت کرے تو غور کرنے سے معلوم ہوجاے کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ سے کسکی طرف اشارہ ہے پھر اسی سورت کے رکوع ۲ مین کفار کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہین وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (ترجمہ) اور کہا ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودونکو اور ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ[۱]۔ سواع[۲]۔ یغوث[۳]۔ یعوق[۴] اور نسر[۵] کی پرستش کو یہ پانچ بتون کے نام ہین۔ وَدّ مرد کی شکل کا سواع عورت کی شکل کا یغوث گھوڑے اور یعوق شیر کی شکل کا اور نسر گدہ کی شکل کا (بستان التفاسیر شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۹۸) زمانے کے لحاظ سے بھی بعثت حضرت نوحؑ اور قدیم کلدانیون کے وجود مین مطابقت پائی جاتی ہے۔ کلدانیونکی نظم رزمیہ مین جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے ایک طوفان عظیم کا ذکر ہے جو طوفان نوحؑ کی روایت سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے (کتاب کالڈیا صفحہ ۱۳۱-۳ و ۱۵۰)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ اہل شمیر یعنے قدیم کلدانیون (جنکو طبری نے بابل اور اسکے توابع کے رہنے والے بیان کیا ہے) کیطرف مبعوث ہوے۔ دنیا مین کوئی نبی یا رسول بجز ہمارے خاتم النبیئین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام عالم کے واسطے مبعوث نہین ہوا جسکی وجہ اس کتاب کے آخری مضمون "تکمیل دین" مین بیان ہوگی یہان صرف اسیقدر کہنا کافی ہے کہ کلام مجید مین جتنے رسولون کا ذکر ہے انکے واسطے صاف تحریر ہے کہ وہ اپنی اپنی قومونکی طرف مبعوث ہوئے مثلاً وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا وحضرت عیسیؑ کے واسطے وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ علیٰ ہذا القیاس مگر آنحضرتؐ کے

[۱] ماخوذ از کتاب "کالڈیا"

بعثت کے واسطے ارشاد ہوتا ہے کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا[1] بیشک آپ ہی کا لقب رحمتہ للعالمین ہے بجز آپکے اور کسی نبی کو یہ شرف حاصل نہین ہوا۔

حضرت نوحؑ اگرچہ اولوالعزم پیغمبرون مین ہین اور آپکو آدم ثانی کا لقب دیا گیا ہے مگر صرف اسی بناء پر علے العموم یہ خیال پہیل گیا کہ دنیا مین طوفان کے بعد کوئی متنفس بجز حضرت نوحؑ اور آپ کے تین بیٹون کے باقی نرہا اور پہر دنیا کی آبادی حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہوئی اس قول کے مطابق گویا طوفان عالمگیر تہا مگر آپ ایک قوم کیطرف مبعوث ہوے اور اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ (یعنے ڈرا اپنی قوم کو پارہ ۲۹ سورۂ نوح) کے مطابق اسکی ہدایت مین مشغول تہے۔ جب ان لوگون نے آپ کی اطاعت نہ کی اور روحون اور بتون کی پرستش مین مصروف رہے اور کسیطرح خدا پرستی کی طرف متوجہ نہ ہوے حضرت نوحؑ نے انکے واسطے بد دعا کی اور جوش و جلال مین آکر کہا و تھے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (اے رب نچھوڑ زمین پر منکرون کا ایک گھر بسنے والا) مگر آپ تمام عالم کے واسطے تو مبعوث تہے ہی نہین ساری دنیا مین عذاب کیون آنے لگا بس صرف آپ کی قوم کی سرزمین مین (جسکی طرف الارض کا صاف اشارہ ہے) آپ کی دعا کے مطابق ایک کافر بہی نہ بچا یعنے دجلہ اور فرات ابل پڑے خلیج فارس کا سمندر جوش مین آیا آسمان سے موسلادہار پانی برسنے لگا ہر طرف عالم آب نظر آنے لگا اور سارے کلدانی غرق ہو گئے۔ سورۂ انبیا پارہ ۱۷ ارکوع ۶ مین صاف صاف ارشاد ہوتا ہے اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰھُمْ اَجْمَعِیْنَ (یہ قوم بدکار تہی بس ہمنے سب کو ڈبو دیا) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم یعنے قوم نوحؑ کے سارے کافر غرق ہوئے نہ کہ تمام عالم کے لوگ۔ عالمگیر طوفان کے قائل وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبٰقِیْنَ کی آیت پیش کرکے کہتے ہین کہ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے جو طوفان سے بچگئے انھین سے ساری دنیا پہر آباد ہوئی مگر اسکا جواب یہ ہے کہ کشتی نوح مین اسی مرد اور عورتین بہی جو ایمان لائے تہے آپکے اہلبیت کے علاوہ موجود تہے ان ایمان والونکی جماعت کشتی سے صحیح و سالم اتری اور عذاب الہی سے محفوظ رہی۔ اب

[1] تمام آدمیون کے لئے خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا (سورہ سبا۔ پارہ ۲۲)

سوال یہ ہے کہ یہ سب لوگ کیا ہوئے یا تو یکایک سب مر گئے یا کسی کے اولاد ہی نہین ہوئی مگر معاذ اللہ خداوند کریم ایسا جابر نہین اسکی رحمت اسکے غضب پر سبقت لے گئی ہے ان مومنین کا فنا کر دینا قیاس مین نہین آتا۔ بیشک لوگ زندہ رہے اونکی اولاد ہوئی مگر انکا شمار الگ اسوجہ سے نہین ہوا کہ یہ سب ذریت نوحؑ کے لواحق تھے انکا فنا و بقا اولاد نوحؑ کے تابع تھا سام و حام و یافث حضرت نوحؑ کے تین بیٹون سے پھر "خدا پرستی کی اشاعت" ہوئی یہ تین بزرگ سردار قوم ہوئے انھین کا نام چلا اور باقی سب متبع اہالی و موالی تھے انکا ذکر ہی کیا۔

اصل یہ ہے کہ مسلمانون مین اس واقعہ کے متعلق یہود کی روائتین مشہور ہو کر عام طور سے پھیل گئین مگر کلام اللہ ان روایات سے تبرا ہے۔ علامہ شبلی اپنی کتاب تاریخ علم کلام کے صفحہ ۱۰۶ الغایت ۱۹۰ مین تحریر فرماتے ہین کہ "ملاحدہ کا بڑا اعتراض یہ تھا کہ یہودیون اور پارسیون کے یہان جو دوراز کار قصے اور افسانے مشہور تھے قرآن مجید ان سے بھرا پڑا ہے مثلاً ہاروت و ماروت دو فرشتے بابل کے کنوئین مین معلق ہین جو لوگون کو جادو سکھاتے ہین وغیرہ وغیرہ۔ مفسرین نے ان قصص کے متعلق جو لکھا اسکا ماحصل یہ ہے کہ قصص انبیاء کا جسقدر حصہ قرآن مجید مین مذکور ہے وہ صحیح ہے لیکن بنی اسرائیل نے واقعات اصلی پر جو حاشیے چڑھائے وہ صحیح نہین اسی بناء پر قدماے مفسرین مین سے جن لوگون نے بنی اسرائیل کی روائتین تفسیرون مین داخل کر دی تھین محدثین نے انکی تفسیرون کو ساقط الاعتبار قرار دیا بلکہ خود مفسرون کو بھی۔ قدماے مفسرین مین جو بڑے پایہ کے مفسر گذرے ہین وہ یہ ہین مجاہد و مقاتل بن سلیمان۔ کلبی۔ سدی۔ ضحاک۔ تفسیر کبیر وغیرہ مین قصص الانبیا کی نسبت جسقدر روائتین ہین اور جنکو قرآن مجید کے قصون مین منضم کر دیا ہے انھین بزرگون سے منقول ہین انکی کیفیت یہ ہے کہ مجاہد حالانکہ بہت بڑے ثقہ اور قابل حجت امام ہین تاہم انکی تفسیر کو اسوجہ سے غیر معتبر قرار دیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل سے ماخوذ ہے میزان الاعتدال ذہبی مین ہے کہ کسی نے اعمش سے پوچھا کہ مجاہد کی تفسیر مخالف کیون ہے انھون نے کہا کہ بوجہ اسکے کہ اہل کتاب یعنے یہود سے ماخوذ ہے۔ مقاتل کو علانیہ محدثین نے کاذب اور مفتری کہا حالانکہ انکا جو کچھ جرم تھا وہ یہی تھا کہ وہ اہل کتاب

قصص انبیاء کا حصہ جو کلام مجید مین درج ہے وہ صحیح ہے مگر روایات یہود کے حاشیے غلط ہین

سے روایت کرتے تھے اسیطرح کلبی۔ سدے۔ ضحاک کی روایتین عموماً ناقابل اعتبار قرار دی گئین چنانچہ میزان الاعتدال ذہبی مین ہر ایک کے حال سے مفصل بحث کی ہے علامہ ابن خلدون نے اس بحث پر ایک نہایت لطیف مضمون لکھا ہے۔ اسکا ترجمہ یہ ہے۔

"متقدمین نے اسبات مین نہایت استیعاب کیا لیکن انکی تصنیفات مین رطب یابس مقبول و مردود سب کچھ ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب لکھی پڑھی قوم نہ تھی انکا خمیر بدویت اور امیت تھا اور جب انکو اس قسم کی چیزون کے دریافت کا شوق ہوتا تھا جسکا شوق اکثر انسانون کو فطرتاً ہوتا ہے مثلاً دنیا کی ایجاد کے اسباب۔ آفرینش کا آغاز۔ وجود کے اسرار۔ تو وہ ان باتون کو اہل کتاب سے پوچھا کرتے تھے لیکن اس زمانے کے اہل کتاب جو عرب مین موجود تھے خود بدوی تھے اور انکی جو معلومات تھین بالکل عامیانہ تھین یہ لوگ اکثر قبیلہ حمیر سے تھے جو یہودی ہو گئے تھے جب یہ لوگ اسلام لائے تو احکام شرعیہ کے سوا جنمین بہت احتیاط کیجاتی ہے باقی امور مثلاً اسباب کائنات اور قصص انبیا کے متعلق انکے وہی خیالات قایم رہے جو پہلے سے تھے کعب احبار رضؓ وہب بن منبہ۔ عبداللہ ابن سلام وغیرہما انھین لوگون مین سے ہین ان لوگون کو جو روایات وحکایات محفوظ تھین تمام مفسرین کی کتابون مین داخل ہو گئین اور چونکہ ان روایتون کو احکام شرعیہ سے تعلق نہ تھا اسلیئے انکے متعلق مفسرین نے احتیاط نہین کی چنانچہ تمام تفسیرین انھین روائتون سے بھر گئین حالانکہ ان روایتون کے ماخذ وہی صحرانشین یہودتھے جنکو کسی قسم کی تحقیق حاصل نہ تھی لیکن چونکہ یہ لوگ مذہبی حیثیت سے مشہور و معروف تھے اور لوگ انکا احترام کرتے تھے اسلیئے انکی روائتون کو قبول عام حاصل ہو گیا"

ائمہ فن نے صرف اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ خاص خاص قصص کو بہ تصریح غلط اور موضوع بتایا امام رازی رضؓ نے تفسیر کبیر مین اکثر جگہ ان قصون کی تکذیب کی ہے اسکے علاوہ محققین نے اس پہلو پر بحث کی کہ قران مجید مین جو قصے منقول ہین وہ تاریخی حیثیت سے منقول ہین یا پند و عبرت کے لحاظ سے شاہ ولی اللہ صاحب "فوز الکبیر فی اصول التفسیر" مین لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے "اور ایام اللہ یعنے واقعات جنکا خدا نے ذکر فرمایا ہے نیکون پر کرم کرنے اور بدون پر عذاب نازل ہونے کے طور پر مذکور ہین

ایام اللہ ترغیب اور ترہیب کے باعث ہین

مثلاً قوم نوحؑ اور عاد و ثمود کے قصے جنکو عرب اپنے باپ داداؤن سے سنتے چلے آتے تھے اور مجملاً انکا ذکر انکے کانون تک پہونچا تہا اور مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور انبیاے بنی اسرائیل کے قصے جو یہودیون کے میل جول سے عربون کے کانون مین مدتون سے بہرے ہوئے تھے۔ ان مشہور قصص سے تذکرہ کے طور پر چند قصے علیحدہ کر لئے گئے نہ یہ کہ پورے پورے قصے تمام خصوصیات کے ساتھ چھیڑ دئے گئے ہون پس ان قصص کا یہ مقصد نہین کہ انکی نفس حقیقت پہچانی جائے بلکہ یہ مقصود ہے کہ سننے والے کا ذہن شرک اور گناہون کی برائی اور عذاب الٰہی کیطرف منتقل ہو اور ساتھ ہی اسکے امداد الٰہی پر مطمئن ہو۔ (ماخوذ از علم الکلام حصہ اول مولانا شبلی مدظلہٗ)

درحقیقت کلام مجید مین انبیاے کرام اور انکی اُمتون کے حالات بار بار اسیواسطے بیان فرمائے گئے ہین کہ ہم عبرت حاصل کرین اور سعید کہلانے کے مصداق ہون ہمین اپنی حالت کی درستی۔ تہذیب نفس اور ترقی مدارج کا خیال ہو اور کمر ہمت چست باندھکر نیکون کی پیروی کرنے پر آمادہ ہو جائین علم تاریخ کا بہت بڑا فائدہ یہی ہے کہ مختلف قومون کی ترقی اور تنزل۔ زبردست سلطنتون کا عروج وزوال۔ عظیم الشان جنگون کی ہیبت ناک تصویرین۔ پرلطف محفلون کا دلکش سمان۔ حکما اور عقلا کی حیرت انگیز دماغی اور روحانی ترقیان۔ جہلا اور سفہا کی مضحکہ خیز نادانیان۔ نیکون کا حسن خاتمہ بُرون کا بُرا انجام غرضکہ یہ تمام واقعات جو مختلف زمانونمین پیش آچکے ہین ایک ہی وقت مین ہمارے سامنے آئینہ ہو جاتے ہین اور اسطرح جو جو نتائج مختلف انقلابات سے پیدا ہو چکے ہین اور انکی تصدیق واقعات سے ہو چکی ہے ہمارے سامنے کلیہ کی شکل مین جلوہ گر ہوتے ہین اور ہمارے ترغیب اور ترہیب کے باعث ہوتے ہین۔

حضرت نوحؑ کی تعلیم

ناظرین! مذاہب کے ابتدائی جذبات کا ذکر ہو رہا تھا کہ بیچ مین قصہ طوفان چھڑ گیا۔ مشکل یہ ہے کہ آجکل مسلمانون کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ انبیاے سلف یا بزرگان دین کا جسوقت ذکر آتا ہے طبیعت غور القصص اور خرق عادات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے مگر افسوس ان بزرگونکے نفس تعلیم کی طرف بہم مشکل سے متوجہ ہوتے ہین حالانکہ کلام مجید مین جہان کہین انبیا کا ذکر خیر آیا ہے اونکی تعلیم اور تلقین پر زور دیا گیا ہے حضرت نوحؑ دنیا مین پہلے نبی مرسل تھے جنکے تعلیمات کی مشرح

کیفیت پارہ ۲۹ سورۂ نوح مین کیسے سچے اور موثر طریقے سے درج ہے ارشاد ہوتا ہے قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ...... الآیۃ (ترجمہ نوحؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مین نے اپنی قوم کو رات کے وقت بھی بلایا اور دن کو بھی تو میرے بلانے کا یہی اثر ہوا کہ جتنا زیادہ بلایا اتنا ہی زیادہ بھاگے اور جب مین نے ان کو بلایا کہ (یہ تیری طرف رجوع ہون) تو ان کے گناہ معاف فرمائے انھون نے اپنے کانون مین انگلیان ٹھونس لین اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے (کہ نہ میری آواز سنین نہ صورت دیکھین) اور ضد کی اور شیخی مین آکر اکڑ بیٹھے۔ پھر مین نے انکو پکار بلایا ظاہر مین بھی سمجھایا اور پوشیدہ بھی اور بار باران سے کہا کہ اپنے پروردگار سے اپنے گناہونکی معافی مانگو کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ (تمہارے قصور بھی معاف کریگا) اور تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائیگا اور مال واولاد سے تمہاری مدد کرے گا اور تمھارے لئے باغ اگائیگا اور تمھارے لئے نہرین جاری کرے گا۔ تمھین کیا ہوا ہے کہ تم نے بالکل خدا کا وقر دل سے اوٹھا دیا حالانکہ اسنے تمکو طرح طرح کا پیدا کیا (کوئی کیسا کوئی کیسا) کیا تم نے نہین دیکھا کہ خدا نے کیسے تہ بر تہ سات آسمان بنائے ہین اور انمین چاند کو بھی بنایا ہے کہ وہ ایک نور ہے اور سورج کو بنایا ہے کہ وہ ایک روشن مشعل ہے اور اللہ ہی نے تمکو (ایک طرح پر) زمین سے اگایا۔ پھر دوبارہ لوٹا کر اسی مٹی مین تمکو ملادے گا اور (قیامت مین) تمکو پھر اسی مٹی سے نکال کھڑا کریگا اور اللہ ہی نے زمین کو تمھارا فرش بنایا ہے کہ اسکے کھلے کھلے رستون مین جدھر چاہو چلو پھرو)

قدیم کلدانی جنکی ہدایت کیواسطے حضرت نوحؑ مبعوث ہوئے تھے فرات ودجلہ کے دوآبہ کی سرسبز اور مسطح سرزمین مین آباد تھے جسکی زرخیزی کا بڑا سبب ان دریاؤن سے مختلف نہرون کا کاٹ کر نکالنا تھا۔ برسات مین موسلادھار پانی برستا تھا اور گرمی سے تپتی ہوئی زمین یکایک لہلہا اٹھتی تھی اور ہر طرف زمردین فرش بچھ جاتا تھا کھیتیان ہری بھری ہوجاتی ہین اور پیداوار کی کثرت سے لوگ خوش وخرم نظر آتے تھے۔ اس جوش سرور مین رات کو نیلگون آسمان پر چاند کے نورانی چہرے کا نظر آنا اور دن کو کمال آب وتاب کے ساتھ سورج کو چمکتے دیکھنا عجب لطف

دیتا تھا۔ انہین آثار قدرت کیطرف جو رنگارنگ صورتون مین جلوہ گر تھے حضرت نوحؑ نے اِنکے خیالات کو متوجہ کر کے صانع حقیقی کی یاد دلائی مگر ان لوگون نے اپنے باطل معبودون کو جنہین انکی قوت متخیلہ نے محسوسات کے اثر سے مختلف پیرایونمین ظاہر کیا تھا نچھوڑا اور آخر غارت ہوگئے بیشک ہر سرزمین کی قدرتی ساخت اسکی آب وہوا اور اسکی جداگانہ خصوصیتون نے قلب انسانی کو اپنے اپنے رنگ سے متاثر کر کے خیالات کا جولانگاہ بنا دیا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان خیالات نے جسقدر قالب بدلے اسیقدر اختلافات کی بنیادین پڑتی گئین یہانتک کہ رسم ورواج کے شکنجے نے انسانی قبائل کو جکڑ کر ایک دوسرے سے الگ کر دیا اور آخر مین یہ نوبت پہونچی کہ

مذہب کیا ہے

عرفان وحقیقت سے کوسون دور پڑ گئے۔ مذہب محض ظاہری پابندیون اور دلخوش کن فسانون کے مجموعے کا نام رہگیا اور حقانیت سلب ہو گئی۔ مذہب کیا ہے؟ وجدان سلیم کا نام ہے قلب انسانی کی نامتناہی تمنائین حیات جاوید اور راحت ابدی کی آرزوئین اپنی بے بسی اور شکستگی کا غمگین خیال اور پھر فطرتاً عالم بالا کی طرف اعانت اور حفاظت کی اُمید مین میلان غضب کا خوف رحمت کی رجا غرضکہ یہ سارے جذبات اصل مذہب اور اسکی روح ہین لیکن جسوقت تخیل نے اپنی رنگ آمیزی شروع کر دی اور محسوسات کی گلکاری ہونے

میتھالوجی یعنے دیومالا کی ابتدا

لگی مذہب فسانے کی صورت مین مسخ ہو کر کچھہ سے کچھہ ہو گیا۔ آسمان اور اُسکے علوی اجرام زمین اور اُسکے سفلی اجسام۔ عناصر اربعہ۔ موالید ثلاثہ غرضکہ تمام آثار قدرت اور عجائبات آفرینش رفتہ رفتہ مذکر اور مونث دیوتا بن گئے پھر قوت متخیلہ نے اُنکے علیحدہ علیحدہ جسم تصور کر کے انسانون کی طرح انکو شہوی اور غضبی قوتون کا پابند کر دیا اور قصے کہانیون کا انبار لگ گیا۔ انکی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے وحشیانہ رسومات پرستش اور عجیب وغریب طریق عبادت پیدا ہو گئے اور اس سارے طوفان بے تمیزی کا نام مذہب رکھہ لیا گیا مگر یہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کے جسقدر مشاہدات بڑہتے گئے اسیقدر جزئیات سے کلیات کی طرف ذہن منتقل ہونے لگا اور جسطرح یہ قاعدہ اسکے دماغی ترقی کے واسطے جاری رہا۔

اسیطرح اسکی روحانی ترقی پر بھی نافذ رہا۔ کہتے ہین کہ فرات و دجلہ کی سرزمین قدیم طاقت ور سلطنتون کا گہوارہ تہی۔ اسی جگہ سے اسیریا اور بابل کے زبردست بادشاہ اور با اقبال فاتح پیدا ہوئے جنکا سکہ دور دور تک بیٹھ گیا۔ اسی جگہ سے ایک گروہ مصر پہونچا اور فراعنہ کی طاقتور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ دوسرا گروہ جنوبی عرب مین آباد ہوا اور یمن کی قدیم تہذیب کی بنیاد ڈالی جسکی مٹی مٹی نشانیان بہولے بھٹکے صحرا نورد کو پردۂ ریگ سے پکار رہی ہین کہ اے ناقہ سوار ذرا ٹھہر جا آثار سلف کے متنا یقین سے کہدے کہ تم نے بابل و نینوا کی عظمت کو دوبارہ زندہ کیا خوب کیا مگر ایک نظر ادہر بہی اور پہر تمکو یہ دریافت کر کے حیرت ہو جائیگی کہ سہیل یمن اہرام مصر سے پیشتر چمک رہا تھا اور اسی کی ادیم پر ممفس کا خوان نعمت چنا گیا تھا۔

غرضکہ جسطرح یہ سرزمین سلطنتون کا گہوارہ تہی اسیطرح اسکے آغوش مین مذاہب نے بہی پرورش پائی ملک کی سرسبزی کے سبب سے مختلف قبیلون کے آباد ہو جانے سے اسکی آبادی مخلوط ہو گئی تھی۔ خیالات بہی آپس کے میل جول سے طرفہ معجون بن گئے تھے اسطرح مذہب صابئین یعنی کواکب پرستی کی بنیاد پڑی آسمان اور اسکے نورانی اجرام نے انسان کے قلب کو پیشتر ہی سے متاثر کر دیا تھا اب اہل تر نے باضابطہ پرستش کی صورت اختیار کی۔ آفتاب ماہتاب ثوابت اور سیارے مجسم دیوتا مان لئے گئے سب سے بڑا ایسر شمس ہے بس اسی کو آسمان کا حاکم بالادست تصور کیا اور باقی اجرام اسکے اہل و عیال اور خانہ زاد۔ ملک کے بڑے بڑے شہر جو دریاے فرات کے کنارے پر آباد تہے مثلاً سپار۔ تتر عخولہ۔ ایرق (جسے اب ورقہ کہتے ہین) اُور و کلدانیان (زمانہ حال کا مغیر) مین شمس اور دوسرے سبعہ سیارے خاصکر قمر اور زہرہ کے واسطے مندر تعمیر ہوئے اور پجاریون کا تانتا لگ گیا۔ پجاریون کی بن آئی۔ انہین کے ذریعہ سے درشن ہوتا تھا۔ انھین سے دیوتاؤن کے حالات پوچھے جاتے تھے جسکے باعث سے دیوتاؤن کے قصے گڑھے جاتے تھے اور ساتھ ہی بنا تقدس و تشخص جتایا جاتا تھا۔ نئی نئی رسمین نکلتی تھین کرشمے اور شعبدے دکھائے جاتے تھے اور گویا عوام کے دلون پر جادو ڈالتے تھے اسطرح یہ مہنت گرہ گھنٹال بن بیٹھے اور

مذہب صابئین یعنی کواکب پرستی

اُور و کلدانیان

ووڈی شمش دس یعنے مذہبی پیشوا کے لقب سے یاد کیے جانے لگے انکا اقتدار یہانتک بڑھ گیا کہ ملک کے حاکم بھی یہی لوگ ہونے لگے اور ارض سنیار میں جس کو اب عراق عرب کہتے ہیں پہلی سلطنت قائم ہوئی جسکا دارالحکومت ”اُور کلدانیان“ قرار پایا اور مذہب صابئین کو فروغ ہونے لگا مشہور شہروں میں رصدگاہیں جنکو زغورات (بمعنی چوٹی قلعہ کوہ) کہتے تھے تعمیر ہوئیں انکی ساخت زینہ دار [illegible] کے شکل کی ہوتی تھی۔ اور سبعہ سیارہ کی مناسبت سے سات کھنڈ بنائے جاتے تھے جسکی چوٹی پر شوالہ تعمیر ہوتا تھا جہاں مذہبی پیشوا کواکب کے حالات بھی دریافت کرتے تھے اور انکی پوجا پاٹ میں مشغول ہوتے تھے اسطرح پہلے پہل علم ہیئت اور حساب کا آغاز ہوا ہفتہ کے سات دن سبعہ سیارہ کے لحاظ سے اور سال کے بارہ مہینے دوازدہ بروج کی مناسبت سے قرار دیئے گئے مگر ساتھ ہی اُسکے تاثیرات نجوم کا بھی عقیدہ مضبوط ہوتا گیا۔ انسانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والے یہی کواکب قرار دیئے گئے انکے سامنے سر تسلیم خم ہونے لگا نذر بھینٹ چڑھائی جانے لگی یہانتک کہ انکی خوشنودی کے واسطے انسانی قربانی بھی ہونے لگی شوالے ان کے نام سے منسوب ہوئے اور پتھر کی مورتیں انکی مظاہر تصور کی گئیں جنکے سامنے خاص و عام جھکنے لگے مرادیں ماننے لگے اور خبیث روحوں اور بھوتوں سے جنکو انکے واہمہ نے عجیب و غریب خوفناک صورتوں میں تصور کیا تھا پناہ مانگنے لگے۔

حضرت ابراہیم

جس زمانے میں انسان کا دل و دماغ وہم اور شرک کی دست برد سے پراگندہ ہو رہا تھا دارالحکومت اُور کے بتخانہ کے ایک پجاری آزر (جسکو بقول طبری عبرانی میں تارح کہتے ہیں) کے یہاں ایک فرزند سعید پیدا ہوا جو بعد کو خلیل اللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ بچپن ہی سے حضرت ابراہیم میں آثار رشد پائے جاتے تھے مبدأ فیاض نے آپ کو ایسا ذوق سلیم عطا فرمایا تھا کہ شروع ہی سے آپ نے اپنے آبائی مذہب سے بیزاری ظاہر کی اور روشن دلیلوں سے مشرکین کو قائل کرکے ایک نئے اور معقول مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اس واقعہ کا کلام مجید میں نہایت دلکش طریقے سے ذکر ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ توحید کی بنیاد کیونکر قائم ہوئی۔ چونکہ یہ اچھوتا مضمون کسی کتب سماوی

مین بجز کلام مجید کے بیان نہین کیا گیا اس لئے اس موقع پر اسکا ذکر ضروری ہے۔

حضرت ابراہیم نے جسوقت ہوش سنبھالا دیکھا کہ بتخانون مین ہر وقت جمگھٹا رہتا ہے خلقت ہے کہ امڈی آتی ہے نذر بھینٹ چڑھاتی ہے اور مرادین مانگتی ہے مگر "یہ مورتین جنکو معبود کا سب سے اعلےٰ اور اشرف لقب دیا جاتا ہے ہین کون؟ بس وہی جنہین میرا باپ گھر مین بیٹھا گڑھا کرتا ہے۔

بت پرستی کی برائی

عجب تماشا ہے وہی بیقدر پتھر جو میرے یہان ذلیل و خوار اور بے حس و حرکت پڑے رہتے تھے جنکی گڑھتے وقت نہ تعظیم و تکریم نہ کچھ احتیاط ہوتی تھی آج کس شان سے مندر مین جلوہ گر ہین اور لوگون نے انکو قاضی الحاجات یقین کر لیا ہے۔ ایسی سمجھ پہ پتھر پڑین میری نگاہ مین انکی کچھ وقعت نہین اور ہو کیونکر صریحا دیکھہ رہا ہون کہ یہ محض کنکر پتھر ہین مگر خلقت ہے کہ جس نے انکو سر پر چڑھا رکھا ہے" جسوقت ان خیالات نے آپکے قلب صافی مین ہجوم کیا آپنے اپنے باپ سے کہا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (ترجمہ۔ اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتون کو معبود مانتے ہو مین تو تمکو اور تمھاری قوم کو صریح گمراہی مین مبتلا پاتا ہون۔ سورۂ انعام پارہ ۷) آزر نے جواب دیا "بیٹا مین اور تو کچھ نہین جانتا مگر اتنا کہہ سکتا ہون کہ ہمارے باپ داداؤن سے انکی پوجا ہوتی آئی ہے کیا وہ بزرگ بیوقوف تھے جو ایسا کرتے تھے ہرگز نہین ہم تو انہین کے مقلد ہین" حضرت ابراہیم کو اس جواب سے تسکین نہ ہوئی آپ نے دوسرے پہلو سے غور کرنا شروع کیا اور دل مین کہا ان مورتون کی تو قلعی کھل گئی اب یہ دیکھنا ہے کہ میری قوم کے عقلا کہتے ہین کہ یہ مورتین ہمارے آسمانی دیوتاؤن کی جنہین ہم شب و روز چمکتے ہوئے دیکھتے ہین قائم مقام اور مظاہر ہین اسوجہ سے انکی پوجا ہوتی ہے

حضرت ابراہیم و اجرام فلکی

مگر یہ تاویل بھی اس طالب حق کو جسکا سینہ انوار الٰہی سے معمور ہو رہا تھا دھوکا نہ دے سکی تائید ایزدی خضر راہ بن گئی مدارج عرفان طے ہونے لگے اور ایقان کامل کے مرتبہ پر پہونچ گئے خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ

اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ؕ یعنے آپ نے ایک شب کو آسمان کیطرف دیکھکر دلمین کہا کہ میری قوم فلکی اجرام کو آسمانی دیوتا مانتی ہے اچھا یون ہی سہی۔ یہ چمکتے ہوئے تارے خاصکر زہرہ جو سب مین روشن ہے ہمارا دیوتا ہے مگر نہین ماہ تابان نکلا اور اوسکی روشنی ماند پڑگئی بہلا جو خود ہی مغلوب ہے اس سے کیا امید۔ اچھا تو یہ چاند جو دیکہنے مین کیسا بہلا معلوم ہوتا ہے اور پہر نفع بہی پہونچاتا ہے ہمارا دیوتا ہے مگر واہ سورج کی کیل پہوٹی اور اوسکی محفل درہم برہم ہا ہا خود بے نور اور نظرون سے غائب بہلا جسکی بہری محفل مین ایسی رسوائی ہو جسکا حسن عارضی اور زوال پذیر ہو اور جو خود مجبور ہو اسکو ہمارے دل پر کیا اختیار خیر نہ سہی۔ اچھا تو یہ آفتاب جو کس آب وتاب سے چمک رہا ہے اور کسقدر پر جلال ہے ہمارا دیوتا ہے اور دیوتا بہی کیسا سب سے بڑا اور طاقتور مگر آہ شام ہوئی اور اسکا سارا جاہ و جلال خاک مین ملگیا رات کی تاریکی نے اسکی ساری رونق پر پانی پہیر کر ہماری نظرون سے گرا دیا بہلا جس زبردست کی ایسی کرکری ہو جائے اسکو کب قادر مطلق مان سکتے ہین بیشک یہ آسمان اور اسکے اجرام مجبور اور عاجز ہین اور کسی اور کے محکوم معلوم ہوتے ہین سو واقعی ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

ایسا معشوق کون ہے؟ بس وہی جسکا حسن لازوال ہے جسکا پرتو ان نورانی اجرام پر پڑتا ہے اور جسکی شعاع جمال سے سارا عالم جگمگا رہا ہے۔ وہی ذات پاک قادر مطلق اور حاضر و ناظر ہے بس اسی سے دل لگانا چاہئے اسی کو "الوہیم" (رب الارباب) کے نام سے پکارنا چاہئے۔ جسوقت ان جذبات سے آپکا قلب طاہر متاثر ہوگیا۔ سینہ کہل گیا اور دیدۂ دل روشن ہوگئے آپ نے اپنی قوم کے سامنے ان خیالات کا برملا اظہار کیا اور وجد مین آکر ارشاد فرمایا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (ترجمہ۔ مین نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور مین تو مشرکون مین سے نہین ہون) دنیا مین پہلے تاریخی موحد حضرت ابراہیمؑ ہین جسوقت تمام قومین طرح طرح کے شرک مین مبتلا تہین آپ نے

دین حنیفی

؎ سورہ انعام پارہ ۷۔

پہلے پہل سن مسیحی سے دو ہزار برس پیشتر سب سے الگ ہوکر توحید خدا پر استدلال قائم کیا اور
دین حنیفی (یعنے ایک خدا کا ماننے والا) کی بنیاد ڈالی - اور لوگون کے خیالات کی اصلاح شروع کی
مگر جہالت اسقدر بڑھ گئی تھی کہ آپ کی قوم کسیطرح سمجھتی ہی نہ تھی - آپ نے حجت قایم کرنے کے
واسطے ایک دوسرا پہلو اختیار کیا کہ اپنے منہ سے آپ مائل ہو جائین - ایک تیوہار کے دن جب کہ
سب لوگ باہر میدان مین جمع ہوکر عید منانے نکلے حضرت ابراہیم سے بھی ساتھ چلنے کیواسطے

بت شکنی

اصرار کیا گیا - آپ نے اس خیال سے کہ آج مندر مین سناٹا ہو جایگا بس یہی موقع ہے - ان کے
عقیدے کے موافق جواب دیا کہ "بھئی مین کیسے چلون دیکھو ستارہ موافق نہین - نہین معلوم کیا
سے کیا ہو جائے" غرضکہ اسطرح آپ تنہا رہ گئے مندر کو تنہا پاکر اندر گھسے - دیکھا تو قسم قسم
کے لذیذ کھانے بتون کے سامنے چُنے ہین - اس حماقت کو دیکھکر آپ نے ظریفانہ طور پر فرمایا
بسم اللہ نوش جان فرمائیے - آئین آپ تو ہاتھ کھینچے بیٹھے ہین جنبش ہی نہین کرتے آخر کیا بات ہے 124
کچھ تو بتائیے اچھا نہ سہی لیجئے تبرکا ایک زخم تو کھا لیجئے - یہ کہکر دنیا کے اس پہلے بت شکن نے
ذات واحد کی محبت کے جوش مین بتون کو پاش پاش کر ڈالا مگر بڑے بت کو کورا چھوڑ کر تبر اسکے
کاندھے پر رکھدیا اور باہر چلے آئے - جسوقت لوگ میدان سے واپس آکر مندر مین جمع ہوئے دیکھا
تو بتون کی گت بنی ہوئی ہے سمجھے ہو نہو یہ ابراہیم کی دست درازیان ہین آپ سے بلاکر پوچھا کہ یہ
کیا حرکت ہے - آپ نے طنز کے طور پر کہا بجا ہے مجھ سے پوچھتے ہو اور یہ نہین دیکھتے کہ بڑے
بت کے کاندھے پر تبر رکھا ہے - ٹھاکر جی کو شاید آج غصہ آگیا پیٹ تو ظالم ہوتا ہی ہے کچھ
کھانے پر تکرار ہوئی ہوگی جس سے یہ نوبت پہونچی ذرا پوچھئے تو کہ یہ آپ بگڑ کیون گئے کہ ان بیچارون
کی ہڈیان توڑ ڈالین - یہ الزامی جواب سنکر لوگ سٹ پٹا گئے اور بغلین جھانکنے لگے اور جب کچھ
بن نہ پڑا سر جھکا کر کہنے لگے "تم جانتے ہو کہ یہ بولتے نہین ہم ان سے پوچھین کیا" اتنا سنا تھا کہ
حضرت ابراہیم کو جلال آگیا فرمانے لگے قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ
اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - ترجمہ - کہا کیا تم خدا کے سوا ایسی چیزون کو

پوجتے ہو جو نہ تمکو کچھ فائدہ ہی پہونچائین اور نہ نقصان بیزار ہون مین تم سے اور جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا (پارہ ۱۷ سورۂ انبیاء ۲)
اسکا جواب ہی کیا تھا۔ بدبختون نے جہالت سے ہٹ دہرمی ہٹ دہرمی سے عداوت۔ عداوت سے اذیت دینے پر آمادہ ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو آگ مین جھونک دیا مگر آپکا نور نار پر غالب آگیا۔ حافظ حقیقی نے اس بلا سے نجات دی جسکے بعد اپنی
قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوکر آپنے راہ خدا مین مہاجرت اختیار فرمائی اور دریاے فرات کو
عبور کرکے ملک شام کی راہ لی۔ پہر وہان سے مصر پہونچے اور آخر کار ارض کنعان مین بمقام حبرون سکونت
اختیار فرمائی (توریت کتاب پیدایش باب ۱۳ آیت ۱) جس سرزمین مین آپنے قیام فرمایا اسمین کثرت سے بت پرست آباد
تھے مگر آپنے اپنے قبیلہ کو جسمین آپکے بال بچے نوکر چاکر سب ملاکر قریب سوا تین سو کے مرد و عورتین تھین
توحید پر راسخ کردیا اور سب سے پہلے مکہ معظمہ مین خداے واحد کی عبادت کیواسطے خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی
جہان آپکے بڑے بیٹے حضرت اسمعیل ع مقیم ہوگئے جنکی اولاد مین کچھ عرصہ تک دین حنیفی قایم رہا مگر آخر کو
بت پرستی غالب آگئی۔ دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق ع اپنے باپکے گہر مین رہے اور وہین آپ کی اولاد
پہلی پہولی۔ حضرت ابراہیم ع پہلے بزرگ ہین جنکے مبارک عہد مین انسانی قربانی کی وحشیانہ رسم
موقوف ہوئی ورنہ آپسے پیشتر اور بعد بہی بابل مصر یونان اور ہند کی قدیم مہذب قومون مین یہ خونخوار
رسم جاری رہی۔

ہجرت

انسانی قربانی موقوف

قدیم مصریون کے حالات اور انکا مذہب

حضرت یوسف ع کے زمانے مین بنی اسرائیل (اولاد یعقوب ع) مصر مین آباد ہوئے مگر آپکی وفات
کے بعد مصریون کے خلط ملط سے "الوہیم" کی پرستش کرنے والی جماعت مین ایک انقلاب پیدا ہوگیا
زمانہ حال کی تحقیقات کے رو سے کہا جاسکتا ہے کہ مصریون کے آبا و اجداد سرزمین کالڈیا سے
قلت اراضی یا باہمی خانہ جنگیون کے باعث نکلکر خاکناے سویز طے کرتے ہوئے وادی نیل مین
پہونچے۔ یہ قطعہ زمین اس دریا کی طغیانی کے باعث نہایت زرخیز ہے۔ یہین یہ لوگ جنہین "آل مزرائیم"
کہتے تھے آباد ہوگئے۔ زمین کی سرسبزی نے خانہ بدوشی کے عادات چھوڑا کر مستقل کاشتکاری
کا پیشہ سکھایا۔ پھر اس پیشہ نے حقیت کے خیالات پیدا کئے اور افسر خاندان حقوق کے نگران قرار
پائے اسطرح چھوٹے چھوٹے گاؤن آباد ہوئے پھر جسقدر انسانی ضرورتین بڑھتی گئین اسیقدر

ایجاد اور اختراعات مین ترقی ہوتی گئی اور ساتھ ہی انسانی دماغ بھی روشن ہوتا گیا قواعد منضبط ہوئے اور کام تقسیم ہوکر جماعت بندی ہوگئی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ پیشہ اور الگ الگ پنچایت - اسطرح گانون سے قصبے اور قصبے سے رفتہ رفتہ شہر آباد ہوئے مگر یہ وسعت ویسی ہی تھی جیسے کہ ایک دائرہ کی وسعت جسمین دائرہ در دائرہ ہون مگر مرکز سب کا ایک یعنی ایک ہی قوم پھیل کر ملک پر حاوی ہوگئی اور آخر وادی نیل مین ایک زبردست شخصی سلطنت قائم ہوگئی - مصریون کے آبا و اجداد بت پرستی اور اجرام پرستی کو کالڈیا سے اپنے ساتھ لائے تھے یہان آکر مرز و بوم اور واقعات کے اثر سے انمین حیوان پرستی کا ظہور ہوا - ایک طرف گائے بیل جو ایک کسان کی روح روان ہین مقدس مانے گئے انکی پوجا ہونے لگی اور انکی پتھر کی مورتین مندر مین نصب کی گئین جن مین سب سے زیادہ مشہور ایپیس کا مندر تھا - دوسری طرف شخصی سلطنت کے قایم ہونے سے فراعنہ[ف] یعنے انکے بادشاہون کا رعب و داب لوگون کے دلونپر بیٹھ گیا اور انکی پرستش کا خیال یون پیدا ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ ایک شخص کے سامنے لاکھون آدمی سر جھکائے ہین اور چون نہین کر سکتے - انکی روزی اور زندگی قید اور موت اسکے لطف و غضب پر منحصر ہے جسوقت اپنی مسلح فوج کے جھرمٹ مین نکلتا ہے عجب پر ہیبت نظارہ ہوتا ہے پھر جسوقت اپنے دشمنون کے ٹکر سے اڑا کر بہتون کو مار کر بہتون کو باندھ کر لاتا ہے اسوقت عظمت و جلال کی مجسم تصویر بن جاتا ہے - بیشک یہ محض انسان نہین معلوم ہوتا اسکی شان اعلے ہے دیوتاؤن کا آسپر سایہ ہے نہین نہین خود مجسم دیوتا ہے تو پھر اسکی پوجا ہونا چاہئے - ادہر رعایا کے دلون مین اسطرح رعب بیٹھا ادہر خود حاکم نشہ حکومت سے چور ہوکر انانیت کا دم بھرنے لگا وہ دیکھتا تھا کہ "وہ ہمچو من دیگرے نیست" کا مصداق مین ہی ہون - لوگون کو میری اطاعت دل و جان سے کرنا چاہئے - اطاعت کیسی - مین ہی ان داتا مین ہی مارنے جلانے والا - میری تو پوجا ہونا چاہئے مین زمین کا دیوتا ہون جسوقت ان تاریک خیالات نے

حیوان پرستی

ف مصری زبان مین فرعون کے معنی آفتاب کے ہین - ان کے نزدیک جسطرح آسمان کا حاکم آفتاب تھا اسیطرح زمین کا بادشاہ فرعون تھا (تاریخ عالم صفحہ ۱۱۵)

دماغ کو تیرہ و تار کر دیا آنکھون پر پردے پڑ گئے کبر و نخوت کا سودا سمایا اور برملا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا ڈنکا
بجایا لوگ اس حیوان ناطق کو پوجنے لگے اسطرح مصر مین بت پرستی کو اکبر پرستی اور حیوان پرستی نے خوب زور باندھا۔[1]
مصریون کے ان مذہبی خیالات نے بنی اسرائیل کے دلون پر گہرا اثر ڈالا اسیر فراعنہ کے جور و ستم سہے
غلامانہ زندگی بسر کرنے سے ہمتین پست ہو گئین طبیعت مین رذالت پیدا ہو گئی اور کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا
کے مصداق ہو گئے اگرچہ حضرت موسیٰؑ جیسے اولوالعزم رسول نے تخمیناً سولہ سو برس قبل مسیحؑ انکی دینی اور

حضرت موسیٰؑ

دنیوی اصلاح اور تعلیم و تلقین مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر انکے قلوب پر چندان اثر نہوا انکی سرکشی اور
نافرمانی بڑھتی گئی۔ کبھی کہتے تھے کہ جب تک خدا کو ہم اپنی آنکھون سے نہ دیکھ لینگے ہرگز ایمان
نہ لائینگے۔ کبھی احکام الٰہی کے بجا لانے مین جی چراتے تھے کبھی اسکی نعمتون کی ناشکری کرتے تھے
حضرت موسیٰؑ کی حیات ہی مین جب آپ کوہ طور پر توریت کیواسطے تشریف لے گئے سامری کے
اغوا سے اس سرکش گروہ نے گوسالہ پرستی شروع کر دی اتنا ہی نہین بلکہ ارض کنعان اور فلسطین پر قبضہ
پاکر بنی اسرائیل مفتوحہ قومون کے میل جول سے بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اگرچہ ان خرابیون
کی اصلاح انبیائے بنی اسرائیل جو وقتاً فوقتاً ان مین پیدا ہوے کرتے رہے مگر پھر بھی انکی یہ حالت

مسئلہ حیات بعد الموت

[1] باین ہمہ مصریون نے حیات بعد الموت کے عظیم الشان مسئلے پر پہلے پہل غور کیا اور ذیل کی تشبیہ سے ایک حد تک عمدہ روشنی ڈالی۔ یہ کلیجہ مین ناسور ڈالنے والی موت جو ہمیشہ کیواسطے عزیز کو عزیز سے جدا کر دیتی ہے اگر فنائے محض ہے تو نخل تمنا کی جڑ ہی کٹ گئی امیدون کا خون ہو گیا اگر نہین کیا عجب یہ انتقال مکانی ہو۔ وہ دیکھئے آفتاب جو کس آب و تاب سے دنکو چمکتا ہے شام کے قریب زرد ہوتے ہوتے غائب ہو جاتا ہے اور رات بھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا فنا ہو گیا مگر صبح ہوئی پھر اسیطرح اسکی گرم بازاری ہے جیسے ہر روز یہی واقعہ پیش آتا ہے مگر شمس تابان کی گرمی ہنگامہ وہی ہے۔ یہی حال انسان کا ہے زندگی مین آفتاب کیطرح چمکتا ہے مرتے وقت آفتاب لب بام ہو جاتا ہے قبر مین جانا گویا پردۂ شب مین منہ چھپانا ہے اور صبح کو شاہ خاور کی طرح پھر تازہ دم ہو جاتا ہے اور اس نیر اعظم کے ساتھ نورانی زندگی بسر کرتا ہے حیات بعد الموت کا مسئلہ طے کرنے کے بعد مصریون کا ذہن عذاب و ثواب کی طرف منتقل ہوا۔ مرنے کے بعد انسان کے اعمال کا فیصلہ انکے دیوتا ”اسائیرس“ اور اسکے ۴۲ ماتحتون کے دربار مین ہوتا تھا۔ نیک بندے آسمان پر آفتاب کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے اور بد دنیا مین موذی جانورون کے جسمون مین حلول کرکے اذیت پاتے تھے ۱۲

تہی کہ کبھی ان برگزیدگان الہی کو شہید کرکے بتون کی پرستش کرتے تھے اور پاک نوشتون کو جلادیتے تھے اور کبھی پھر توبہ و استغفار کرکے یہوا پرست ہوجاتے تھے۔ انکی بداعمالیون ہی کا نتیجہ تہا کہ پہلے اسیریا والے انپر غالب آئے اور بہتون کو قید کرکے نینوا لے گئے بعدازان بخت نصر فرمانرواے بابل نے

تباہی بیت المقدس

۵۸۹ برس قبل مسیحؑ ان کی بیخ و بنیاد اکھاڑ ڈالنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نرکھا ہیکل سلیمانی جلاکر خاک سیاہ کرڈالا توریت و زبور کے اصلی صحیفے بکلم فنا کردئے گئے اور تمام بنی اسرائیل قید ہوکر بابل پہونچے جہان تخمیناً بچاس برس تک دریاے فرات کے کنارے اپنی حالت زار پر آنسو بہاتے رہے آخر رب الافواج کے دریاے رحمت نے

خورس (کیخسرو) شاہ ایران

پہر جوش مارا خورس (کیخسرو) شاہ ایران نے بابل پر چڑھائی کی اور آناً فاناً اسکی ساری عظمت کو خاک مین ملادیا (۵۳۸ قبل مسیح) جسوقت غریب الوطن خانمان برباد یہود کا معائنہ کیا اور انکا حال دریافت کیا بااقبال فاتح کا دل درد سے بہر آیا اور ساتھ ہی اسکے یہ معلوم کرکے کہ میرے اور آنکے مذہبی اصول بہت کچھ ملتے جلتے ہین یہود کو شاہانہ عنایتون سے سرافراز کیا قید سے آزادی بخشی اور بیت المقدس کے تعمیر کی اجازت دی۔ اس مقام پر شاہ خورس کا مذہب جو یہود سے ملتا جلتا تھا بیان کرنا ضروری ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

آریون کا حال اور انکا مذہب

قدیم زمانے مین جب کہ وسط ایشیا سے مختلف گروہ نکل نکل کر جابجا آباد ہورہے تہے ایک قبیلے نے جو بعد کو آریہ کے نام سے مشہور ہوا مدت تک اپنے وطن مالوف کو نچھوڑا جہان انکے دینی اور دنیاوی ترقی کا نشو و نما دوسری قومون سے بالکل علٰحدہ ہوتا رہا۔ فرات۔ دجلہ اور نیل کے کنارے کنارے مشہور شہر آباد ہورہے تہے۔ اسیریا اور فراعنہ کی زبردست سلطنتین قائم ہورہی تھین مذاہب کی بنیادین پڑرہی تھین مگر قدیم آریہ اپنے مولیشیون کو لئے ہوئے اپنے پیارے سرسبز وطن "آریانہ ویجا"[١] مین پڑے ہوئے تھے آخر قلت آراضی کے باعث انمین سے ایک بڑا گروہ علٰحدہ ہوکر جنوب کیطرف آبادہوا۔ بہت عرصہ تک یہ گروہ جسے یورپین مورخ "انڈوایرانین" کے لقب سے یاد کرتے ہین ایک

---

[١] "وندداد" جو پارسیون کی مقدس کتاب ہے اسمین یہ نام درج ہے حال کے مورخین کے نزدیک یہ مقام بحر خضر کے مشرق کی طرف تھا۔

ہی خطہ مین آباد رہکر اور رفتہ رفتہ گلہ بانی چھوڑکر زراعت کرنے لگا جسکے سبب سے گانٔون اور قصبے
آباد ہونے لگے اور آخر چھوٹے چھوٹے رجواڑے قائم ہوگئے۔ جسطرح انکی دنیاوی حالت مین رفتہ رفتہ
انقلاب ہوا اسیطرح انکے دینی خیالات مین بھی تغیر ہوتا گیا۔ آسمان اور اوسکے روشن اجرام فطرت اور

قدرت پرستی

اوسکے عجائبات نے جو انسان کے قلب کو متاثر کرتے ہین آریون کے دلون پر گہرا اثر ڈالا۔ ہر زراعت
کے پیشہ نے ابر و باران کی طرف امیدین وابستہ کردین انکا سب سے بڑا دیوتا "ڈیُس" تھا جو بعد کو
رگ وید مین ورُنا (بمعنی آسمان) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس دیوتا کو اُنھون نے مجسم تصور کیا۔
آفتاب اسکی روشن آنکھ بجلی اسکا لخت جگر اور سطح فلک جسپر تارے جھلکتے ہین اسکی زرتار عبا
قرار پائی (کتاب "میڈیا" صفحہ ۴۴) اس دیوتا کے بہت سے شریک بھی تھے جو انتظام عالم مین
اسکا ہاتھ بٹاتے تھے۔ مینہ کا دیوتا اندر بہت ہی ہر دلعزیز تھا اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ زراعت کا دارومدار
بارانی پر ہے وہ کالی کالی گھٹاؤن کا اُمنڈ اُمنڈکر آنا وہ بادل کا گرجنا وہ بجلی کا چمکنا وہ موسلادھار پانی کا برسنا
جس سے تپتی ہوئی زمین سیراب ہوجاتی تھی کھیتیان ہری بھری ہوجاتی تھین اور ہر ذی روح تازہ دم
ہوجاتا تھا انکی نگاہون مین آسمانی جنگ کا سمان باندھ دیتا تھا۔ انکے نزدیک بادلون کے

عرصۂ کائنات میدان جنگ ہے

ٹکڑے جو عجیب و غریب شکلون مین ہر غور کرنے والے کی نظرون مین جلوہ گر ہوتے ہین گایونکے
گلّے تھے جنکا دودھ (یعنے پانی) زمین والون کی جان تھا۔ یہ گئو ماتا دیوتاؤن کی استریان تھین جنکے
سبب سے دیوتاؤن اور دیوؤن مین جنگ رہتی تھی۔ آریون کا خیال تھا کہ منتر اور بھجن سے دیوتاؤن
کے دل بڑھتے ہین نذر بھینٹ لیکر موٹے تازے ہوتے ہین اور سوما کا عرق پیکر چاق چوبند ہوکر
دیوؤن پر فتح پاتے ہین۔ وِرِترا اور آہِی دو زبردست عفریت اور اسیطرح انکے ذریات بانی
فساد تھے جنکے قتل کے واسطے اِندر دیوتا بجلی کا بان لیکر دوڑتا تھا اور گئو ماتا کو انکے پنجہ سے چھڑا کر
عالم کو انکے شیر سے سیراب کرتا تھا۔ سچ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔
اسطرح قدیم آریہ عرصۂ کائنات کو میدان جنگ سمجھے جہان دیوتاؤن اور دیوؤن کی ہمیشہ لڑائی
ٹھنی رہتی تھی یہ خیالات رفتہ رفتہ وسیع ہوتے گئے اور عجائبات عالم کی مختلف حالتون اور

نور اور ظلمت کی متضاد کیفیتون سے قلوب متاثر ہو گئے۔ اسطرح قدرت پرستی کا رواج ہوا اور آریون کے گروہ کے گروہ سیکڑون دیوتاؤن کو قادر اور مختار مانکر دیوپرست ہو گئے۔ آخر انکی اصلاح کے واسطے ایزد برحق نے ایک روشن ضمیر ہادی کو پیدا کیا جس نے دیوتاؤن کی[۱] پرستش کو دیو یعنے شیطان پرستی قرار دیکر "مزدیستانی" مذہب (یعنے ایک خدا "اہورامزدا" کی عبادت) کی بنیاد ڈالی۔ اس پیمبر کے حالات اگرچہ اس درجہ تاریکی مین پڑے ہین کہ اسکے زمانہ کا بھی ٹھیک پتہ نہین چلتا بعضے اسکے وجود کے منکر بعضے یہ کہتے ہین کہ وہ اسفندیار کے باپ گشتاسپ کے زمانہ مین تھا۔

اسپیتما زرتشترا اور مزدیستانی مذہب

مگر زمانہ حال کی مغربی تحقیق خصوصاً ڈاکٹر وسٹ اور جیکسن کی تحریرات سے آجکل کے پارسیون کا یہ عقیدہ ہے کہ انکا پیمبر تخمیناً تیرہ سو برس قبل مسیح شہر رے یا آرمیاہ مین پیدا ہوا۔ انکا نام زرتشترا تھا جو اسپیتما کے خاندان اور منوچہر کی نسل سے تھا۔ آریون مین سب سے پہلے زرتشترا نے دیوپرستی کی مخالفت کی اور ایک خدا "اہورامزدا" کی جو نور اور ظلمت نیکی اور بدی کا خالق ہے پرستش سکھائی۔ پارسیونکی مقدس کتاب "زنداوستا" مین (جسکے اصلی نسخے اسکندر رومی نے ۳۳۱ برس قبل مسیح جلادئے) صرف حصہ یاسنا کے پانچ گتھا زرتشترا کا الہامی کلام مانے جاتے ہین (کتاب زردشت اور اسکا دین صفحہ ۹ مصنفہ آر۔ ایچ مستری چھاپہ بمبئی ۱۹۰۶ء) اور واقعی ان پانچون گتھا مین جو زردشت کی مناجات کا مجموعہ ہین موحدانہ مضمونکی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ بلاحظہ ہو

"مین اس لفظ کا اعلان کرنا چاہتا ہون جو افضل ترین ذات نے مجھے خطاب فرمایا ہے آدمی اگر اسکو سنے تو اسکے سننے کے لئے اس سے بہتر کوئی لفظ نہین جو شخص میرے اس کلام کو سنیگا وہ درجہ کمال کو پہونچکر بقاے دوام حاصل کریگا۔ نیک اندیشون کے نزدیک مزدا مالک ہر دو جہان ہے۔ جو لوگ بتون کے خیال مین منہمک رہتے ہین یا وہ جو ہمیشہ شرارت اور بدنفسی ہی کی دہن مین لگے رہتے ہین رذیل اور کمینے ہین۔۔۔۔"

دیوپرست اور ارمزدپرست کی جدائی

"اسپیتما زرتشترا" کی اس موحدانہ تعلیم نے آریون مین ایک بڑا انقلاب پیدا کر دیا اور مذہبی مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انکے دو گروہ ہو گئے۔ دیوپرست اور ارمزدپرست۔ دیوپرست

[۱] جنھین ہندو "دیوتا" مانتے ہین انکو پارسی اپنی زبان مین "دیو" یعنے شیطان کہتے ہین۔

ہندوستان کے شمال ومغرب کے کونے سے پنجاب مین داخل ہوکر آباد ہو گئے اور ارمزد پرست جنوبی
ایران کی طرف بڑھے۔ رگ وید اور پارسیون کے گتہا کے مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے

دیو پرست ہندوستان مین آئے

کہ مذہبی مخالفت ہی جدائی کا باعث تھی ورنہ اس سے پیشتر دونون ایک تھے۔ ہندی آریہ یہان
پہونچکر محض تخیلات کے پابند ہو گئے شاعرانہ طبیعتون نے دلخوش کن فسانون کی بہر مار کردی وید کی
سیدہی سادہی تعلیم بالکل خلط ملط ہوگئی دیو دیوتاؤن کی کہانیان مقبول عام ہوگئین۔ ان کی
متاثر طبیعتون نے رفتہ رفتہ کسی چیز کی پرستش نہ چھوڑی بت پرستی عناصر پرستی۔ وہم پرستی غرضکہ
شرک کا کوئی پہلو نہ چھوٹا۔

عقلاے ہند نے روحانیت کے اعلےٰ مدارج طے کئے

اگرچہ درمیان مین عقلاے ہند نے حکماے یونان کیطرح فلسفہ مین نہایت ترقی کی اور روحانیت
کے اعلےٰ مدارج طے کرکے ایک وجود مطلق "پرم برہما" کی ہستی تسلیم کی مگر یہ اعتقاد خاص خاص لوگون کا
تھا اور اونھون نے اپنے ہی تک محدود رکھا ورنہ علی العموم سیکڑون دیوتا اور دیبیون نے انسانی دل و
دماغ کو مسخر کرلیا۔

مزدلیستانی اور یہودی مذہب

دوسرا گروہ یعنے ایرانی آریہ عرصہ تک مزدلیستانی مذہب پر قایم رہا یہ لوگ ایک خدا "اہورامزدا"
(جسکے معنی رب العلیم کے ہین) پرستش کرتے رہے اسی کو دونون جہان کا مالک اور کائنات کا خالق
مانتے رہے عالم کا انتظام آمیشا اسپنتا یعنے چھ نیک ارواح یا ملائکہ مقربین کے سپرد تھا جنکے
متعلق زرتشت نے صاف سمجھادیا تہا کہ یہ ملائکہ اہورامزدا کے مخلوق ہین (کتاب وستا حصہ یشت اول
و ۱۳ و ۱۹) اسیطرح تمام اجرام سماوی اور فطرت کے پوشیدہ قوتون کے نگہبان یزتا یعنے فرشتے
مانے جاتے تھے جنکا مسکن عالم بالا تھا اور جو اہورامزدا کے حکم کے متبع تھے۔ یہی وہ موحدانہ مذہب تھا
جسکا شاہ خورس پابند تھا۔ یہود کا خدا "یہواہ" اور زردشتیون کا "اہورامزدا" گویا ایک تھے
مگر بعد کو جسوقت شاہ خورس نے شمالی ایران جسکو "میڈیا" کہتے تھے فتح کرلیا فاتح اور مفتوح ایک
ہوکر ایک ہی قوم بن گئے۔ آخر رفتہ رفتہ میڈیا والون کی عناصر پرستی اور خاصکر آتش پرستی
مزدلیستانی مذہب پر غالب آگئی توحید کے خیالات سلب ہو گئے اور عالم ایزد اور اہرمن دو خداؤن کے

درمیان تقسیم ہوگیا اور مذہب ثنویہ کی بنیاد پڑی جسکے ماننے والے علے العموم مجوس کے نام سے مشہور ہوئے

الغرض یہود نے جسوقت بابل کی اسیری سے نجات پائی اور بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا

مذہب یہود میں بدعتیں پیدا ہوئیں

انکے مذہبی خیالات مین ایک بڑا انقلاب پیدا ہوگیا۔ اصل نسخہ تورات ضائع ہو گئے تھے اب انکے علما نے اپنی یاد کے طور پر پہر کچھہ ذخیرہ جمع کیا اور حضرت عزیرؑ اسکے مہتمم ہوئے[۱] مگر قیام بابل مین مشرکین کے میل جول سے ان کے خیالات بہی رفتہ رفتہ ابتر ہوگئے تورات کی تعلیم کے عوض اب جادو منتر وغیرہ بیہودہ خیالات مین ہمہ تن مصروف رہنے لگے اور سحر کو حضرت سلیمانؑ کی تعلیم اور اُنکے عروج کا ذریعہ سمجہنے لگے خداے واحد کی ذات اور صفات مین تشبیہ کے قائل ہوگئے یعنے اسکو جسمانی جانکر اُسکے لئے حقیقتاً جسم اور مکان و اعضا ثابت کرتے تھے اور اسکے لئے تناہی قدرت اور طاقت ماننے لگے یعنے یہ کہ وہ آسمان اور زمین پیدا کرکے تہک گیا اور ہفتہ کے روز آرام لیا۔ علاوہ اسکے حضرت عزیرؑ کو اسکا بیٹا ماننے لگے اور انبیاؤن کے نسبت فاسد گمان رکہنے لگے۔ ربیّیون اور احبار یعنے عالمون اور فقیہون کا زور ہوگیا اور لوگون نے آنکہہ بند کرکے انکے خود غرضانہ فتوؤن پر عمل کرنا شروع کیا ایک طرف کبر و نخوت حسد اور نفسانیت نے فریسیون اور صدوقیون کے قلوب کو گندہ کردیا دوسری طرف جہالت اور تعصب نے عوام کی آنکہون پر پردے ڈالدئے۔ مذہب محض راہ و رسم کا نام رہگیا اور ظاہر پرستی کا عام رواج ہوگیا۔ اسی پرشور زمانے مین جب کہ یہود کی دینی اور دنیاوی حالت ابتر ہوگئی تھی خداوند کریم نے حضرت مسیحؑ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی پاک تعلیم بمقتضاے وقت محض صوفیانہ تھی جب کہ عام اور خاص سب ہی رسمیات کے پابند ہوگئے تھے۔ تعصب حد سے بڑھگیا تھا اور حزبی مخالفتین عداوت کے انتہائی درجہ تک پہونچ گئی تھین نہ علما مین خلوص تھا نہ امرا کو خوف خدا اور بادشاہا کا کیا ذکر وہ تو پرانی لکیر کے فقیر تھے

حضرت مسیحؑ کی تعلیم بمقتضاے وقت محض صوفیانہ تھی

[۱] حضرت عزیرؑ کا نسخہ تورات بھی شاہ انٹوکیس کے زمانہ مین ایکسو اکسٹہ برس قبل مسیحؑ ضائع ہوگیا۔ اس ظالم بادشاہ نے تمام کتب یہود کو جلادیا اور حکم دیا کہ جس کسی کے پاس یہ کتابین نکلین یا جو کوئی شریعت یہود کی رسم بجالائیگا قتل کیا جائیگا ہرماہ مین تین بار خانہ تلاشی ہوتی یہود پر یہ ظلم ساڑھے تین برس تک رہا (تفسیر حقانی)

ایسی عالمگیر بلا مین حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کے ہر طبقہ کے لوگون کو ہیکل سلیمانی مین راہ حق کی طرف بلانا شروع کیا مگر کسی نے بھی آپ کی نصیحتون کو نہ سنا ہر طرف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور ناحق شناس قسی القلب یہود جنہون نے آپ کے ہمعصر نبی حضرت یحییٰؑ کو بیگناہ شہید کرڈالا تھا آپ کے بھی خون کے پیاسے ہوگئے اسپر طرہ یہ ہوا کہ آپ ہی کے بارہ حواریون مین سے جو گیلیلی کے ماہی گیر تھے ایک شخص مسمی یہودا نے یہودیون سے مخبری کرکے آپ کو گرفتار کرادیا اور دوسرے حواری پطرس نے (جنکے نام کا عالیشان کلیسا شہر روما مین اہل نظر کو یقین دلا رہا ہے کہ دیکھو جسطرح پطرس نے اپنے آقا کے رفیق ہونے سے تین مرتبہ انکار کیا اسطرح مین بھی دین عیسوی کے سچے کلیسا ہونے سے اپنی تثلیث کی زبان سے انکار کرتا ہون) اپنے ہادی برحق کا ساتھ چھوڑ دیا اور باقی حواری فرار ہوگئے آخر وہ معصوم نبی اللہ بیکسی کی حالت مین طرح طرح کی اذیتین سہکر عالم بالا کو رخصت ہوگیا۔

حضرت مسیحؑ دین کو ناتمام چھوڑ گئے

حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ نبوت صرف ڈہائی تین برس تک رہا۔ ایسی قلیل مدت مین آپ رسالت کے فرائض کیونکر ادا کرسکتے تھے تاریخ ارض مقدس کا مصنف کہتا ہے "جس دین اور جن اصول کی تکمیل کے لئے حوارئین آمادہ ہوئے تھے وہ بظاہر اسباب ابھی تک بالکل نامکمل نظر آتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو تبلیغ ہدایت خلق اللہ کی بہت کم مہلت ملی تھی صرف تین سال کے اندر بعثت نبوت تبلیغ اور شہادت یا غیبت جو سمجھیے سب باتین ختم ہوگئین سوا اُن چند موقعون کے جب آپ نے مقتدایان یہود سے مباحثہ کیا یا اُن خاص اوقات کے جب آپ نے کسی مجمع مین کھڑے ہوکے پند اور نصائح کا دروازہ کھول دیا اور کوئی ایسا دستور العمل ہی نہین مل سکتا تھا جس کی پابندی مین کوئی خاص شریعت عیسوی قائم کیجا سکتی۔ اُس دین کو حضرت مسیحؑ یہان تک ناتمام چھوڑ گئے تھے کہ کوئی خاص طریقہ عبادت بھی آپ نہین تعلیم کرنے پائے تھے۔ چونکہ آپ کی نبوت کی زندگی صرف مروجہ اور حد سے گذرے ہوئے رسوم اور قیود کے توڑنے ہی مین مصروف رہی لہذا ابتدائی عہد کے مسیحیون نے جب آپ سے چھوٹنے کے بعد غور کیا تو اونکو یہ بھی نہین معلوم تھا کہ اُس خدائے واحد ذوالجلال کی پرستش کرنا چاہین تو کیونکر کرین۔"

واقعی حضرت عیسیٰؑ کے بعد حواریون کو ناخداترس یہود کے ہاتھون طرح طرح کی اذیتین پہنچنے کے علاوہ یہ اور مصیبت پیش آئی کہ خاص شریعت عیسوی کیونکر قایم کیجاوے ۔ یہی سبب تھا کہ دین عیسوی ابتدا ہی سے بدعتیون کی خلل اندازی سے مسخ ہوگیا ۔ سب سے پہلے جس شخص نے یہ فتنہ بپا کیا وہ پولوس تھا جسکو مسیحی دنیا "سینٹ پال" کے نام سے یاد کرتی ہے اور مذہبی اصول مین اپنا امام مانتی ہے ۔ بیت المقدس مین یہ شخص اپنے آپ کو یہودی ظاہر کرکے فریسیون کی جماعت مین ملگیا حالانکہ وہ اصل لااصل تھا (کتاب اعمال ۲۲ آیت ۲۵ لغایت ۲۸) ۔ یہودی بنکر اس شخص نے حواریون کو طرح طرح کی اذیتین دین ۔ انکو مارا باندھا ۔ قید کیا یہانتک کہ سچے دین عیسوی کی منادی کرنے والے استیفن حواری کے شہید کرنے مین خود بھی شریک تہا (اعمال ۲۲ آیت ۴ و ۲۰) تین برس تک اسیطرح ظلم کرتا رہا آخر کو یہودیون سے بھی بیزار ہوگیا ۔ ایک زاہد کی لڑکی پر عاشق ہوکر مگر ناکام رہکر یہودیون سے جھگڑا قائم کیا اور ختنہ اور یوم السبت کی تعظیم اور بہت سے دینی امور مین خلل انداز ہوکر اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کیا اور ۳۵ء مین حواریون سے جا ملا اور حضرت عیسیٰؑ کے بشارت دینے اور اپنے اوپر روح القدس کے نازل ہونے کی عجیب اور غریب کیفیت ایسی آب و تاب سے بیان کی کہ سب دنگ ہوگئے اور سمجھے کہ یہ تائید غیبی ہے کہ ایسا ظالم گمراہ توبہ کرکے راہ راست پر آجائے ۔

پولوس یعنی سینٹ پال اور اُسکی بدعتین

پولوس نے اگرچہ دین عیسوی کے اشاعت مین بہت کوشش کی مگر اصول مذہبی بالکل بدل دئے نامہ گلاتیون کے باب ا آیت ۸ لغایت ۱۲ مین آپ لکھتے ہین "اگر ہم یا آسمان سے کوئی فرشتہ سوا اس انجیل کے جو ہمنے تمہین سنائی دوسری انجیل تم کو سنائے وہ ملعون ہے ۔ اے بھائیو مین تم کو جتاتا ہون کہ وہ انجیل جس کی مین نے خبر دی انسان کے طور پر نہین اسلئے کہ مین نے اسکو کسی آدمی سے نہ پایا نہ کسی نے مجھکو سکھایا پر وہ یسوع مسیحؑ کے الہام سے مجھکو ملی" ۔ اسطرح لوگون کے دلون پر اپنے تقدس کا سکہ بٹھا کر پولوس نے حواریون کو (جنہون نے حضرت عیسیٰؑ کی رفاقت مین آپ کی نفس تعلیم اور "ابن آدم" کی اصل حقیقت

اپنی استعداد کے موافق سمجھی تھی) برا بھلا کہنا شروع کیا اور آخر میں پطرس اور برناباس حواریون کے متعلق صاف کہدیا کہ "وہ انجیل کی سچائی پر سیدھی چال نہیں چلتے" (نامہ گلاتیون باب ۲ آیت ۱۴)۔ رفتہ رفتہ پولوس کا اقتدار بڑھتا گیا یونان اور روم کے شہرون مین پھر پھرا کر اس شخص نے دین مسیحی کو مشرکین کے عقائد کے قالب مین ڈھالکر معتقدین مین اپنی بدعتیانہ تعلیم کی اشاعت کر دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد وہ لوگ جو ابھی تک جوپیٹر اور زیوس کی پوجا کرتے تھے اب جناب مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے لگے اور خدائی کارخانہ کا شریک اور منتظم ماننے لگے آپ کی مختصر پردرد زندگی اس انداز سے ذکر ہونے لگی کہ بنی آدم کی نجات کے واسطے خدا نے اپنے پیارے اکلوتے بیٹے کو دنیا مین بھیجا جو طرح طرح کی مصیبتین سہکر اور آخر مصلوب ہوکر مخلوق کے گناہون کا کفارہ ہوگیا۔ معتقدین پولوس انھین مسائل کے پابند ہو گئے مرقس اور لوقا نے جو اسکے شاگرد رشید تھے اپنی اپنی انجیلین لکھین اور اپنے اوستاد کی تعلیم کو "جنٹائلز" (یعنے غیر یہود) مین فروغ دیا اور حواریون کی سچی تعلیم صرف ناصریون مین محدود ہوکر رہ گئی اسطرح دین عیسوی مین ابتدا ہی سے تفرقہ پڑگیا اور رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ کثرت سے فرقے پیدا ہو گئے سیکڑون جھوٹی انجیلین بن گئین اور بزرگون کے نام سے منسوب ہو گئین حضرت عیسیٰ کے متعلق نئے نئے مسئلے چھڑنے لگے کوئی الوہیت کا قائل ہو گیا کسی نے حلول کے طور پر مظہر خدا قرار دیا اور ہر طرف ایک طوفان مچگیا۔ یہانتک کہ ۳۲۵ء مین قسطنطین اعظم شہنشاہ روم نے جس نے تین برس پیشتر پولوس کا سکھایا ہوا دین مسیحی قبول کیا تھا شہر نیقیہ مین ایک عظیم الشان کونسل قائم کی جہان ان مختلف فرقون کے مسائل پر بحث ہوئی اور آخر تثلیث اور کفارہ کا مسئلہ اصول دین قرار پایا اور صلیب شعار دین قدیم مصریون کا عقیدہ تھا کہ "اسائرس" انکا بڑا دیوتا "آئیسس" کنواری دیبی سے پیدا ہوا اور مرکر پھر جی اٹھا اور مخلوق کی نجات کا باعث ہوا۔ کونسل نے اس عقیدہ کو حضرت مسیح کے متعلق بعینہٖ تسلیم کیا اور دین عیسوی مصریون یونانیون اور رومیون

دین عیسوی مین ابتدا ہی سے تفرقہ پڑگیا

قسطنطین اعظم اور نیقیہ کی کونسل تثلیث کا عقیدہ۔ دین عیسوی بزور شمشیر پھیلا

کے عقاید سے مل کر ایک طرفہ معجون بنگیا جس کو قسطنطین نے اپنے ممالک محروسہ مین زور شمشیر پہ پھیلایا
ہر طرف تثلیث کی منادی ہوگئی اور عالم مین توحید کے ماننے والے عنقا ہوگئے۔ مغربی ایشیا۔
شمالی افریقہ۔ اور جنوبی یورپ مین باپ بٹیا اور روح القدس کا دور دورہ ہوگیا۔ ایران اور اسکے
توابعات ایزد اور اہرمن مین تقسیم ہوگئے باقی ممالک خاصکر چین اور ہندوستان مین سیکڑون
دیوتاؤن کے رجواڑے قائم ہوگئے جسوقت دنیا کی یہ حالت ہوگئی کہ ہر طرف شرک اور کفر کی ظلمت
نے خلق خدا کے دیدۂ دل پر پردہ ڈالدیا مشہور بانیان مذاہب کی سچی تعلیم افسانہ ہوگئی اور دین محض
راہ و رسم کا نام رہگیا اسوقت رحمت الہی جو ہر زمانہ مین اپنے بندون کی ہر قوم مین شامل حال
رہی تھی اب مجموعی حیثیت سے تمام عالم کے اصلاح کی طرف متوجہ ہوئی۔ کیون نہین۔ سعدی

عمرے باید کہ یار آید بہ کنار — این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

(جب تمام عالم مین توحید کے خیالات مسلوب ہوگئے اسوقت آنحضرتؐ تمام عالم کی ہدایت کو مبعوث ہوئے)

مکہ کی ایک گلی مین ایک مقدس بزرگ جلدی جلدی قدم اوٹھائے جا رہا ہے۔ بشرہ سے خوف
کے آثار پائے جاتے ہین قلب طاہر تھر تھرا رہا ہے ہیبت چھائی ہے خدا ہی خوب جانتا ہے
کہ یہ کیا کیفیت ہے اور وہی خوب سمجھ رہا ہے جسپر یہ حالت طاری ہے۔ گھر پہونچتے پہونچتے
طاقت جواب دیتی ہے زملونی زملونی (مجھے اڑہا دو مجھے اڑہا دو) کے الفاظ زبان پاک
پر جاری ہین۔ ایک نیکبخت خاتون لحاف اڑہا دیتی ہے کہ یکایک تھوڑی دیر کے بعد یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ
قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (ترجمہ اے چادر مین لپٹے ہوئے
اٹھ اور خدا کے عذاب سے ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائیان بیان کر اور اپنے کپڑون کو پاک صاف
رکھ اور نجاست سے الگ رہ) کی وحی نازل ہوتی ہے اور وہ بزرگوار اٹھ بیٹھتا ہے۔

(آنحضرتؐ نے توحید کو کامل کرکے راسخ کردیا)

غار حرا مین سورہ اقرا کے نازل ہونے کے بعد یہ پہلی وحی تھی جو آنحضرتؐ پر چھ ماہ بعد
نازل ہوئی جسمین پہلے پہل تبلیغ رسالت کا حکم ہوا۔ سب سے بڑا فرض جسکے ادا کرنے کے واسطے
آپ منجانب اللہ مامور ہوئے وہ یہ تھا کہ توحید کی سچی تعلیم منتہائی کمال تک پہونچادین اور پھر
اس خوبی کے ساتھ راسخ کردین کہ کبھی کسی قسم کا فتور نہ آئے۔ اگر کوئی شخص انصاف کی نظر

سے دیکھیے تو اسکو صاف معلوم ہوجائیگا کہ اس مہتم بالشان مسئلہ توحید کے یہی دو امور یعنے توحید کی تکمیل اور پھر اسکو راسخ کر دینا صرف آپ ہی کی ذات پاک پر آٹھہ رہے تھے۔ اس تحریر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا مین آنحضرتؐ ہی نے پہلے پہل توحید کی تعلیم دی حالانکہ انبیاے سلف اور ہادیان ماسبق اس مسئلہ کو تلقین کر چکے تھے (جیسا کہ اوپر مشہور بانیان مذاہب کی نسبت ثابت کیا گیا ہے) بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت رسول خداؐ نے کمال وسعت نظر سے ہر قوم کے ہادیون کی تعلیم کو جو اس زمانہ اور ان طبیعتون کے مقتضی تھی وقعت کی نظر سے دیکھکر اور اسکی حقانیت کو تسلیم کر کے بحیثیت مجموعی اسی کی تکمیل اور اصلاح کر دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ خدا کے وجود کا یقین مہذب اور وحشی سب ہی قومون مین کسی نہ کسی رنگ مین پایا جاتا ہے اور بعض قومون مین ترقی کرتے کرتے توحید کا خیال بھی پیدا ہو گیا تھا مگر یا تو (۱) تشبیہ کے درجہ تک رہگیا جیسا کہ یہود نے خدا کو مجسم تصور کیا اور نصاری اتحاد اور حلول کے قائل ہو گئے یا (۲) تنزیہ کے درجہ تک پہونچنے مین راہ بھول گیا جیسا کہ عقلاے ہند نے اپنیشد مین ایک وجود مطلق ”برم برہما“ کا تصور کیا اور اوسکو ہر قسم کی صفتون سے اسطرح بری کر دیا کہ حقیقت مین بالکل معطل اور بیکار ہو گیا تاثیرات عالم کے اسباب سیکڑون مستقل دیوتا قرار پائے اور اسطرح خاص اور عام شرک فی الصفات مین مبتلا ہو گئے ”رسکیا سمہا“ جو بعد کو گوتم بودھ کے لقب سے مشہور ہوا اگرچہ اسکے حالات زندگی پارسیون کے پیمبر اسپیتمان زرتشت اکیطرح تاریکی کے پردے مین پڑے ہین لیکن اتنا ضرور ہے کہ عقلاے ہند مین اسی شخص نے تخمیناً پانچ سو برس قبل مسیحؑ ایک خاص مذہب قایم کیا جسمین پہلے پہل وید کے کلام الہی ہونے سے اور برہمنون کے دیوتاؤن سے انکار کیا اور ذات برادری کی سخت زنجیرون کو توڑ کر برہمن اور شودر سب کو یکسان تعلیم دینے کا حق ثابت کیا مگر مسئلہ توحید ویسا ہی مبہم رہا۔ گوتم نے دیوتاؤن کی نفی کر کے کسی ایک وجود کا اثبات نہین کیا یعنے اسکا ذہن رسا صرف ہمارے کلمہ طیبہ کے پہلے جزو لا الہ تک محدود رہگیا۔ ممکن ہے کہ خود گوتم ذات واحد کا قائل ہو مگر اس خیال سے کہ اس ذات پاک کا معما محض حکمت اور فلسفہ سے جسمین اسوقت کے عقلاے ہند سرگردان ہو کر بحث و جدال مین پڑ گئے تھے

یہود اور نصاری تشبیہ اور حلول کے قائل تھے

عقلاے ہند نے ”برم برہما“ کی تنزیہ کرتے کرتے اسکو بالکل معطل سمجھ لیا تھا

گوتم بودھ نے دیوتاؤن کی نفی کی مگر ایک ذات واحد کا اثبات نہین کیا

مسئلہ نروان

حل نہین ہوتا اسلئے یہ بحث چہیڑنا ہی عبث ہے بس نجات کے واسطے یہی کافی ہے کہ اس دار المحن دنیا مین انسان نفس کشی کر کے رنج و راحت کے خیالات چھوڑ دے اور رفناے مطلق یعنے عدم کے مرتبہ تک پہونچ جائے۔ پیروان بودھ مین یہی اخلاقی تعلیم اصل اصول رہے اور وجود باریتعالے کا خیال مٹتے مٹتے بالکل فنا ہوگیا اور الحاد کا دروازہ کہل گیا۔

حکماے یونان کے خیالات بہی عقلاے ہند کیطرح ناقص ہے

عقلاے ہند کی طرح حکماے یونان کا بہی یہی خیال رہا۔ علت العلل عقل اول کو پیدا کر کے الگ ہوگیا پہر کائنات کا سارا کارخانہ مقولات عشر کے بل پر چلنے لگا اور انہین کا عمل دخل ہوگیا گویا واجب الوجود قادر مطلق نرہا۔ مسئلہ توحید مین یہی وہ نقائص تہے جنکو آنحضرت صلعم نے دور فرماے اور نہایت فصیح اور بلیغ اور ساتھ ہی پر اثر الفاظ مین عالم اور جاہل فلسفی اور عامی سب کو صاف سنا دیا

سورۂ اخلاص اور توحید فی الذات توحید فی الصفات اور توحید فی العبادت

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (ترجمہ کہدے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اسکے برابر کا ہے) واقعی توحید کامل کا سچا فوٹو یہی ہے توحید فی الذات توحید فی الصفات توحید فی العبادت کی جیتی جاگتی تصویر یہی سورۂ اخلاص ہے۔ یہود و نصاری مجوس فلاسفہ ملاحدہ غرضکہ ہر ایک مقر اور منکر خدا کے اصلاح خیال اور تکمیل تصور کے واسطے یہ پاک الفاظ جو کلمہ طیبہ لا اله الا الله کے متن کی شرح ہین سچی دلیل راہ ہین۔ اس توحید کامل کے یقین کا جو دل پر اثر پڑتا ہے اسکو مصنف "الکلام" نے کیا خوب ادا کیا ہے وہ لکہتا ہے "درحقیقت یہ ہے کہ خدا کے اقرار اور اعتراف کا دل پر جو اخلاقی اثر پڑتا ہے وہ توحید کامل کے بغیر پیدا نہین ہوسکتا۔ اطاعت۔ انقیاد۔ خشوع۔ استقلال۔ توکل۔ اور اخلاص کی حالت اسیوقت دل پر طاری ہوسکتی ہے جب یہ خیال ہو کہ ہماری تمام حاجتون تمام ضرورتون تمام امیدون تمام اغراض تمام خواہشون کا ایک ہی مرکز ہے۔ انسان مین استقلال آزادی دلیری بے نیازی کے اوصاف بہی توحید کامل کے بغیر پیدا نہین ہوسکتے جو شخص ایک کے سوا اور کو بہی حاجت روا مانتا ہے اسکا سر ہر آستانہ پر جہک جانے کے لئے تیار رہتا ہے" (الکلام جلد دوم صفحہ ۶۲۔ مولانا شبلی مدظلہ)

آنحضرتؐ نے توحید کامل کی
تعلیم ایسی راسخ کردی کہ
اب غیر قومین بہی توحید کی
مقر نظر آتی ہین۔

دوسری بات یعنے توحید کا راسخ کردینا کہ پہر کبھی فتور نہ آسکے آنحضرتؐ ہی کا حصہ تھا۔ جبقدر بانیان مذاہب گذرے ہین انکی تعلیم مین یہ امر خاص طور سے ملحوظ نہین رکھا گیا تھا کہ خود اپنے درجہ کی تشریح کردین اور خدا اور رسول کے درمیان حد فاصل قایم کردین تاکہ انکے پیروون کو غلطی نہو سکے۔ یہی وہ کمی تھی جس نے توحید مین بعد کو خرابیان پیدا کر رکھی تھین۔ اسیوجہ سے یہود حضرت عزیرؑ کو اور نصاری حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہنے لگے۔ ہنود رام اور کرشن کو اوتار ماننے لگے۔ مگر آنحضرتؐ نے اپنی امت پر فرض کردیا کہ ہر روز پنجوقتہ پڑہا کرین اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنے اس وحدہ لاشریک کے مقابلہ مین تمام انبیا اور رسول خواہ وہ محمدؐ رسول اللہ ہی کیون نہون عاجز اور ناتوان ہین اور مجال دم زدن نہین رکہتے۔ یہی عبدیت کا درجہ ہے جسکی تعلیم اور تشریح نے توحید کو راسخ کردیا۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ مسلمان تو مسلمان آج اگر کسی تعلیم یافتہ ہندو سے پوچھیے تو صاف کہدے گا کہ مین توحید کا قائل ہون کرشن برہما۔ مہادیو۔ ذات واحد کے مختلف صفات کے نام ہین۔ کسی شائستہ پارسی سے دریافت کیجیے جہٹ کہدے گا کہ مین اہرمن اور ایزد دو خداؤن کو نہین پوجتا۔ مہر تابان اور آتش سوزان ہماری مسجد ہین نہ کہ مسجود۔ اسیطرح یہود اور نصاری صاف کہدینگے کہ ہم سچے موحد ہین تشبیہ اور الحاد کیسا۔ غرضکہ یہ آنحضرتؐ کا فیض ہے جس نے توحید کو کامل کرکے راسخ کردیا۔ زمانہ لاکہ ترقی کرجائے مگر توحید قرآنی کے درجہ سے آگے کوئی درجہ ہی نہین۔ اسیطرح اگر عالم مین ہزارون انقلاب پیدا ہون اور اہل اسلام مغلوب ہی کیون نہ ہوجائین مگر لا الہ الا اللہ کے طیب کلمے جو نفی اور اثبات کے ذریعہ سے تشبیہ اور تنزیہ کے پیچیدہ مسئلہ کو حل کرتے ہین نوشتہ ازل کیطرح محو نہین ہوسکتے اور ساتھ ہی وہ جزو لاینفک جسکی تصدیق کے بغیر توحید کامل کا نتیجہ مرتب ہی نہین ہوسکتا یعنے محمد الرسول اللہ ابد تک مٹ نہین سکتا اور کیونکر مٹ سکتا ہے یہ وہ نقش ہے جو توحید کامل کے رائج الوقت سکہ پر کندہ ہے۔ اسکے مقابلہ مین باقی کہوٹے کہرے سب ٹکسال باہر ہین۔

اسلامی توحید ورسالت
جزو لاینفک ہین

حقیقت یہ ہے کہ جس خدائے کامل کے تصور کی اس امی نبی نے تعلیم دی اسکو انسان اپنے

خیال سے خود پیدا نہین کرسکتا بلکہ وہی خدا یہ خیال پیدا کرا سکتا تھا جو ان صفات کے ساتھ جو کلام مجید
مین مذکور ہین موصوف ہے فرانس کا مشہور فاضل "کانٹ ہنری دی کاستری" اپنی کتاب
اسلام مین لکھتا ہے۔

فرانس کے مشہور فاضل "کانٹ ہنری دی کاستری" کی گواہی

"اُن روایات کا پتہ لگانا جن سے یہ ثابت ہو کہ محمد صلعم نے عیسائیون یہودیون اور ستارہ پرستون
کے عقاید بالمشافہہ حاصل کئے تھے فائدہ سے خالی نہین کیونکہ ان سے ان مقامات کی تشریح
ہوتی ہے جہان قرآن اور توراۃ کی آئتین ہم مضمون ہین لیکن پھر بھی یہ دوم درجہ کی بحث ہے
کیونکہ گو یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن آسمانی کتابون سے ماخوذ ہے لیکن یہ مشکل حل نہین ہوتی
کہ محمد مین یہ مذہبی روح کیونکر پیدا ہوئی اور وحدانیت کا ایسا مضبوط اعتقاد کیونکر پیدا ہوا جو
اُن کے جسم اور روح پر بالکل چھا گیا۔۔۔۔ یہ محال ہے کہ یہ اعتقاد توراۃ اور انجیل
کے مطالعہ سے پیدا ہوا ہو اگر محمد نے ان کتابون کو پڑھا ہوتا تو اُن کو اُٹھا کر پھینکدیا ہوتا کیونکہ
وہ ان کی فطرت اور وجدان اور مذاق کی مخالف تھین۔ اس قسم کے اعتقاد کا
محمد کے زبان سے ادا ہونا اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مظہر ہے اور وہی اس بات کی دلیل
ہے کہ وہ رسول صادق اور پیغمبر مامون تھے"

سبحان اللہ جب منصف مزاج مخالفین کا یہ حال ہے کہ کس خوبی سے آپ کے
رسالت کی صداقت کرتے ہین تو بہر دل دادہ متبعین بیساختہ وجد مین آکر کیونکر
نہ بول اُٹھین۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مومنین اولین

الغرض جسوقت آنحضرتؐ کو تبلیغ رسالت کا حکم ہوا آپ نے اپنے گھر والون کو جو
آپ کے کچے چٹھے سے واقف تھے آپ کی خو بو جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آپ مین
خلوص اور صداقت کہان تک ہے راہ حق کی طرف بلایا سب سے پہلے حضرت ام المومنین
خدیجہؓ نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا۔ بعد ازان حضرت علی مرتضیٰؓ جن کا سن شریف ابھی

دس ہی برس کا تھا اور آنحضرتؐ کے سایہ عاطفت مین پرورش پا رہے تھے راہ حق اختیار[۱] فرمائی
ساتھ ہی آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر صدیق کو جو آپکے ہم سن تھے اور ابتدا ہی سے دوستانہ تعلقات
رکھتے تھے دعوت اسلام دی حضرت ابوبکر جو آنحضرتؐ کی راستبازی اور راست روی سے
خوب واقف تھے پیغام خدا سنتے ہی فوراً ایمان لائے اور جان و دل سے دین حق کی خدمت کے
واسطے کمربستہ ہوگئے۔ اور اپنے یارون اور دوستون کو راہ حق اختیار کرنے کو آمادہ کیا چنانچہ حضرت
عثمانؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت سعد ابن وقاصؓ حضرت عبدالرحمنؓ ابن عوف یہ پانچون بزرگوار
جو عشرہ مبشرہ کے مبارک زمرہ مین داخل ہین آپکے ساتھ حضرت رسولخداؐ کی خدمت بابرکت مین حاضر
ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ پھر بتدریج حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح حضرت بلالؓ حضرت اسماؓ بنت
ابوبکرؓ اور حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب نے اسلام قبول کیا اور اسطرح بہت جلد ایک مختصر گروہ حضرت
خاتم النبیینؐ کے فیض تعلیم سے وحدہ لاشریک خدا پر ایمان لایا اور عالم مین توحید کامل کی منادی
کی ابتدا شروع ہوگئی اللّٰھم زد فزد الی یوم القیامۃ۔

جہاد اکبر

"خنجر تسلیم"

مسیحی دنیا مین علی العموم یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ خیر اگر اس حملہ
کے یہ معنی سمجھے جاتے کہ "اتمام حجت کے بعد اسلام پر جب مفسدون نے اسکے قلع قمع کرنے
کے واسطے حملہ کیا اس نے بھی راہ خدا مین سر بکف مردانہ وار قدم رکھا مگر خوش نصیب تہا کہ اسکی فتح
ہوئی اور پھر اسی کا سکہ بیٹھ گیا" تو کچھ مضائقہ نہ تھا تاریخ بھی یہی شہادت دیتی ہے کہ اسلام کا شیرین چشمہ

---

۱ بعضے کہتے ہین کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے۔ مگر اصل یہ ہے کہ پہلے حضرت علیؓ ایمان لائے مگر برعایت جانب
ابوطالب اپنا ایمان ظاہر نہین کیا۔ حضرت ابوبکرؓ آپکے بعد ایمان لائے مگر اپنا اسلام ظاہر کردیا اسلئے لوگ اشتباہ مین پڑے اور اختلاف
روایت پیدا ہوگیا۔ (کتاب استیعاب ابن عبدالبر بروایت محمد بن کعب قرظی۔ ماخوذ از قرۃ العیون جلد اول صفحہ ۱۷) شیعہ سنی ناحق اس
معاملہ مین جھگڑتے ہین دیکھنا چاہئے کہ ان دونون بزرگون نے اسلام قبول کرکے دین حق اور اسکے بانی کی کیا کیا خدمتین کین۔ ۱۲

سلامت روی کے ساتھ بہ رہا تھا اور " مردم و مرغ و مور" سب ہی فیضیاب ہو رہے تھے گرچند سنگدل سدراہ ہوئے اسمین بھی جوش پیدا ہوا اور آناً فاناً تیزی کے ساتھ بہ کر دریا رواں ہوگیا اور کشت عالم کو سرسبز کر دیا۔ مگر ستم تو یہ ہے کہ مسیحی دنیا اور اُسکے دیکھا دیکھی اور مخالفین اسلام بھی اس دہوکھا دینے والے جملے کے یہ معنی لیتے ہین کہ اسلام مذہب شمشیر ہے اور خود شارع اسلام نے بجبر اسلام کو پھیلایا۔ مخالفین کہنے کو جو چاہے کہین لیکن اگر کوئی شخص ذرا بھی انصاف کی نظر سے دیکھے تو معلوم ہو جائے کہ نصف سے زاید مدت رسالت مکہ مین گذری شارع اسلام نے وہان کس تلوار کے زور سے سیکڑون مسلمان کر لئے۔ ایسے مسلمان جنہون نے دین حق قبول کرنے کے عوض مین کافرون کے ہاتھون طرح طرح کی اذیتین سہین مصیبتین اُٹھائین مگر راہ حق سے منہ نہ موڑا اور اور اپنے ہادی برحق کا دامن کسیطرح نہ چھوڑا ایسے مسلمان جو صدق عدل حلم اور علم کے مجسم یادگار تھے جنہون نے رسالت کی نورانی مشعل سے اپنے قلوب کے چراغ روشن کر لئے اور بزم جہان کو پرنور کر دیا۔ ایسے مسلمان کس تلوار کے زور سے ایمان لائے۔ مگر نہین تلوار دین کئی طرح کی ہوتی ہین۔ ظاہر پرستون نے صرف لوہے کی تلوار دیکھی ہے جو جسم اور روح مین جدائی پیدا کر دیتی ہے وہ تلوار نہین دیکھی جو دلون کو گھائل کر دیتی ہے اور جسم صحیح و سالم نہین نہین جسکے ہر زخم پر ایک تازہ روح پیدا ہو جاتی ہے کیون نہین ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگر ست

دردآشنا دل کہان ہین "خنجر التسلیم" کے کشتون کی داستان سننے کو جگر تھام کر بیٹھین رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہین)۔

تبلیغ رسالت کی ابتدا

ابتدا مین آنحضرتؐ نے ایک ایک دو دو شخصون کو اسلام کی دعوت دی یہانتک کہ تین برس کی مدت مین تیس ۳۰ مرد اور عورتون نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا اور بت پرستی چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک خدا کی عبادت مین مشغول ہوئے۔ کفار قریش حیرت سے دیکھتے تھے کہ یہ کیا مذہب ہے کہ سامنے تو کوئی

چیز بھی نہین مگر فرش خاک پر بار بار سجدہ کر رہے ہین۔ کچھ نہین اِنَّہٗ لَمَجنُونٌ۔ اللہ اللہ یہ کلمہ اسکے شان مین استعمال کر رہے ہین جسکو اسکی دیانت امانت لیاقت فرزانگی اور مروت کے عوض مین کس جوش کے ساتھ الامین کا لقب دیا تھا اور آج اسیکو کوئی مجنون کوئی شاعر کوئی کاہن کہتا ہے۔ کیون؟ اسلئے کہ توحید کامل کی تعلیم دیتا ہے "خُلقِ عظیم" کی مجسم تصویر آنکھون کے سامنے کھینچ دیتا ہے اور اسرار غیب سے آگاہ کرتا ہے۔ حضرت رسولخدا یہ دلخراش الفاظ سنتے تھے مگر فَاصبِر لِحُکمِ رَبِّکَ کی تعمیل کرتے تھے۔ تین برس تک یہی حال رہا نبوت کے چوتھے سال آپ کو حکم ہوا فَاصدَع بِمَا تُؤمَرُ وَاَعرِض عَنِ المُشرِکِینَ (پس تجھے جو حکم ہوا ہے اوسکو کھول کر سنا دے اور مشرکین کی مطلق پرواہ نکر) آپنے کفار کے طنز اور استہزا کی کچھ پرواہ نہ کر کے برملا دعوت اسلام شروع کر دی اور ایکدن کوہ صفا پر چڑھکر قریش کو نام بنام پکارنا شروع کر دیا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جسوقت قریش کا جسمین آپکے اعزا اور اقربا بھی شریک تھے پورا مجمع ہو گیا آپنے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم مجھکو سچا جانتے ہو کہ نہین قریش نے یکزبان ہو کر ؎

کہا سب نے قول آجتک کوئی تیرا | کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھکو ایسا | تو باور کروگے اگر مین کہون گا

کہ فوج گران پشت کوہ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمہین گھات پا کر

کہا تیری ہر بات کا یان یقین ہے | کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے
کہا گر میری بات یہ دلنشین ہے | تو سنلو خلاف اسمین اصلا نہین ہے

کہ سب قافلہ یان سے ہے جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

پھر آپنے اپنے اعزا کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میری قرابت پر ہرگز نہ بھولنا اپنی اپنی فکر کرو کیونکہ صرف اپنے اپنے اعمال ساتھ جائین گے۔ پس اے اہل قریش میری بات سنو اور صدق دل

سے کلمہ طیبہ پڑھو۔ جسوقت آپ تقریر ختم کر چکے آپ کا چچا ابولہب جسکو بجز دنیا کمانے کے اور کچھ خیال
ہی نہ تھا بول اٹھا "لبس اسی واسطے آپنے ہمکو سارے دن پریشان کیا" قریش نے یہ سنکر اپنی اپنی
راہ لی۔ مجمع پراگندہ ہوگیا اور وہ ناصح مشفق انکی حالت زار پر افسوس کرتا ہوا پہاڑ سے اتر آیا۔

قریش مکہ کی برہمی

آنحضرت صلعم نے اب اعلان کے ساتھ بت پرستی کی برائیاں بیان کرنا شروع کین اور ہر ایک کو برملا
خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت کی طرف بلانا شروع کیا مگر جسقدر آپ انکی اصلاح کے واسطے
کوشش فرماتے تھے اسیقدر یہ ناحق شناس آپ کو طرح طرح کی اذیتین دیتے تھے اور اپنی عاقبت
خراب کرتے تھے اتنا ہی نہین بلکہ حج کے ایام مین جب کہ دور دور سے لوگ آتے تھے اور آنحضرت
ان نوواردون کو دعوت اسلام دینے جاتے تھے کفار قریش پہلے ہی سے جڑ دیتے تھے کہ ہمارے
یہان ایک ساحر پیدا ہوا ہے خبردار اسکی بات نہ سنا ورنہ مفت مین خراب ہوگے۔ لوگ یہ سنکر اکھڑ جاتے
تھے اور کوئی آپ کی بات نہ سنتا تھا۔ آپ جدہر سے نکلتے تھے کوئی گالیان دیتا تھا کوئی ڈھیلے مارتا
تھا۔ کوئی جسم پاک پر خاک ڈالتا تھا۔ ابولہب آپکے پیچھے پیچھے پہرتا تھا جسوقت آپ فرماتے تھے
"اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسیکو اوسکا شریک نہ جانو" تو وہ بول اٹھتا تھا "دیکھو ہرگز اپنے باپ
داداؤن کے دین سے نہ پہرنا"۔ ام جمیل ابولہب کی عورت جنگل مین جاکر کانٹے چین لاتی تھی اور
آپ کی راہ مین بچھا دیتی تھی تاکہ پائے مبارک لہولہان ہوجائین۔ آپکو خدا کی عبادت مین مشغول
دیکھکر ان لوگون کے تن بدن مین آگ لگ جاتی تھی ایک دن آپ سجدہ مین تھے کہ ایک کافر
لپکا اور اپنی پگڑی کا پیچ ڈالکر گلا گھوٹنے لگا حضرت ابوبکر رض دوڑے اور اس کافر کا شر دفع کرکے فرمایا
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ (کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا
پروردگار اللہ ہے) اسیطرح ایک روز آپ کعبہ کے قریب نماز پڑھتے تھے ایک بے ادب اٹھا اور اونٹ کی
اوجھڑی لاکر آپ کی پشت مبارک پر رکھدی کفار یہ دیکھکر مارے ہنسی کے لوٹنے لگے۔ آخر حضرت
فاطمہ زہرا تشریف لائین اوجھڑی کو الگ کیا تب آپنے سجدہ سے سر اٹھایا۔ یہ تمام اذیتین آپ سہتے تھے

حضرت ابوطالب کی حمایت

مگر نصیحت کرنے سے باز نہین آتے تھے کفار کا یہ ظلم آخر حضرت ابوطالب سے دیکھا نہ گیا۔ اگرچہ

آپ نے کفار کے طنز کے خیال سے اپنے آبائی دین کو نہ چھوڑا مگر دل مین تصدیق رسالت کا نقش بیٹھ گیا جسکا اظہار آپ کی چند مشہور بیتون[ل] سے جو آنحضرت کی شان مین کہین ہین ہوتا ہے۔ آپ نے تمام بنی ہاشم کو جمع کر کے آنحضرتؐ کی حمایت پر آمادہ کیا اور کفار سے صاف کہدیا کہ اب آیندہ ایذا رسانی کا نتیجہ باہمی جدال کے سوا کچھ نہین ہے۔ حضرت ابوطالب کی اس پرجوش کارروائی سے کچھ عرصہ کے واسطے آنحضرتؐ پر اسقدر سختی کم ہوگئی مگر کفار نے اب ایک دوسرا طریقہ آزار پہونچانے کا نکالا۔ ان لوگون نے ملکر باہم یہ عہد کیا کہ جس کسی کا کوئی عزیز قریب یا لونڈی غلام مسلمان ہوجائے اُسکو چاہئے کہ اسکی ایذا رسانی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے یہانتک کہ عاجز ہوکر خود ہی باز آجائے اور دین کی آیندہ ترقی محدود ہوجائے مگر شیدائیان حق کے سامنے جسمانی آزار کیا چیز ہے جسقدر ان پر سختی ہوتی تھی اسیقدر انکا استقلال بڑہتا جاتا تھا۔ ان جوانمردون مین ایک حضرت بلالؓ تھے جو امیہ بن خلف کے حبشی غلام تھے۔ قریش کے باہمی عہد کے موافق امیہ نے جو مکہ کا ایک بڑا دولتمند تاجر اور بااثر شخص تھا حضرت بلال کو طرح طرح کی اذیتین دینا شروع کین۔ گرمیون مین دوپہر کے وقت بطحاے مکہ کی تپتی ہوئی ریگ پر ہر روز آپ کو ننگی پیٹھ لٹا دیتا تھا اور اوپر سے ایک بھاری پتھر سینہ پر رکھکر کہتا تھا کہ جب تک دین محمدی سے باز نہ آؤ گے اسیطرح اذیت دیتا رہونگا مگر انکے ثابت قدم کو کسیطرح لغزش نہوئی۔ گرمی سے کلیجہ پہنکتا تھا زبان سوکھکر کانٹا ہوجاتی تھی اور نزع کی سی کیفیت طاری ہوتی تھی مگر اللہ رے ذوق آتش شوق اسیطرح بہڑکتی تھی۔ سینہ پر پتھر تھا مگر دل بیتاب

حضرت بلالؓ

ل وہ اشعار یہ ہین۔ ودعوتنی وعلمت انک ناصحی ولقد صدقت وکنت فیہ امینا

اظہرت دینا قد علمت بانہ من خیر ادیان البریۃ دینا

لولا الملامۃ او حذار مسبۃ لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

ترجمہ۔ اور تونے مجھے دعوت اسلام دی۔ اور مین نے جانا کہ بیشک تو میرا خیر خواہ ہے اور بیشک تونے سچ کہا اور تو امین امانت دار ہے۔ تونے ایک دین ظاہر کیا اور تحقیق مین نے جانا کہ یہ دین خلق کے دینون سے بہتر ہے۔ اگر مجھے ملامت کا اندیشہ اور گالی کا خوف نہ ہوتا تو تو مجھے اس مین کہلا ہوا جوانمرد پاتا (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۶۷)

ہاتھوں اُچھل رہا تھا زبان خشک ہوگئی تھی مگر اَحَدٌ اَحَدٌ کا وظیفہ جوش وخروش کے ساتھ جاری تھا۔ دن کو اس مصیبت سے سامنا تھا شب کو اُمیہ کا حکم تھا کہ ایک تنگ و تاریک مکان مین بند کر کے صبح تک کوڑے پڑتے رہین۔ کچھ عرصہ تک آپ انھین مصیبتون مین مبتلا رہے آخر ایک شب کو حضرت ابوبکر رضؓ کا اسطرف گذر ہوا اور اس بیکس مظلوم کی آہ وزاری سنکر تڑپ گئے۔ صبح کو اُمیہ کے پاس تشریف لائے اور چالیس اوقیہ چاندی اور اپنے ایک کارداں رومی غلام نسطاس کے عوض مین حضرت بلال رضؓ کو خرید لیا اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر کر کے خدا کی راہ مین آزاد کر دیا۔ اسیطرح چھ[۱] اور لونڈی غلامون کو جنہین اُنکے مالکون نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے طرح طرح کی اذیتین دے رکھی تھین خرید کر کے آزاد کر دیا۔

یاسر رضؓ اور سمیہ رضؓ کی شہادت

کفار کی ایذا کچھ انھین جوانمردون تک محدود نہ رہی چند ایسے بھی جانباز تھے جنپر اسقدر سختی ہوئی کہ اسی حالت مین شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے حضرت عمار رضؓ کے والدین یاسر رضؓ اور سمیہ رضؓ ابوجہل کے ہاتھون ناگفتہ بہ عذاب مین مبتلا ہو کر خلد برین کو سدہارے۔ آنحضرت صلعم اپنے پیروؤن کی یہ مصیبتین دیکھہ دیکھہ کر نہایت دلگیر ہوتے تھے مگر مجبوری تھی آخر اپنے نبوت کے پانچوین سال ماہ رجب مین مسلمانون کو ملک

مسلمانون کا حبشہ کے طرف ہجرت کرنا

حبش مین جہان کا حاکم اصحمہ نجاشی ایک منصف مزاج نیک نہاد عیسائی تھا ہجرت کرنے کی اجازت دی گیارہ مرد اور چار عورتین جنمین حضرت عثمان رضؓ اور آپ کی زوجہ حضرت رقیہ رضؓ بنت رسول اللہ بھی شامل تھے پوشیدہ مکہ سے روانہ ہو کر حبشہ پہونچے۔ مگر وطن کی یاد اور دینی بھائیون کی مصیبت کا خیال بیچین کرتا تھا اسپر طرہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم اور کفار کے درمیان صلح ہو جانے کی ایک جھوٹی خبر یہان تک پہونچگئی اور یہ لوگ خوش خوش وطن واپس چلے مگر سواد مکہ پہونچکر یہ معلوم ہوا کہ واقعہ صلح بالکل غلط تھا جس کی

---

[۱] ان مین سے خاص خاص کے یہ نام ہین عامر بن فہیرہ بنی جدعان کے غلام تھے انکا شمار مہاجرین مین ہے۔ بیر معونہ کے معرکہ مین شہید ہوئے۔ ام عبیدہ[۲]۔ نہدیہ[۳] اور اونکی بیٹی[۴] یہ دونون عبد الدار کی لونڈیان تھین جس وقت حضرت ابوبکر رضؓ نے اُن کو خرید کر کے آزادی کی خوشخبری دی یہ اسوقت آٹا پیس رہی تھین کہنے لگین ہم نے مدت سے اس کا نمک کہایا ہے اب اوس کی یہ خدمت پوری کر دین تب حاضر ہون۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے انکی بات

ہمت پر آفرین کہی (تفسیر فتح العزیز صفحہ ۱۶ پارہ عم)

اصلیت یون تھی کہ آنحضرتؐ حسب معمول کفار کو نصیحت کیا کرتے تھے اور کلام مجید سنایا کرتے تھے جسوقت سورۂ نجم نازل ہوئی آپ نے مجمع قریش مین اس سورت کی تلاوت فرمائی چونکہ آپ کلام مجید ترتیل کے ساتھ یعنے ٹھہر ٹھہر کر پڑہتے تھے جسوقت اس آیت پر پہونچے اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی ایک کافر نے یہ خیال کرکے کہ اب اسکے آگے ان بتون کی ہجو بیان ہوگی معاً کھڑا ہوگیا اور (جیسا کہ اونکا دستور تھا کہ تلاوت کے وقت غل مچاتے تھے تاکہ لوگون کی طبیعت منتشر ہوجاوے) کہنے لگا "تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی" (یہ بت بڑے ہین اور بیشک انکی سفارش کی اُمید رکھی جاتی ہے) آنحضرتؐ چونکہ مسلسل سورت تلاوت فرمارہے تھے اسکا کچھ خیال نہ فرمایا اور ختم کرنے کے بعد سجدہ کیا تمام مومنین نے اتباع کیا اور کفار نے بھی اس خیال سے کہ آنحضرتؐ نے اس جملہ "تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ" کا کچھ رد نہین کیا سجدہ مین شامل ہوئے اور خوش خوش گھر واپس گئے اور مشہور کردیا کہ آنحضرت نے ہمارے عقیدہ سے اتفاق کیا لہذا ہم نے بھی آپ سے متفق ہوکر اور آزار سے ہاتھ اُٹھا کر صلح کرلی جسوقت آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا نہایت رنج ہوا کہ توحید کامل کی تعلیم دینے والے پر یہ اتہام کہ بتون کی تعریف کرے اور انکو شفاعت کرنے والا خیال کرے۔ اُسیوقت آپ باہر تشریف لائے اور نہایت جوش کے ساتھ انکی اس غلط فہمی اور فاسد عقیدہ کی تردید کی۔ کفار یہ سنکر نہایت برافروختہ ہوئے اور پہر آپکے ایذا دینے پر آمادہ ہوگئے۔

سورہ نجم کے متعلق غلط فہمی

حبش کی طرف دوبارہ ہجرت

غرضکہ مہاجرین حبشہ یہ حال دیکھکر پہر وطن سے رخصت ہوئے۔ اسمرتبہ کل تعداد رفتہ رفتہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتون تک پہونچگئی انمین حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی شریک تھے۔ جسوقت قریش کو یہ حال معلوم ہوا فوراً ایک سفارت تحفہ تحایف کے ساتھ بسرکردگی عمرو بن العاص نجاشی کے پاس روانہ کی کہ ہمارے بنی اعمام کو جنہون نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا ہے اور یہان سے مفرور ہوگئے ہین ہمارے سپرد کردے۔ بادشاہ کو برہم کرنے کے واسطے ایک یہ بھی فقرہ جڑ دیا کہ غضب تو یہ ہے کہ ان لوگون نے آپکے دین عیسوی بہی اختیار نہین کیا بلکہ بالکل لاذہب

ہوگئے ہین ۔ نجاشی نے یہ سنکر مہاجرین کو اپنے دربار مین طلب کیا اور قریش کا الزام بیان کرکے حقیقت پوچھی ۔ حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب کھڑے ہوگئے اور سب کی طرف سے یون جواب دیا "اے بادشاہ ہم جہالت مین مبتلا تھے بتون کو پوجتے تھے نجاست مین پھرے رہتے تھے ۔ مردار کھاتے تھے اور بیہودہ بکتے تھے ۔ نہ انسانیت تھی نہ سچی مہمان نوازی ۔ نہ ہمسایہ کی رعایت نہ کوئی قاعدہ نہ قانون ایسی حالت مین خدا نے ہمارے درمیان مین سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا جسکے حسب نسب صداقت دیانت اور تقوی طہارت سے ہم خوب واقف تھے ۔ اُسنے ہمکو توحید کی طرف بلایا اور یہ سمجھایا کہ اس ذات واحد کا کسی شے کو شریک جانین ۔ اُسنے ہمکو بت پرستی سے منع کیا اور حکم دیا کہ ہم سچ بولین ۔ اپنے وعدے وفا کرین ۔ رحم کرین اور ہمسایہ کے حقوق کی رعایت کرین ۔ نہ تو عورتون پر بہتان باندہین اور نہ یتیمون کا مال کہائین ۔ گناہون سے بہاگین برائیون سے بچین نماز پڑہین صدقہ دین اور روزہ رکھین ۔ اے بادشاہ ہم نے اُسکی تصدیق کی اور اللہ ہی کی پرستش پر آمادہ ہوگئے اور شرک سے بیزاری ظاہر کی ۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی اور جسطرح سے ہوسکا ہمکو ستانا شروع کیا کہ کسیطرح ہم اُس وحدہٗ لاشریک کی عبادت سے مُنہ موڑلین اور پہر لکڑی اور پتھر کی مورتون کو پوجنے لگین ۔ مگر ہم نے انکے ظلم سہے اذیتین اُٹھائین اور آخر کوئی پناہ کی جگہ نہ پاکر تیرے اس ملک مین آئے ہین کہ ہمین انکے جور وجفا سے بچالے"[1] ۔

نجاشی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

حاضرین پر اس سچی اور پُر اثر تقریر کا جو تعلیم اسلام کا ایک مختصر خاکہ ہے بڑا اثر پڑا پہر نجاشی نے کہا جو کچھ تمہارے رسول پر نازل ہوا ہو سناؤ ۔ حضرت جعفر رضؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی ایک طرف اس روح پرور کلام کی دلفریبی اور دوسری طرف لحن جعفری کی خوش آہنگی نے حاضرین کو محو کرلیا ۔ قسیس اور رہبان یعنے علما اور زہاد بے اختیار رونے لگے اور نجاشی پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی ۔ حق تعالٰے اپنے انھین مبارک بندون کی شان مین ارشاد فرماتا ہے وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ ..... مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (اور جب سنین وہ جو اُتارا گیا رسول پر تو دیکھے

تصدیق نجاشی

[1] ابن ہشام صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰ ابن الاثیر جلد دوم صفحہ ۶۱ ۔

کہ انکی آنکھین آنسوؤن سے بہتی ہین اسلئے کہ حق کو پہچان لیا کہتے ہین اے رب ہمارے ہم ایمان لائے پس ہمکو گواہون مین لکھ لے۔ پارہ ۷) نجاشی کو اب پورے طور سے اسلام کی حقانیت ثابت ہوگئی ور باریون کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا ہے ایک ہی فانوس سے ہے اور بیشک حضرت مسیحؑ کی نسبت ان لوگون کا خیال وہی ہے جو خود حضرت عیسیٰؑ نے انجیل مین تعلیم فرمایا ہے۔ مین تصدیق کرتا ہون کہ جس رسول کی حضرت مسیحؑ نے بشارت دی وہ یہی محمد رسول اللہ ہین۔ یہ کہکر اُسنے قریش کے سفیرون کو دربار سے نکلوادیا انکے تحفہ تحائف واپس کردئے اور مہاجرین کو شاد و آباد کردیا۔

عتبہ بن ربیعہ کا آنحضرتؐ کو دنیاوی لالچ دینا اور آپ کا جواب

ادہر کفار مکہ طرح طرح سے کوششین کرنے لگے کہ آنحضرتؐ کسیطرح بُت پرستی کی بیخ کنی سے باز آئین۔ کئی مرتبہ سردار قریش آپکے پاس اسغرض سے حاضر ہوئے کہ دنیاوی لالچ دلاکر آپ کو اسکام سے باز رکھین ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ جو مکہ کا ایک مشہور سردار اور بڑا مالدار تھا حاضر ہوکر کہنے لگا" اے میرے بھائی کے بیٹے اگر تجھے اس کام سے مال و دولت جمع کرنے کا ارادہ ہو تو ہم سے کہدے ہم سب ملکر تجھکو مالامال کردین۔ اگر جاہ و عزت چاہتا ہو ہم سب اپنا رئیس مان لین اور تیری اطاعت کرین۔ اگر حکومت کی خواہش ہو ہم تجھے اپنا بادشاہ تسلیم کرلین۔ اگر کچھ دماغی خلل ہوگیا ہو تو ہم ابھی طبیبون کو بلاکر تیرے علاج مین جان لڑادین۔ آنحضرتؐ نے جنکو صرف خلق اللہ کی خیرخواہی مدنظر تھی جواب مین فقط سورۂ "حم سجدہ" کا پہلا رکوع پڑہکر سنادیا جسکا ترجمہ یہ ہے (یہ فرمان خدائے رحمن ورحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قران کتاب ہے جسکی باتین زبان عربی مین سمجھدار لوگون کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہین۔ ماننے والون کو خوشنودی خدا کی خوشخبری سناتا اور منکرون کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے۔ اسپر بھی اکثرون نے انہین سے مُنہ موڑلیا اور وہ اسکو سنتے ہی نہین اور کہتے ہین کہ جس بات کی طرف تم ہمکو بلاتے ہو ہمارے دل تو اُس سے پردون مین ہین (یعنے تمہاری بات دل کو نہین لگتی) اور ہمارے کانون مین ایک طرح کی گرانی ہے (جو تم کہتے ہو سنائی نہین دیتا) اور ہم مین اور تم مین ایک طرح کا پردہ حائل ہے

اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ ہم اپنے طور پر عمل کر رہے ہین - اے پیغمبر تم ان لوگون سے کہو کہ مین بھی تم ہی جیسا بشر ہون مگر مجھپر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس وہی ایک معبود ہے پس سیدھے اسی کی طرف مُنہ کئے چلے جاؤ اور اس سے اپنے گناہون کی معافی مانگو اور شرک کرنے والون پر افسوس کہ وہ صدقہ نہین دیتے اور آخرت کے بھی منکر ہین - البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے نیک عمل بھی کئے انکے لئے آخرت مین بڑا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہین)

تلاوت ختم فرماکر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اے ابوالولید تو نے سنا اب تجھے اختیار ہے کہ ان دو راہون سے جاہے جس راہ پر چلے[ل]۔

کفار قریش جب لالچ دلاتے دلاتے تھک گئے - اب ایک دوسری چال چلے - ایکدن سب ملکر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم تیرے رسُن اور مرتبہ کا لحاظ کرتے ہین مگر ایک حد تک اب ہم سے تیرے بھتیجے کی باتین سنی نہین جاتین کیا غضب ہے کہ ہمارے باپ دادا دن کے معبودون کو برا بھلا کہتا ہے - اب یا تو آپ مہربانی کرکے انھین سمجھادین کہ آئیندہ سے اپنی زبان بند کرلین ورنہ پھر یقین مانئے ہم اُن سے اور اُنکے جانب دارون سے اچھی طرح سمجھ لینگے

مشرکین کی دہمکی حضرت ابوطالب کا تذبذب اور آنحضرت کا استقلال

مشرکین یہ دہمکی دیکر چلے گئے - حضرت ابوطالب نے خیال کیا کہ اب معاملہ نازک ہوگیا - نہ ان سرکشون سے بگاڑتے ہی بنتی ہے اور نہ اپنے نیک نفس بھتیجے کی رفاقت چھوڑی جاتی ہے آخر پریشان ہوکر آپ نے آنحضرتؐ کو بلایا اور حالت موجودہ کے نشیب و فراز سے آگاہ کرکے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ تم ہی خاموش رہو اور انکے پند و نصائح سے باز آؤ - آنحضرتؐ نے یہ سنکر خیال فرمایا کہ شاید چچا نے بھی اب میری حمایت سے دست برداری ظاہر کی ہے فوراً خدا پر بھروسہ کرکے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کمال استقلال سے ارشاد فرمایا "اے میرے چچا اگر قریش آفتاب کو میرے دائین طرف اور ماہتاب کو بائین طرف لاکر رکھدین تب بھی مین اپنے فرض سے باز نہ آونگا اور خدا کے حکم مین ایک حرف بھی کم نہ کرون گا خواہ اس کوشش مین میرا سر جائے

[ل] ابن ہشام صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶ -

یار ہے۔ یہ پرجوش الفاظ کہکر اس پاکباز عاشق صادق رسولؐ کے آنسو بھر آئے اور وہان سے
منہ پھیر کر باہر چلا۔ حضرت ابوطالب سے جنپر آنحضرتؐ کے اس خلوص اور ہمت کا گہرا اثر پڑا اب ضبط نہو سکا
چلاکر کہا اے میرے بھتیجے کہان چلے ادہر آؤ جس تیرے جو دل مین آئے شوق سے کر خدا کی قسم
مین ہرگز تیری رفاقت نچھوڑونگا یہانتک کہ ایکدن خاک مین ملجاؤن ؎۱

ایمان حضرت حمزہؓ

مشرکین کو جسوقت یہ حال معلوم ہوا سمجھے کہ دہمکی سے کام نہ نکلا پھر بدستور ایذا دینے لگے
اور زد و کوب تک نوبت پہونچادی۔ ایکدن آنحضرتؐ کوہ صفا پر تشریف فرما تھے ابوجہل نکلا اور آپ کو
دیکھکر گالیان دینے لگا اور ایک پتھر اُٹھا کر مارا جس سے سر مبارک زخمی ہوگیا اور خون جاری ہوگیا
آپ صبر کرکے چپکے اُٹھے اور گھر چلے آئے۔ اتفاقاً آپکے چچا حضرت حمزہؓ جو ایک دلیر اور غیور جوان تھے
شکار سے واپس آکر اسی راستہ سے آرہے تھے۔ ایک عورت نے آپ سے مخاطب ہوکر کہا افسوس
تمہارے بھتیجے کو ابوجہل نے آج بیطرح زخمی کیا ہے۔ یہ سنکر آپکا خون جوش مین آیا فوراً ابوجہل کے
پاس غصہ مین بھرے ہوئے پہونچے اور گالیان دیکر اپنی کمان سے اسکا سر توڑ دیا۔ بنی مخزوم دوڑے کہ
آپ کو مارین ابوجہل نے منع کیا کہ کہین ایسا نہ ہو کہ آپ ہملوگون سے خفا ہوکر مسلمان ہوجائین اور
ہمارا ایک بہادر جوان کم ہوجائے۔ غرضکہ حضرت حمزہؓ اپنے بھتیجے کا بدلہ لیکر چل کھڑے ہوئے اور
کعبہ شریف کا طواف کرکے آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا اے بھتیجے اب غم نہ کر مینے تیرے عوض
اُس ملعون کا سر توڑ دیا ہے کیون اب خوش ہوئے کہ نہین۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا میرا دل اسبات سے
کیا خوش ہو مجھے خوشی تو اسوقت ہو جب آپ کلمۂ شہادت پڑہکر راہ حق اختیار فرمائین حضرت حمزہؓ کو
اب آپ کی للہیت کا پورا یقین ہوگیا جواب دیا اب مین اسی نیت سے آیا ہون۔ آنحضرتؐ خوش ہوکر
اُٹھ کھڑے ہوئے اپنے چچا کے سر کو چوم لیا اور اسلام کی تلقین فرمائی۔

قریش یہ خبر سنکر متردد ہوئے اور اب نہایت مستعدی سے اشاعت اسلام کے روکنے

ایمان حضرت عمرؓ

پر آمادہ ہوئے آنحضرتؐ کو کعبہ شریف مین نماز پڑہنے سے روک دیا اور اسقدر تنگ کیا کہ آپکا باہر

؎۱ ابن ہشام صفحہ ۱۶۸ ابوالفدا صفحہ ۱۷۰۔

نکلنا مشکل ہوگیا مجبوراً آپ چند دن تک دارارقم مین پوشیدہ رہے۔ اس روک ٹوک
سے غمگین ہوکر آپ نے درگاہ مقلب القلوب مین دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرِ وبْنِ الْهِشَامِ
اَوْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (اے اللہ دین اسلام کو ابوجہل یا عمرؓ کے ایمان لانے سے قوی کردے)
حق تعالے نے یہ شرف ابن خطاب کو عطا فرمایا اور اسی جوہر قابل کو جسکی کوشش سے مصر
وشام وایران مین اسلام کا ڈنکا بجنے والا تھا قبول فرمایا۔ حضرت عمرؓ کو ایک دن خبر ملی کہ ان کے
بہن بہنوئی نے بھی اسلام قبول کرلیا آپ بہت غضبناک ہوئے اور پیچ وتاب کھاتے ہوئے
اپنی بہن کے گھر گئے دیکھا دروازہ بند ہے اور کچھ پڑھنے کی آواز آرہی ہے آپ نے پکارا بہن
نے وہ صحیفہ جسمین آیات کلام مجید تحریر تھین چھپادیا اور ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا حضرت عمرؓ
اندر آئے اور اپنی بہن کو سخت سست کہکر اسقدر مارا کہ خون جاری ہوگیا مگر آپ کی بہن آپ ہی
کی بہن تھین نہایت استقلال سے رو رو کر کہنے لگین اب چاہے تم مجھکو مار ہی کیون نہ ڈالو مگر
مین دین حق سے نہین پھرنے کی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنکر ہاتھ روک لیا اور کہا اچھا تم کیا
پڑھتی تھین آپکی بہن نے وہ صحیفہ دیدیا جسمین لکھا تھا سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ..... عَلِيْمٌ (سورۂ حدید پارہ ۲۷) یہ پاک نوشتہ پڑھکر آپ پر محویت طاری
ہوگئی مثل ہے کہ لوہا لوہے سے کٹتا ہے سورۂ حدید کی ان آیات نے آپکے سخت قلب کو نرم
کردیا۔ قدرت وکمال الٰہی کی تصویر آنکھون کے سامنے کھنچ گئی عظمت وجلال خداوندی کی
ہیبت سے کوہ سینہ شق ہوگیا اور آنکھون سے چشمۂ اشک بہنے لگے جسوقت اس آیت پر
پہونچے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جذبۂ صادق رنگ لایا اور کشان کشان درِ مقصود تک پہونچادیا
آپ بیتابانہ دارارقم مین پہونچے جہان آنحضرتؐ مع چند صحابہ کے دروازہ بند کئے تشریف
فرما تھے۔ حضرت عمرؓ نے آواز دی بعض صحابی مشوش ہوئے مگر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کچھ حرج
نہین دروازہ کھول دو۔ حضرت حمزہؓ نے دروازہ کھول دیا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اے ابن خطاب
کیا ارادہ ہے حضرت عمرؓ جو ہیبت سے مرعوب ہو رہے تھے کلمہ شہادت زبان پر لائے اور

مسلمانون نے خوش ہوکر تکبیر کہی۔ نماز کے وقت حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کفار اپنے معبودون کو برملا پوجتے ہین ہم بھی اپنے قادر مطلق کی اعلان کے ساتھ کیون نہ عبادت کرین۔ آنحضرتؐ اُٹھے اور مسلمانون کو جن کی تعداد اب پورے چالیس تک پہونچگئی تھی ساتھ لے کر کعبہ شریف مین تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔

قریش کا ترک برادری کرنا اور آنحضرت اور آپکے اہل خوا کا شعب ابوطالب مین محص ہوجانا

کفار قریش کو یہ حال دیکھکر نہایت رنج ہوا اور مسلمانون کی طرف سے اندیشہ ناک ہوگئے اسی اثنا مین حبشہ سے انکے سفیر واپس آئے اور اپنی ناکامی اور مہاجرین کی کامیابی کا حال بیان کیا۔ مشرکین کو نہایت تردد ہوا سمجھے کہ اسلام اب زور باندھنے لگا اسکے روکنے کی کچھ تدبیر ضرور ہونا چاہئے چنانچہ سبھون نے ملکر نبوت کے ساتوین سال یہ تجویز کی کہ آنحضرتؐ اور آپکے تمام کنبہ والون سے برادری ترک کردین۔ شادی بیاہ کہانا پینا اُٹھنا بیٹھنا خرید فروخت سب موقوف انکے رنج وراحت اور مرنے جینے کسی مین شرکت نہ کرین اور یک قلم سارے رشتہ توڑ دین جب تک کہ آنحضرتؐ کو انکے کنبے والے ہمارے حوالہ نہ کردین۔ چنانچہ ایک عہد نامہ لکھا گیا اور تمام مشرکین نے اسپر اپنی اپنی مہرین کرکے خانۂ کعبہ مین لٹکادیا اور نہایت سختی کے ساتھ اسپر عمل ہونے لگا تمام مسلمان اور کل بنی ہاشم باستثنائے ابولہب مجبور ہوکر ایک گھاٹی مین جسکو شعب ابوطالب کہتے ہین پناہ گزین ہوئے اور نہایت سختی اور مصیبت سے بسر کرنے لگے۔ حج کے ایام مین جبکہ باہر سے لوگ آتے تھے آنحضرتؐ گھاٹی سے نکلکر انکے پاس جاکر توحید کی منادی کرتے تھے مگر ابولہب آپکے پیچھے پیچھے پھرتا تھا آپ کی نسبت ہذیان بکتا تھا اور کسی کو اس ہادی برحق کی بات سننے نہ دیتا تھا۔ تین برس تک اسی آفت کا سامنا رہا اور قریب تھا کہ ہلاکت کی نوبت پہونچ جائے مگر خدا نے اپنا فضل کیا چند سردار قریش جو بنی ہاشم کے قریب کے رشتہ دار تھے اس ظالمانہ کارروائی اور محصورین کی دردناک حالت سے متاثر ہوئے۔ آخر ہشام ابن عمرو اور زبیر ابن ابوامیہ کی کوششون سے نبوت کے دسوین سال وہ عہد نامہ جسے اب دیمک چاٹگئی تھی

اور بجز خدا اور رسول کے نام کے کچھ نچھوڑا تھا پھاڑ ڈالا گیا اور دوست و دشمن پہر بدستور ملنے لگے۔

وفات حضرت ابوطالب اور وفات حضرت خدیجہؓ اور ان دونون پر ریمارک

اس آفت سے نجات پاکر تہوڑے دن بھی نہین گذرے تھے کہ آنحضرتؐ کو دو سخت سانحہ پیش آئے۔ حضرت ابوطالب جنہون نے بچپن سے اپنے یتیم بہتیجے کو کمال شفقت سے پرورش کیا تھا اور آغاز نبوت سے اب تک ہر طرح سے آپ کی اعانت اور حمایت کے واسطے سینہ سپر ہوگئے تھے نبوت کے دسوین سال مذکورۂ بالا واقعہ کے آٹھ ماہ بعد ستاسی برس کے سن مین اس دار فانی سے رحلت کی۔ مرتے وقت آپ نے سرداران قریش اور اپنے تمام عزیزون کو جنمین بہت سے ابہی ایمان نہین لائے تھے بلایا اور آنحضرتؐ کی راستبازی اور فی سبیل اللہ کوششون کی تعریف کرکے آپ کی اعانت اور حمایت کے واسطے وصیت کی۔ حق یہ ہے کہ حضرت ابوطالب نے آپ کی رفاقت کا پورا حق ادا کیا اور مرتے دم تک آپ ہی کا دم بہرتے رہے بیشک **مصرعہ**

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

آنحضرتؐ کے آنسو ابہی اپنے شفیق چچا کے غم مین خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک دوسرا سخت سانحہ پیش آیا یعنے تیسرے دن حضرت ام المومنین خدیجہؓ نے پینسٹھ ۶۵ برس کے سن مین انتقال فرمایا اور مقبرہ حجون مکہ معظمہ مین دفن ہوئین عقد سے پچیس ۲۵ برس تک حضرت خدیجہؓ آنحضرتؐ کی انیس و جلیس رہین اور اپنا سارا مال و اسباب آپ پر تصدق کر دیا جسوقت اس نبی برحق پر کوئی فرد بشر ایمان نہین لایا تھا اتنا ہی نہین بلکہ جسوقت خود آنحضرتؐ کی نزول وحی اور مشاہدہ ملک سے ہیبت چھائی ہوئی تھی حضرت خدیجہؓ نے فرشتہ رحمت بنکر آپ کی تسلی کی اور سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور مرتے دم تک ہر مصیبت مین غم غلط کرتی رہین۔ آنحضرتؐ کو بھی آپ سے اسقدر محبت تھی کہ آپ کی دلجوئی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور جب تک آپ زندہ رہین دوسرا عقد نہ کیا اور اپنے شباب کا پورا زمانہ آپ ہی کے ساتھ نباہ دیا۔ آپ کی محبت کا اندازہ اسطرح ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی

کی وفات کے بعد زندگی بھر جب اُنکا ذکر آتا تھا دل بھر آتا تھا اور آنسو ٹپک پڑتے تھے[1] بیشک
اس باہمی برتاؤ نے جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً کی پوری تصویر کھینچدی اور عملی طور سے دیکھا دیا کہ میان
بی بی کے تعلقات کیسے ہونا چاہئے۔ خدا نے دنیا مین مرد و زن کو پیدا کر کے اپنی صفات کاملہ
کا کرشمہ دکھایا ہے۔ ایک کو مظہر جلال بنایا دوسرے کو مظہر جمال تاکہ دونون ایک دوسرے
کے رفیق راہ بلکہ یک جان دو قالب ہوکر منزل مقصود تک پہونچ جائین اور اپنی جیتی جاگتی نیک
یادگارین چھوڑ جائین۔ عقد نکاح کی بس یہی غایت ہے ورنہ انسان اور حیوان مین فرق ہی کیا رہا۔

سورۂ کوثر کی شان نزول

حضرت خدیجہؓ سے بالترتیب دو بیٹے قاسم اور عبداللہ (انکا لقب طیب و طاہر ہے)
اور چار بیٹیان زینب۔ رقیہ۔ کلثوم۔ فاطمہ۔ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئین۔ مگر دونون بیٹون نے بچپن
ہی مین انتقال کیا۔ جسوقت عبداللہؓ نے بھی رحلت کی۔ ایک کافر عاص بن وائل سہمی نے
نہایت بیدردی سے کہا کہ محمدؐ کے بیٹے مرتے جاتے ہین یہ اپنی زندگی مین جو چاہین کرلین
ان کے بعد انکا نام و نشان بھی نرہے گا اور انھین لوگ الابتر کہین گے۔ خداوند کریم نے
اپنے دل شکستہ رسول کی تسلی کے واسطے سورۂ کوثر نازل فرمائی کہ آپکا چشمۂ فیض ہمیشہ
جاری رہے گا۔ آل محمدی اور امتیان احمدی جو آپکے فرزند معنوی ہین ابدالآباد تک آپکا نام روشن

[1] جنگ بدر مین آنحضرتؐ کے داماد ابوالعاص جو اس وقت تک ایمان نہین لائے تھے مع دوسرے کافرون کے قید ہوکر آئے۔ جسوقت قریش نے مسلمانون کو فدیہ ادا کرکے اپنے اپنے قیدی چھڑائے۔ ابوالعاص کی بی بی حضرت زینب بنت رسول اللہ نے بھی فدیہ بھیجا جسمین وہ قلادہ بھی تھا جسکو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی کے جہیز مین دیا تھا آنحضرتؐ کی نظر مبارک جسوقت اس قلادہ پر پڑی حضرت خدیجہؓ یاد آگئین اشک بھر آئے اور نہایت رقت ہوئی (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۵۸۰) اسیطرح ایکدن آنحضرتؐ حضرت عائشہؓ کے یہان تشریف فرما تھے ہالہ حضرت خدیجہؓ کی بہن نے دروازہ پر دستک دی آنحضرتؐ نے فرمایا خدیجہؓ کی بہن آتی ہین حضرت عائشہؓ نے یہ سنکر عرض کیا کہ آپ کب تک بڈھی خدیجہ کو یاد کرتے رہینگے خدا نے آپکو اس سے اچھی بی بی عطا کی حضرت رسولخداؐ یہ سنکر آبدیدہ ہوگئے اور ارشاد فرمایا خدا کی قسم کوئی اس سے بہتر بی بی مجھکو نہین ملی جسوقت کوئی بھی ایمان نہین لایا تھا خدیجہ نے پہلے پہل میری تصدیق کی اور جسوقت سبھون نے مجھکو محروم کردیا تھا خدیجہؓ نے تمام مال سے میری مدد کی۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۵۹۶۔ ناسخ التواریخ ذکر حضرت خدیجہؓ ۱۱ جلد اول از کتاب دوم)۔

کرینگے آپ پر اور آپکے آل پر ہر روز پنجوقتہ درود پڑھا جائیگا اور اُس مردود کا فاتحہ نہ درود۔
الغرض ان دو مسلسل حادثون سے جنکے باعث اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا۔ آنحضرتؐ
کو سخت صدمہ پہونچا مشرکین نے حضرت ابوطالب کے اوٹھ جانے سے اور بھی بے روک ٹوک
آزار دینا شروع کیا مگر آنحضرتؐ ثابت قدمی کے ساتھ اسلام کا وعظ فرماتے رہے۔ کفار کی
قساوت اب بڑہتی جاتی ہے آخر ان لوگون کے ایمان لانے سے ناامید ہوکر آپنے طائف کی طرف
جو مکہ کے جنوب مین ایک سرسبز اور شاداب قطعہ زمین ہے بنی ثقیف کی ہدایت کے واسطے رخ
کیا۔ روانگی سے پیشتر آپ نے ایک بیکس بے پناہ بیوہ سے جنکا نام سودہؓ بنت زمعہ قریشیہ
تھا بہ نظر ترحم نکاح کرلیا حضرت سودہؓ کے پہلے شوہر سکران سے ایک بیٹا عبدالرحمن نام پیدا ہوا۔ قریش
کے ایذاؤن سے تنگ آکر سکران نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ حبشہ کیطرف ہجرت کی
اور وہین انتقال کیا حضرت سودہؓ کا اب کوئی والی وارث نرہا حیران پریشان کہ واپس آئین۔
آنحضرتؐ نے سودہؓ کی حالت زار ملاحظہ فرماکر اور اسلام قبول کرنے کے بعد سے جو جو مصیبتین
اس مستقل مزاج نیکدل خاتون پر پڑی تھین اُن سے متاثر ہوکر عقد کرلیا اور ایسی حالت
مین جب کہ آپ خود ہی مصیبتون مین پھنسے ہوئے تھے ایک بیکس خاتون سے جو آپ سے
عمر مین کچھ بڑی بھی تھین نکاح کرکے بے پناہ مستورات کی معاونت کی ایک زبردست نظیر
قائم کردی۔

حضرت سودہؓ

آنحضرتؐ الغرض زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لے کر پیادہ پا مکہ معظمہ سے طائف روانہ ہوئے
راہ مین جو جو قبائل ملتے گئے آپنے انکو خداپرستی کی طرف بلایا مگر کسی نے بھی توجہ نہ کی۔ آپ
خدا پر بھروسہ کئے ہوئے آگے بڑھے اور بلاد ثقیف مین پہونچکر ایک ماہ تک امیر وغریب
سب کو دعوت اسلام دی مگر ان نفس پرستون نے اس پاکباز مخبر صادق کی فی سبیل اللہ
نصیحتون کو مطلق نہ سنا اور الٹے آپ کو سخت سست کہنا شروع کیا۔ سرداران ثقیف
جنھین جاہ وعزت کی نخوت نے فرعون بے سامان بنا رکھا تھا طنز کے طور پر حقارت آمیز

سفر طائف اور ناکام واپس آنا

لہجہ مین کہنے لگے کہ یہہ دیکھئے ایک ٹوٹا مارا مسافر ہمارے ہدایت کو آیا ہے خدا کو اگر ہمارے پاس اپنا رسول بھیجنا تھا تو کسی عزت دار سردار کو بھیجتا کہ اُس کی شان و شوکت سے ہمارے دلون مین اُس کی وقعت ہوتی ہے[۱] آنحضرت ان زہر آلود الفاظ کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے اور اُس کے معاوضہ مین اپنے لب جان بخش سے آب حیات پلاتے ہی رہے۔ مگر ان ناکسون نے آپ کی ذرا قدر نہ کی اور غلامون اور لڑکون کو لگا دیا کہ آپ کو گالیان دے دے کر پتھر برسانا شروع کردین۔ یہ بدمعاش آپ کو اور آپ کے ساتھ زید بن حارثہؓ کو زخمی کرکے آبادی سے باہر کر آئے اللہ اللہ یہ برگزیدگان الٰہی کا جگر ہے کہ خلق اللہ کی فلاح دارین کے لئے خدا واسطے کوہ بلا سر پر اُٹھاتے ہین اور اُف نہین کرتے سچ ہے **مصرعہ**

جنکے رتبے ہین سوا اونکو سوا مشکل ہے

حضرت رسول خدا زخمون سے چور ہو کے پیاسے جنگل مین ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور درگاہ بے نیاز مین دو رکعت نماز ادا کر کے سوز و گداز کے ساتھ مناجات کے واسطے ہاتھ اُٹھا کر یون عرض کرنے لگے " اے اللہ مین اپنے ضعف قوت قلت حیلت اور مخلوق کے سامنے اپنی خواری کی تجھ سے شکایت کرتا ہون (یعنے مجھہ ناتوان سے کچھ بنائے نہین بنتی اور ہر طرف ذلت کا سامنا ہے) توہی ارحم الراحمین ہے ضعیف مسکینون کا پالنے والا اور مجھہ درماندہ کا سنبھالنے والا ہے۔ تو مجھے کسکے حوالہ کرتا ہے کیا ایسے بیگانہ کے سپرد کرتا ہے جو مجھے دیکھکر مُنہ بگاڑتا ہے یا ایسے دشمن کے حوالہ کرتا ہے جو میرے کام کا مالک قرار دیا گیا ہے۔ اگر تیرا غضب مجھپر نہین ہے تو مجھے کچھ ڈر نہین لیکن تیرا عرصہ عافیت میرے واسطے کشادہ ہے۔ مین تیرے چہرۂ زیبا کے نور کی جس سے تاریکیان روشن اور دنیا اور دین کے کام ٹھیک ہوتے ہین پناہ پکڑ کر عرض کرتا ہون کہ کہین ایسا نہ ہو کہ مجھہ پر تیرا غضب نازل ہو اور

۱؎ حق تعالے ارشاد فرماتا ہے وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ (سورہ زخرف پارہ ۲۵)

تو مجھ سے بگڑ جائے - عتاب بس تیرا ہی ہے جب تک تو راضی نہ ہو - برائیون سے بچاؤ اور نیکیون کی قوت تیرے ہی عنایت پر منحصر ہے[۱]"

الغرض آنحضرت ملول و محزون پھر مکہ واپس آئے اور اب زیادہ تر ان لوگون کی ہدایت کی طرف توجہ فرمائی جو مکہ مین بغرض تجارت یا مذہبی فرض ادا کرنے کے واسطے باہر سے آتے تھے - نبوت کے گیارھوین سال حج کے ایام مین ایکدن آپ عقبہ منا مین تشریف فرما تھے - لوگون کی جاہلانہ اور وحشیانہ رسمین اور انکی ہوا پرستیان دیکھہ دیکھہ کر اس ہادی مشفق کا دل خلق خدا کی اصلاح کے واسطے بیتاب ہو جاتا تھا مگر اس طوفان بے تمیزی مین اسکی سنتا ہی کون تھا کفار قریش نے اپنا دل پتھر کر لیا تھا اور نوواردون کے واسطے بھی سختی سے سنگ راہ ہوتے تھے نہ خود سنتے تھے اور نہ سننے دیتے تھے ایسی نامرادی کی حالت مین آپ تھے اور دیکھا کہ ایک مقام پر سرزمین یثرب کے چھہ نووارد آپس مین باتین کر رہے ہین آپ ٹھہر گئے اور اس امید پر کہ شاید انمین کوئی راہ حق کا طالب نکل آئے مخاطب ہوکر فرمایا کہ سنو مین تم سے کچھہ کہنا چاہتا ہون انکو متوجہ پاکر آپنے اپنی معجز بیانی سے خدائے واحد ذوالجلال کی تقدیس و تحمید ذکر فرماکر ان کو انکے برائیون اور گناہون سے آگاہ کرکے نیک راہ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی - آپکے خلوص اور سچے جوش سے متاثر ہوکر اسیوقت یثرب کے ان چھہ مسافرون نے صدق دل سے کلمہ[۲]

چھہ یثربیون کا ایمان لانا

---

[۱] اصل عبارت حسب ذیل ہے - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَهَوَانِیْ عِنْدَ الْمَخْلُوْقِیْنَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَاَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَرَبِّیْ - اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی الْبَعِیْدِ یَتَجَهَّمُنِیْ اَوْ عَدُوٍّ مَلَّکْتَهٗ اَمْرِیْ اِنْ لَمْ یَکُنْ بِکَ بِیْ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ - وَلٰکِنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ - اِنِّیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُکَ وَیَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ (ابن ہشام صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰)

[۲] منقول ہے کہ راہ مین چند اجنہ قران مجید سنکر آپ پر ایمان لائے - اجنہ کو علے العموم ایک جداگانہ آتشی مخلوق سمجھتے ہین مگر بعض کے نزدیک ان سے صحرائی آدمی مراد ہین والعلم عند اللہ - ۱۲

۴ ... مشہور قبیلے آباد تھے

انکے علاوہ تھوڑے یہود بھی جوارض فلسطین سے یونانیون اور رومیون کے ظلم وجور سے بھاگ نکلے تھے مدت سے یہان آباد ہوگئے تھے اور باشندون سے گھل مل گئے تھے توریت مین جسوقت یہ لوگ نبی آخرالزمان کی بشارت پڑھتے تھے بے اختیار دعا مانگتے تھے کہ اے رب الافواج نبی آخرالزمان جلد مبعوث ہو کہ اسکی برکت سے ہمارا اگلا جاہ وجلال عود کر آئے ۔ اوس اور خزرج مین یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ یہ لوگ نبی کے منتظر ہین الغرض جسطرح کوئی مسافر گہر پہونچکر یار آشناؤن سے ذوق و شوق کے ساتھ عجائبات سفر بیان کرتا ہے اور تحفہ تحائف دیتا ہے اسیطرح ان شیدائیان حق نے یثرب پہونچکر خوشی خوشی اپنے یار دوستون کو بشارت دینا شروع کی کہ ہمارے پڑوسی یہود کہا کرتے ہین کہ "آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانون کو جمال سے چھپادیا اسکی ستایش سے زمین بھر گئی" (کتاب حبقوق باب ۳-۳) لو ہم نے اپنے آنکھون سے قدوس کو فاران پر دیکھا اسکے تجلی جمال کی ایک ہی جھلک نے ہمارے سینائے سینہ کو روشن کردیا بیشک وہ نبی جسکی ستایش سے زمین بھر گئی محمد ﷺ ہین جو مکہ مین اسوقت ہمارے ہی قوم مین سے مبعوث ہوئے ہین ۔ اس بشارت نے کچھ ایسا اثر کیا کہ اوس اور خزرج کے قبیلون سے کئی شخص نادیدہ مشتاق دیدار ہوگئے سچ ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کین دولت از گفتار خیزد

بیعت عقبۃ الاولی

دوسرے سال یعنے نبوت کے بارھوین برس ان سابق الایمان مسلمانون کے ہمراہ گروہ اوس اور خزرج کے چھ اور شخص آنحضرت کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے اور دولت ایمان سے مالامال ہوکر ان امور پر بیعت کی کہ "ہم ذات واحد کا کوئی شریک نہ مانین گے ۔ چوری اور حرامکاری سے باز آئین گے ۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرین گے ۔ بہتان اور غیبت سے بچین گے رسولخدا ﷺ کی اطاعت ہر امر خیر مین بجالائین گے اور رنج وراحت مین آپ پر فدا رہین گے" اس بیعت کا نام بیعت عقبۃ الاولی ہے ۔ رخصت کے وقت آنحضرت نے اس جماعت کی خواہش کے موافق اپنے ایک صحابی مصعب بن عمیر رض کو تلقین وتعلیم کے واسطے ہمراہ کردیا ۔ یثرب پہونچکر

اس جماعت نے سرگرمی سے اسلام کی اشاعت شروع کردی اور دین حق یثرب والون مین گھر کرنے لگا۔

ادہر مکہ مین آنحضرت کے صبر و استقلال کا سخت امتحان ہو رہا تھا۔ کفار قریش نے آزار رسانی کا کوئی پہلو اٹھا نرکھا تھا اب انکی قساوت حد درجہ کو پہونچ گئی تھی۔ اسلام کی بیخ کنی مین ہر وقت تلے بیٹھے رہتے تھے مگر آنحضرت کسیطرح ہمت نہارے۔ نصرت الہی پر آپ کو پورا وثوق تھا حق کی فتح پر کامل یقین تھا اسلام اور اسکی پاکیزہ تعلیم کے قیامت تک نہ مٹنے والے اثر کا عقیدہ آپکے دل مین راسخ تھا خواہ عروج اسلام آپ کی زندگی مین ہو یا بعد کو حق تعالے ارشاد فرماتا ہے فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ ..... فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ترجمہ پس تو صبر کر بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے پس جیسے وعدے ہم ان لوگون سے کرتے ہین ان مین سے کچھ تجھکو دکھادین یا ان وعدون کے واقع ہونے سے پہلے تجھکو دنیا سے اوٹھالین بہرکیف انکو تو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہی ہے۔ پارہ ۲۴ سورۂ مومن)

واقعہ معراج

انھین ایام مین حق تعالے نے اپنے اولوالعزم رسول کو اپنی قدرت عظمت اور رحمت کا سمان آنکھون سے دکہاکر ایقان کامل کے انتہائی درجہ تک پہونچادیا یعنے اشرف المخلوقات کے گروہ مین سے ایک خاص الخاص بندہ کو ایک شب مین معراج کمال پر پہونچاکر خلعت اصطفا سے سرفراز فرمایا اور عالم شہود مین عالم غیب کے اسرار آئینہ کردئے۔ شرح معراج کے واسطے لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (تاکہ ہم اسے اپنی نشانیان دکہائین) کا اشارہ کافی ہے اس سے زیادہ

اگر یک سرِ موئے برتر پرم ۔۔۔ فروغ تجلی بسوزد پرم

وہ سرور وہ لذت وہ ذوق حضوری وہ کیفیت وہ سوز و گداز وہ راز و نیاز وہ مشاہدہ وہ استغراق زبان قلم سے کیونکر ادا ہو۔ ان جذبات کے پرتو کا عشر عشیر اس مومن متقی کے قلب روشن پر جلوہ افگن ہوتا ہے جو ذوق شوق اور خضوع اور خشوع کے ساتھ پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے۔ یہی نماز وہ لوزانی تحفہ ہے جو بارگاہ صمدیت سے محبوب کبریا کو اسی شب معراج مین عطا ہوا اور آپ نے

کمال دریا دلی سے اپنے پیرووں کو اسکے فیض سے فائز فرمایا - بیشک قضیۂ معراج کی تصدیق کے واسطے نماز برہان مسلم دے ہے اسکا منکر انسان کے بدیہی مدارج کمال کا منکر ہے ؎۱ حقیقت مین انسان ایک مشت خاک ہے مگر اسکے پوشیدہ جوہرون سے وہی خوب واقف ہے جس نے اسکو خلق کیا ہے - اسکا قلب جو عرش خدا ہے عجائبات سے بہرا ہوا ہے عالم بالا اسکا جولانگاہ ہے بس فیضان الہی کا ایک اشارہ چاہئے خوب ؎

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رود — دست در پاے کبوتر زد و ناگاہ رسید

سبیعت عقبۂ ثانیہ

نبوت کے تیرھوین سال ایام حج مین یثرب سے ایک جم غفیر مکہ کو روانہ ہوا اسمین ۷۵ آدمی جو اسلام مین مین ایمان لائے تھے اس ارادہ سے شریک ہوکر ہمراہ ہوئے کہ حضرت رسولخداؐ کو اپنے شہر مین بلائین تاکہ اپنا جان و مال آپکے قدمون پر نثار کرکے دین حق کی اشاعت مین کوشش کرین - ایام تشریق کی ایک شب کو شیدائیان حق کا یہ مختصر گروہ اپنے بت پرست ساتھیون سے چھپکر اسی جگہ جہان کہ بیعت عقبہ الاولی عمل مین آئی تھی جمع ہوا اور حضرت رسولخداؐ کو اطلاع دی آپ اپنے چچا حضرت عباس کے ہمراہ جو اسوقت تک اگرچہ ایمان نہین لائے تھے مگر بمقتضائے شفقت اپنے بھتیجے کے کامون مین معین و مددگار رہتے تھے وہان تشریف لائے سب سے پہلے حضرت عباسؓ نے فرمایا "لوگو تم جانتے ہو کہ محمد صلعم ہمارے قوم مین کس پایہ کے آدمی ہین - قریش جونکہ مذہبی معاملہ

؎۱ معراج کے واقعہ کو ہمارے شعرا کی رنگینیون اور واعظین کی لن ترانیون نے فسانہ بنادیا ہے جسطرح یہود نے معراج یعقوبؑ (کتاب پیدایش باب ۲۸) اور حزقیلؑ کو اور عیسائیون نے مکاشفات یوحنا کو عجیب و غریب داستان بناکر ظاہر پرستون کو مسخر کرلیا اسیطرح بہت سے مسلمانون نے معراج کو اسطور پر بیان کیا کہ حقیقت پر پردہ پڑگیا - متقدمین علما مین بعض معراج جسمانی کے قائل تھے بعض روحانی کے صحابہ کرام کا بھی یہی حال تہا مگر علماے متاخرین نے یکطرفہ ڈگری دے دی اور معراج جسمانی کے قائل ہوگئے متقدمین کا اختلاف رحمت تھا مگر متاخرین کا اختلاف فتنہ و فساد اور کفر کے فتوؤنکی بھرمار سے ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا - خداوند کریم ہمپر رحم فرماے اور کتاب اللہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

مین آپکے جانی دشمن ہوگئے ہین اسوجہ سے قبل اسکے کہ تم انکی رفاقت پر عہد کرو پہلے سوچ سمجھہ لو
کہ اس معاملہ مین جان پر کھیلنا پڑے گا اور پوری طور سے شرط وفا ادا کرنا ہوگی اگر تم اس خطرہ مین ہمت
اور استقلال کے ساتھہ پڑنا گوارا کرو تو بہتر ورنہ صاف کہدو تاکہ پہر بعد کو کوئی خرابی پیدا نہو۔ یہ سنکر
لوگون نے عرض کیا یہ تو ہم نے سنا مگر اے رسول خدا آپ بہی کچھہ ارشاد فرمائین ہم خدا اور رسول
سے عہد کرنے کو مستعد بیٹھے ہین۔ آنحضرتؐ نے پہلے کلام مجید کی چند آیتین تلاوت فرمائین پہر
ارشاد فرمایا "اے ایمان والو خداوند تعالے کا عہد یہ ہے کہ بس اسی کی عبادت کرو اور کسیکو اسکا
شریک نہ جانو اور مجہ سے یہ عہد کرو کہ دین حق کی اشاعت مین اپنے جان ومال سے میری مدد کروگے
اور جسوقت تمہارے شہر مین آؤن اسوقت میری اور میرے ساتھیون کی حمایت مثل اپنے اہل و
عیال کے کروگے"۔ سامعین نے عرض کیا اچھا اگر راہ حق مین ہماری جانین کام آئین تو ہمین اسکا
معاوضہ کیا ملے گا۔ مخبر صادق نے جواب دیا بہشت جاودانی اسکا صلہ ہے۔ شیفتگان حق سنے
مسرور ہوکر اب عجیب مزہ کا سوال کیا کہنے لگے "جب حق تعالے آپ کو کامیابی کی مسند نشین
پر بٹہاوے اسوقت آپ ہمین چھوڑ تو نہ دینگے اور ہم سے منہ موڑکر اپنی قوم سے مل تو نجائین گے"
آپ اس کلمہ کو سنکر مسکرائے اور فرمایا "کہین ایسا بھی ہوسکتا ہے مین تمہارا ہوچکا تم میرے
ہوچکے۔ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھہ ہے"۔ یہ سنتا تھا کہ ہر شخص جوش سرور مین کہنے لگا یارسول اللہ
اپنا دست مبارک پہیلائیے ہم سب بیعت کرتے ہین۔ آنحضرتؐ نے عہد لیکر ان مین سے بارہ نقیب
مقرر فرمائے تاکہ یثرب مین دین حق پہیلائین۔ جسوقت یہ کارروائی ہورہی تھی کفار قریش کا ایک
مخبر دور سے یہ ماجرا دیکھکر چلایا اور دوڑا ہوا شہر مین آیا تاکہ کافرون کے سردارون کو اطلاع دے۔ صبح
کو سرداران قریش پیچ وتاب کہاتے ہوئے یثرب کے قافلے مین آئے اور بہت کچھہ ڈرایا دہمکایا
کہ شب کے واقعہ کا کچھہ پتہ چل جائے مگر یہ راز سربستہ کسی طرح نہ کہلا آخر اپنا سا منہہ لے کر رہ گئے
اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ لیکن قریش کی یہ ناکامی آنحضرتؐ اور مسلمانان مکہ کے واسطے بلائے بیدرمان
ہوگئی۔ عناد کی آگ سارے شہر مین بہڑک اٹھی اور ہر مشرک اب تاک مین بیٹہا کہ جسطرح ہوسکے

ان موحدون کا خاتمہ کردے۔ حضرت رسولخدا نے یہ حال دیکھکر مسلمانون کو یثرب مین ہجرت کرنے کی اجازت دی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ مین ایک ایک دو دو کرکے قریب یکصدو گھر کے خالی ہوگئے۔

اس نازک وقت مین جب کہ جان کے لالے پڑے ہوئے تھے مشرکین درندون کی طرح خون کے پیاسے تھے اور ہر طرف موت کا سامنا تھا آنحضرت کمال پامردی اور استقلال کے ساتھ اس مہلکہ مین قدم جمائے رہے یہانتک کہ اصحاب نبی راہ خدا مین ہجرت کرکے بخیر و عافیت یثرب پہونچگئے صرف آپکے ساتھ رفیق قدیم حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت شیر خداؓ علی مرتضی باقی رہگئے۔

قریش کا قتل رسول پر آمادہ ہوکر مکان گھیر لینا

مشرکین قریش یہ حال دیکھکر سمجھے کہ اب غضب ہوگیا مسلمانون کو ایک پناہ کی جگہ مل گئی اور ہم کچھہ نہ کرسکے مگر کیا ہوا ابھی موقع ہاتھ سے نہین گیا۔ بس اب یہی وقت ہے محمدؐ تنہا ہین جو کچھہ کرنا ہو جلدی سے کرنا چاہیئے ورنہ کہین آپ بھی یثرب پہونچ جائین اور ہم ہاتھ ملکر رہجائین۔ چنانچہ نہایت عجلت کے ساتھ مکہ کے دار الندوہ مین مشرکین قریش کے سردارون کا جسمین دوسرے قبیلون کے منتخب اشخاص بھی بلائے گئے تھے ایک جلسہ قرار پایا اور آنحضرتؐ کے متعلق رائے زنی ہونے لگی۔ اسوقت مجلس کا کچھ اور ہی رنگ تھا۔ سرداران قریش بپھرے بیٹھے تھے۔ تیوریان چڑھی ہوئین چہرہ تمتمایا ہوا۔ آنکھین سرخ۔ منہ سے کف جاری۔ کوئی دانت پیس رہا ہے کوئی سخت سست بک رہا ہے غرضکہ ہر طرف غیظ و غضب ہی کے آثار تھے۔ مختلف تجویزین پیش ہوئین۔ کسی نے شہر بدر کرنے کی رائے دی کسی نے قید کر رکھنے کی کسی نے قتل کر ڈالنے کی مگر ابوجہل نے سب کی تردید شروع کی اور کہا شہر بدر کرنا شکار کو چھوڑ دینا ہے۔ قید کرنا مخمصہ مین پھنسنا ہے پیروان محمدؐ یثرب سے کہین حملہ نہ کر بیٹھین۔ قتل کرنا تمام بنی ہاشم سے لڑائی مول لینا ہے۔ ان سب سے یہ بہتر ہے کہ ہر قبیلے سے ایک ایک جری منتخب کیا جائے جنکو تاکید کیجائے کہ ایک مقررہ وقت پر سب ملکر آپ پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑین اور تلوارون سے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دین بس ایک یہی صورت ہے جس سے مطلب بھی حاصل ہوجائے گا اور بنی ہاشم کے انتقام سے نجات بھی ملجائے گی کیونکہ بنی ہاشم آخر کس کس قبیلہ سے خون کا بدلہ لیتے پھرینگے۔ ابوجہل جسوقت اپنی شیطانی تجویز پیش کرچکا ایک بڈھے

خناس نے زور شور کے ساتھ تائید کی اور بالاتفاق رزولیوشن پاس ہوگیا۔ رات کی تاریکی مین یہ خونخوار درندے خانۂ اقدس کے گرد چپکے سے گہات لگاکر دبک رہے کہ علی الصباح جسوقت آپ برآمد ہون ایک ساتھ جھپٹ کر فیصلہ کردین۔ بار بار روزن در سے جھانکتے تھے اور یہ دیکھکر کہ آپ بستر راحت پر آرام فرمارہے ہین خوش خوش دبے پاؤن واپس آتے تھے کہ ہمارا شکار ہمارے پنجہ مین ہے۔ مگر دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست۔ حافظ حقیقی نے اپنے حبیب کی آپ حفاظت کی اور اس مہلکہ سے نجات پانے کی تدبیر تلقین فرمائی آپ نے حضرت علی مرتضی رض سے ارشاد فرمایا کہ کفار میرے خون کے پیاسے گہات لگائے بیٹھے ہین۔ تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر لیٹ رہو تاکہ قاتلون کو میرے نکل جانے کا شبہ نہو۔ خدا تمہارا نگہبان ہے تم کچھ اندیشہ نہ کرنا۔ فدائے نبی حضرت علی مرتضی رض جنہین اپنی جان شیرین حبیب خدا سے زیادہ پیاری نہ تھی اٹھے اور بستر رسول پر اپنی جان کی قربانی پیش کردی اور گویا یہ شعر حسب حال تھا۔ ؎

ایدوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم — وزجان چہ عزیز ست بگو آن بتو بخشم

حضرت رسولخدا صلعم نے پہلے جسقدر امانتین آپکے پاس موجود تھین حضرت علی رض کے سپرد کین کہ انکے مالکون کو پہونچاکر مدینہ چلے آئین بعد ازان حافظ حقیقی پر بہروسہ کرکے مکان کے ایک دریچہ سے چھپکر نکلے اور قاتلون کی آنکہون مین خاک ڈالکر صاف نکل گئے۔ آپ کی تشریف بری گویا ایک برق خاطف تھی جو دیکھنے والون کو اندہا کرکے غائب ہوگئی۔ خونخوار قاتل علے الصباح آپکے برآمد ہونے کے منتظر تھے مگر یہان صبح کاذب کے پیشتر ہی صبح صادق کا ظہور ہوچکا تھا۔ گتے غافل ہوگئے تھے اور مکان مین صرف خدا کا شیر سو رہا تھا۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد قاتل آخر گہر مین گھسے۔ بستر رسول پر حضرت علی مرتضی رض کو دیکھکر سخت متعجب ہوئے آپ کو بہت کچھ ڈرایا دہمکایا اور سخت اذیت دی کہ کسیطرح آنحضرت صلعم کا پتہ بتادین مگر آپ صرف یہی کہتے رہے۔ "واللہ اعلم بحال رسولہ"۔ مکان سے نکلکر حضرت رسولخدا اپنے قدیم رفیق حضرت ابوبکر رض صدیق کے گہر آئے اور دن بہر وہین قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر رض نے جلدی جلدی سامان سفر درست کیا اپنی ذیل

حضرت علی مرتضی رض کی فدائیت

حضرت ابوبکر صدیق رض کی رفاقت

کے ایک شخص کو راہبری کے واسطے اجیر مقرر کیا کہ ضرورت کے وقت مستعد رہے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو ہدایت کی کہ دن بھر کفار قریش کی خبرین دریافت کر کے شب کو اطلاع دیا کرین۔ جب یہ انتظام ہو گیا آدہی رات کو آنحضرت اپنے وفادار رفیق کو جس نے خدا اور رسول کی محبت مین اپنے اہل وعیال سب کو تنہا چھوڑا ساتھ لے کر مکان سے چھپکر نکلے اور مکہ سے باہر ایک تنگ وتاریک درّہ کوہ مین جسے غار ثور کہتے ہین پناہ گزین ہوئے۔

اصحاب رسولؐ حضرت عیسیٰؑ کے حواری نہ تھے

واقعی آپکے اصحاب باصفا حضرت عیسیٰؑ کے حواریون کیطرح نہ تھے کہ یہود سے مخبری کر کے روح اللہ کو گرفتار کرا دیا اور پہر اپنی اپنی جان بچا کر چلدئے بلکہ صحابہ کرام ایسے جان نثار تھے کہ ہر حال مین حضرت رسولخداؐ پر قربان تھے۔ انکے مخلصانہ خدمات۔ سچی جانفشانیان اور فی سبیل اللہ کوششین آفتاب کی طرح روشن رہینگی۔ کسی کے خاک ڈالنے سے کیا ہوتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

غار ثور

کفار قریش اپنی آخری کوشش مین ناکام رہکر بالکل از خود رفتہ ہو گئے۔ اب انکے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ تھی شہر مین منادی کردی کہ جو کوئی آپ کا پتہ لگا کر شہید کرڈالے مالا مال کر دیا جائیگا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے اور جوش وخروش کے ساتھ ہر سمت ڈہونڈہنے لگے عرب نشان قدم خوب پہچانتے ہین پتہ لگاتے لگاتے غار ثور تک پہونچ گئے حضرت ابوبکرؓ کو جسوقت انکی آہٹ معلوم ہوی نہایت مضطرب ہوئے اور آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ کفار آن پہونچے اب ہم دونون کا یہین خاتمہ ہے۔ حضرت رسولخداؐ نے ایسی نازک حالت مین جب کہ موت آنکھون کے سامنے پہر رہی تھی اور تمام امیدون کا خاتمہ تھا بے نظیر استقلال اور عدیم المثال جوانمردی سے ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے ابوبکر کیا غم ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے (سورۂ توبہ پارہ ۱۰) یہ وہ جان بخش الفاظ ہین جو صفحہ تاریخ مین آب زر سے لکھنے کے قابل ہین اور یقین کامل اور رضا اور تسلیم کی مجسم اور زندہ تصویر ہین۔ بالغرض کفار غار کے کنارے پہونچے اور قریب تھا کہ توحید کامل کا تعلیم دینے والا تمام عالم کو ایک جامع اور بالغ مذہب کا سکھانے والا۔ انسان کو دینی اور دنیاوی فلاح کا

راستہ تبانے والا یعنے حضرت خاتم النبئین علیہ الصلوۃ والسلام کا بغیر دین کی تکمیل کیے ہوئے خاتمہ ہوجائے مگر قادر ذوالجلال نے اپنی قدرت کا عجب کرشمہ دکھایا۔ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تان رکہا تھا اور گویا اس محبوب دوجہان کے واسطے اپنی بساط کے موافق سینہ سپر ہوگئی تھی جنگلی کبوتر کے ایک جوڑے نے وہین پر اپنا گھونسلا بنالیا تھا گویا دربانی کی خدمت ادا کر رہے تھے۔ کفار ان علامات کو دیکھکر یون سمجھے کہ ممکن نہین آپ اس تنگ و تاریک اور ویران غار مین پناہ گزین ہوئے ہون وہان سے آگے بڑھ گئے اور آخر تہک کر واپس آئے تین شبانہ روز آپ اس غار مین پوشیدہ رہے حضرت ابوبکرؓ کی ایک صاحبزادی چھپکر رات کو کھانا پہونچا دیتی تھین اور عبداللہ ابن ابی بکرؓ کفار کی خبرین لاتے تھے تیسرے دن راہبر جسکو اجیر مقرر کیا تھا حسب ہدایت دونون اونٹ غار کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکرؓ کا غلام بھی وقت پر آپہونچا۔ آنحضرتؐ غار سے برآمد ہوئے۔ اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر کو اپنا ردیف بنالیا۔ دوسرے اونٹ پر عامر اور وہی راہبر عبداللہ ابن اریقط سوار ہوئے اور عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راہ سے یثرب کی سمت روانہ ہوئے۔ مگر ابھی تک پتہ لگانے والون کا سلسلہ ٹوٹا نہ تھا۔ گران بہا انعام کے لالچ مین لوگ اس معصوم نبی کی تلاش مین جا بجا ٹرار ہے تھے آخر ان مین سے ایک مسلح شہسوار سراقہ نامی آپ تک پہونچ ہی گیا۔ آنحضرتؐ اسوقت یاد خدا مین مشغول کلام مجید کی تلاوت فرمارہے تھے۔ دشمن جیسے ہی قریب آیا تائید غیبی اپنا کام کر گئی گھوڑا ٹھوکر کہا کر منہ کے بل آرہا اور سوار گرد برد۔ کیون نہین۔ مصرعہ

ہئیت حق است این از خلق نیست

سراقہ پر ہیبت طاری ہوگئی دل لرزنے لگا سمجھا کہ خاصان خدا پر ہاتھ ڈالنے والا نیچا دیکھتا ہے نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواستگار ہوا اور اپنی استدعا قبول ہوجانے کے بعد مکہ واپس آیا۔ اور راستے مین جسقدر پتہ لگانے والے سامنے گئے اونکو یہ کہکر پہیر لایا کہ مین دور تک دیکھ آیا

سلہ فتح مکہ کے بعد سراقہ مع اپنے قبیلہ کے ایمان لایا۔ (مدارج النبوت)

مدینہ مین بخیر و عافیت تشریف لانا۔ مسجد قبا۔

کہین پتہ نشان نہین چلتا۔

الغرض دوشنبہ کے دن ربیع الاول کے شروع ماہ مین آنحضرتؐ مع الخیر نواح یثرب مین پہونچگئے اور شہر کے باہر دو میل جنوب کی طرف بنو عمر بن عوف کے گانون مین جسے قبا کہتے تھے قیام فرمایا۔ سب سے پہلے جو کام آنحضرتؐ نے کیا وہ یہ تھا کہ اس خداے واحد کی پرستش کیواسطے خود بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ ایک مختصر سی مسجد تعمیر کی۔ یہی وہ خدا خانہ ہے جسکی شان مین لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ نازل ہوا اور اسی کو اب مسجد قبا کہتے ہین یہان پہلے پہل آپ نے صحابہ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی۔ وحدہٗ لاشریک خدا کی عبادت بے روک ٹوک شروع ہوگئی اور مشرکین مکہ کے ہاتھون جسقدر ناقابل برداشت اذیتین سہی تھین سب مبدل براحت ہوگئین بیشک صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد۔ قریب دو ہفتہ کے آنحضرتؐ نے یہان قیام فرمایا اس مابین مین حضرت علی مرتضیٰؓ جنہون نے مشرکین مکہ کے دار و گیر سے نجات پاکر پیادہ صعوبت سفر اختیار کر کے راہ خدا مین ہجرت کی تھی آنحضرتؐ کے پاس بخیر و عافیت پہونچ گئے۔

سولہوین تاریخ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت رسولخدا سوار ہوکر شہر کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر ایک انصاری یہی چاہتا تھا کہ آپ اسیکے گھر پر قدم رنجہ فرمائین مگر آپ نے کسی کی دل شکنی منظور نہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ میرا ناقہ جہان ٹھرجائے وہی میرا قیامگاہ ہے۔ شہر پہونچکر آپکا ناقہ جس جگہ کہ اب مسجد نبوی بنی ہے ٹھرگیا وہان سے حضرت ابوایوب انصاریؓ کا مکان قریب تھا اس لئے انھین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ فردوس برین کے میزبان کو اپنا مہمان بنایا ؎

مبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد ہمایون کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد

تبلیغ رسالت کے ابتدائی تیرہ برس جو مکہ مین گذرے انکو یون سمجھنا چاہئے جیسے رات کو چاندنی چھٹکی ہو مگر ہر طرف سناٹا۔ موت کی بہن نیند ہر ایک کو دارو بیہوشی سنگھا رہی ہو اور لوگ انیڈاینڈ کر سو رہے ہون۔ مگر نہین چند زندہ دل بیدار طلب آنکھین ملتے اٹھ بیٹھے اور شب ماہ کے پرلطف سمان کا نظارہ کرتے کرتے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ کے وجد مین

لانے والے الفاظ جھوم جھوم کر پڑہنے لگے مگر انکا ذوق شوق انکی محویت انھین تک محدود ہے
انکی نیند کے ماتے ساتھیون کو گویا سانپ سونگھ گیا کہ کروٹ تک نہین لیتے آخر۔ ع صبح دمید
شب گذشت ماہ شبین بخانہ رفت۔ تبلیغ رسالت آفتاب عالمتاب کی شکل مین نمایان ہوئی اور
یثرب مطلع انوار بنگیا آرام کا وقت گیا اب کام کی گھڑی شروع ہوئی اور دینداروں کے لئے
ایک نیا دور شروع ہوا۔ غفلت شعار سونے والو کب تک پریشان خواب دیکھوگے۔ رات کی
باتین افسانہ ہوگئین۔ چاندنی کی بہار اگر نہین دیکھی تو اب دن کی روشنی مین حقیقت کا جلوہ دیکھو۔

مدینۃ الرسول

اولاد اسمٰعیل

حق تعالےٰ نے حضرت ابراہیم سے ارشاد فرمایا "مین نے تیری دعا اسمٰعیل؊ کے حق مین قبول کی ہان مین نے اُسے برکت دی اور اُسے بارآور کیا اور اُسے بہت کچھ فضیلت دی اس سے بارہ امام پیدا ہونگے اور اُسکو بڑی قوم کرونگا" (توریت کتاب اول باب ۱۷-۲۰)

خداوندی بشارت کے موافق اولاد اسمٰعیل خوب پھلی پھولی اور تمام سرزمین حجاز مین پھیل گئی۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر اسی نسل کی ایک شاخ تھے جو مکہ سے جانب شمال گیارہ دن کے راہ پر یثرب اور اسکے گرد نواح کے سرسبز قطعہ زمین پر آباد تھے اور آن یہودیون کے میل جول سے جو یونانیون اور رومیون کے دستبرد سے ترک وطن کرکے یثرب مین پناہ گزین ہوئے موسوی دین اختیار کرلیا تھا۔ یہ مخلوط آبادی اب یہود کے لقب سے مشہور ہوئی اور یثرب اور اُسکے نواح پر قابض ہوگئی۔ بنی نضیر نے "خیبر" بنی قریظہ نے "فدک" اور بنی قینقاع نے خاص یثرب پر قبضہ کرکے اپنے اپنے مضبوط قلعے طیار کرلئے۔

اوس خزرج

انھین ایام مین یمن کے ایک حِمیری سردار ثعلبہ بن عمرو نے اپنے وطن سے نکلکر حجاز مین سکونت اختیار کی اُسی کی نسل جو آیندہ اوس اور خزرج کے نام سے مشہور ہوئی بڑہتے بڑہتے یثرب تک پہونچگئی اور وہین ڈیرے ڈالدیئے۔ ابتداً یہود ان نوواردون سے برصلح پیش آئے

مگر رفتہ رفتہ ایک دوسرے کے رقیب بنکر مخالف ہوگئے اور لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا۔ اوس اور خزرج پہلے تو دب گئے مگر جب طرح طرح کی ذلتون سے سامنا ہوا تو انمین سخت جوش پیدا ہوگیا اور آخر یہودیون پر غالب آگئے۔ مصیبت مین علے العموم انسان کو خدا یاد آتا ہے۔ یہود جب ذلیل و خوار ہوئے رب الافواج کی درگاہ مین یون دعا کرنے لگے کہ "اے خداوند یہوا اس آخر الزمان نبی کو جس کی تشریف آوری کی بشارت تو نے مقدس توراۃ مین دی ہے جلد بھیج کہ ہمارا اگلا جاہ و جلال پھر واپس آئے"۔ اس انتظار مین

پیشین گوئیان

کئی پشتین گذر گئین ہر ایک دیندار یہودی مرتے وقت اپنی اولاد کو یہی وصیت کرتا تھا کہ "وہ نبی"[۱] عنقریب آنیوالا ہے اسکی جان و دل سے اطاعت کرنا۔ اسکی برکت سے بیڑا پار لگیگا۔ آخر رب الافواج نے اپنا وعدہ پورا کیا "قدوس" لشکر ملائکہ کے ساتھ اپنے داہنے ہاتھ مین شریعت روشن لیکر "فاران" کے پہاڑ سے اترا حضرت سلیمان کا نورانی گندم گون "محبوب" "محمدیم" "جنوب" سے "ناقہ" پر سوار نمودار ہوا[۲]۔ یہود نے پہچانا تو ضرور اور

[۱] یوحنا باب اول آیت ۲۰ لغایت ۲۵ مین لکھا ہے کہ "فریسی" نے حضرت یحییٰ سے پوچھا کہ تو کیون اصطباغ کرتا ہے جب تو نہ کرستاس ہے اور نہ الیاس اور نہ "وہ نبی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ کرستاس یعنے حضرت مسیح کے ایک اور نبی کے آنیکی امید تھی اور وہ پیغمبر ایسا مشہور تھا کہ بجاے نام کے صرف اشارہ ہی کافی تھا۔ لفظ آنحضرت صلعم شرح "وہ نبی" کی ہے۔ ۱۲

[۲] ان جملون مین ذیل کی بشارات کی طرف اشارہ ہے جو توراۃ مین آنحضرت کی نسبت درج ہین بشارت اول اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اسکے داہنے ہاتھ مین شریعت روشن ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا (توریت کتاب پنجم باب ۳۳۔ آیت ۲) بشارت دوم آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانونکو جمال چھپا دیا اسکی ستائش سے زمین بھر گئی (کتاب حبقوق باب ۳ آیت ۳) بشارت سوم میرا دوست نورانی گندم گون ہزارون مین سرور آمد ... اور بالکل محمد یعنی لتعریف کیا گیا ہے (کتاب تسبیحات سلیمان باب ۵ آیت ۱۰ لغایت ۱۶) بشارت چہارم سب قومونکو ہلا دونگا اور حمد سب قومونکا آویگا (کتاب حجی نبی باب ۲ آیت ۷) بشارت پنجم قایم کریگا تیرا معبود موجود تیرے لئے نبی تجھمین سے تیرے بھائیون مین سے مجھسا اسکو مانیو انکے بھائیون مین سے نبی تیرا سا قایم کرونگا اور اپنا کلام اسکے منہ مین دونگا اور جو کچھہ مین ان سے کہونگا وہ انسے کہیگا (توریت کتاب پنجم باب ۱۸ آیت ۱۵ و ۱۸) یہ بشارت محمد کے مبعوث ہونیکی ایسی صاف و مستحکم ہے جس سے کوئی بھی انکار نہین کر سکتا۔ خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیل کے بھائیون مین سے ایک نبی مثل موسیٰ کے مبعوث کرونگا اور کچھ شبہ نہین کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہین اور بنی اسمٰعیل مین بجز آنحضرت کے اور کوئی نبی نہین ہوا اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہ بشارت ہمارے جناب پیغمبر خدا کی تھی خطبات احمدی صفحہ ۵۷۳ لغایت ۵۸۰ مین یہ بحث خوب لکھی ہے۔ ۱۲

پہچانتے کیوں نہیں یَعرِفُونَہٗ کَمَا یَعرِفُونَ اَبنَاءَھُم (اسکو پہچانتے ہین جسطرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہین) مگر شناست سوار تھی اس نعمت کی قدر نہ کی آخر یہ دولت اوس اور خزرج کو جنہین بارگاہ الٰہی سے انصار کا مبارک لقب عطا ہوا نصیب ہوی صرف چند خوش نصیب یہود اس فیض سے فائز ہوئے۔ ان مین عبداللہ ابن سلام رض بہت مشہور ہین جو احبار یہود سے تھے اور نہایت عالم فاضل صحف سماوی سے واقف تھے۔ آنحضرت کی تشریف آوری کی خبر سنکر حاضر ہوئے جسوقت اس نورانی چہرہ کو دیکھا انھین کا یہ قول ہے کہ میرے دل نے بے اختیار گواہی دی کہ کذابون کا ایسا چہرہ ہرگز نہین ہو سکتا پھر جسوقت آپ کو یہ نصیحت کرتے سنا اَیُّھَا النَّاسُ اَفشُوا السَّلَامَ وَاَطعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الاَرحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّیلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ (ترجمہ لوگو رسم اسلام جاری کرو محتاجون کو کھانا کھلاؤ اور عزیزون سے سلوک کرو اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوتے ہون) قلب نور ایمان سے بھر گیا اور آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر
عرض کیا کہ مین آپکے رسالت کی تصدیق کرتا ہون لیکن قبل اسکے کہ میرا اسلام آشکارا ہو آپ گروہ یہود کو ایمان عبداللہ رض ابن سلام
بلاکر میرا حال دریافت فرمائیے۔ آنحضرت نے مجمع یہود مین عبداللہ ابن سلام کی نسبت دریافت فرمایا سب یکزبان ہوکر کہنے لگے "وہ ہمارا سردار اور سردار زادہ ہے" آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا شخص مجھپر ایمان لائے تب تو تمکو میرے نسبت کچھ شک نہ رہے گا۔ یہود نے جواب دیا حاشا وکلا بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ آنحضرت نے عبداللہ ابن سلام کو پکارا کہ سامنے آؤ حق پسند ابن سلام حاضر ہوئے اور باواز بلند کہنے لگے اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ پھر اپنی قوم سے مخاطب ہوکر کہا "بھائیو خدا سے ڈرو اور اس رسول برحق پر ایمان لاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ پیغمبر خدا ہے" یہود یہ سنکر اسقدر برہم ہوئے کہ اپنے اُسی "سردار اور سردار زادہ" کی نسبت کہنے لگے "وہ بُرا ہے اور ہمارے بُرے بُرے کا بیٹا ہے"۔ دار ابو ایوب مین قیام فرماکر آنحضرت نے پہلے مہاجرین اور انصار مین عقد
مواخات یعنے بھائی چارہ کرادیا کہ ایک دوسرے کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر مثل عزیزون کے بھائی چارہ
برتاؤ کرین۔ اسطرح غریب الوطن مہاجرین کا ٹھکانا بھی ہوگیا اور سچی ہمدردی اور اور زبردست اتفاق کا عملی سبق بھی ہوگیا۔ اوس وخزرج اپنے باہمی خانہ جنگیون کو یک قلم فراموش کرکے

ایک گروہ انصار بنکر مہاجرین کے ساتھ شیر وشکر ہوگئے اور دنیا کو وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کے معنی سمجھا دئے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

باہمی اتفاق قائم کرنے کے بعد آنحضرتؐ نے خاص مدینہ مین وہ زمین جہان کہ آپ کا ناقہ بیٹھا تھا خریدنا چاہی تاکہ ایک خداخانہ جواب مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے تعمیر کیا جائے۔ اسوقت اس آراضی کے مالک دو یتیم سہل اور سہیل تھے جو ایک انصاری کی نگرانی مین پرورش پاتے تھے۔ انکو جسوقت یہ حال معلوم ہوا بخوشی خاطر اس زمین کو مسجد کے واسطے بلاقیمت دینے کو راضی ہوگئے مگر رحمتہ اللعالمین نبی کے دردمند دل کو ہرگز گوارا نہ ہوا کہ یتیم کسیطرح بہی اپنے حق سے محروم ہوجائے اسلئے اپنے قدیم رفیق حضرت ابوبکرؓ سے دس مثقال زر سرخ دلواکر آراضی خرید لی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ اس متبرک خداخانہ کے واسطے نہ کہین سے قیمتی پتہر آئے اور نہ معمار و مزدور بلائے گئے۔ سید الانبیا اپنے مقدس ہاتھون سے کچی اینٹین اوٹھاتا تھا اور گروہ "خیر الامم" کے ساتھ کام بنانے مین مشغول تھا۔ آخر اینٹ اور گارے کی دیوارین بن گئین کھجور کی چھال سے چھت پاٹی گئی اور خرمے کی لکڑی کے ستون قائم کئے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ مین خالق بے نیاز کی سچی عبادت کے واسطے یہ سادہ عمارت جسمین نہ محراب نہ منبر نہ فرش فروش نہ ساز وسامان طیار ہوگئی لیکن اگر یہ چیزین نہ تھین تو کیا ہرج تھا بھلا جہان تسلیم کی محراب اخلاص کا منبر تواضع کا فرش اور صدق وصفا کا ساز وسامان ہو وہان فانی چیزون کا کیا ذکر۔ مسجد جب طیار ہوچکی تو اسکے صحن مین ایک جگہہ ان مساکین کے واسطے مخصوص کردی گئی جو بعد کو اصحاب صفہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ غریب الوطن خانمان برباد بہت مفلوک الحال تھے بیچارے کہانے کپڑے سے محتاج مگر اللہ اللہ دل ایسا غنی تھا کہ خدا و رسول کی محبت مین کسی چیز کی پرواہ نہ تھی پہلوے مسجد مین بعد ازان آنحضرتؐ نے اپنے اہل بیت کے واسطے حجرے بنوا کر ابورافعؓ اور زید بن حارثہؓ کو پانچسو درم اور دو اونٹ دیکر مکہ بھیجا کہ حضرت فاطمہ زہراؓ اور ام کلثوم اور

لہ اور پکڑو رسی اللہ کی سب کے سب اور نہ جدا جدا ہو۔ سورۂ آل عمران پارہ ۴۔

ام المومنین سودہؓ کو ہمراہ لائین ساتھ ہی عبداللہ ابن ابو بکرؓ بھی گئے اور حضرت صدیق کے اہل وعیال[۱] بھی آگئے۔

اذان

ہجرت کے ساتوین مہینے آنحضرتؐ نے ابو ایوبؓ کے مکان سے اُٹھکر مسجد کے حجرہ مین قیام فرمایا اور مہاجرین و انصار اطمینان کے ساتھ فلاح دارین حاصل کرنے لگے۔ وقت نماز کی اطلاع کے واسطے اسی مسجد مین پہلے پہل وہ طریقہ مشروع ہوا جو اپنی آپ نظیر ہے جب کہ ہر طرف ناقوس اور گھنٹون کی صدا دیر و کلیسا مین گونجتی تھی اس حرم شریف مین اللہ اکبر کا دل ہلا دینے والا نعرہ اور حی علی الفلاح کی خوش آیند بشارت حضرت بلال جیسے سچے عاشق کے حریم سینہ سے نکلکر ہوا مین بلند ہونے لگی۔ وحدہٗ لاشریک خدا کی عبادت کرنے والے اِس دلکش آواز کو سنتے ہی فوراً اپنا اپنا کام چھوڑکر پنجوقتہ مسجد مین حاضر ہوتے تھے اور "اللہ اکبر" کے ساتھ ہی امیر و غریب شریف اور رذیل سب ایکساتھ عجز و نیاز ادب و تعظیم اور تواضع اور خاکساری کی زندہ تصویرین بنجاتے تھے پھر جسوقت رسولؐ خدا انکی طرف مخاطب ہوکر فرماتے تھے "جو شخص خدا کی مخلوق سے محبت نہین رکھتا اور اپنے بچون پہ مہربان نہین ہوتا وہی کہیگا کہ خدا مجھپر مہربان نہین ہے۔ جو مسلمان ننگے کو کپڑا پہنائیگا خدا اُسے بہشتی لباس عطا فرمائیگا۔ سنو ہر نیک کام خیرات ہے تمہارا خندہ پیشانی اپنے بھائی کی طرف دیکھنا خیرات ہے۔ ایک گروہ کو نیک کام کرنے کی ہدایت کرنا خیرات ہے۔ بھکے ہوئے کو راستہ بتانا خیرات ہے۔ اندھے کی دستگیری خیرات ہے۔ سڑک کنکڑ پتھر یا ٹھوکر کی چیز کو سرکا دینا خیرات ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا خیرات ہے۔ انسان کی حقیقی دولت وہی نیکیان ہین جو اُسنے جیتے جی لوگون کے ساتھ کی ہین۔ مرنے کے بعد دنیا مین تو یہ پوچھا جاتا ہے کہ کتنا مال چھوڑکے مرا لیکن قبر مین فرشتے سوال کرتے ہین کہ تو نیک اعمال کا توشہ کتنا اپنے ساتھ لایا۔" یہ سنکر سامعین کے قلوب معرفت سے بھر جاتے تھے اور نیک اعمال بجالانے کا جوش پیدا ہوتا تھا۔

[۱] ہجرت سے تین برس پیشتر حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ کو جنکی اسوقت چھہ برس کی عمر تھی آنحضرتؐ سے مکہ معظمہ مین منسوب کر دیا تھا مدینہ پہونچکر ۲ھ مین حضرت عائشہ آنحضرتؐ کے گھر رخصت کی گئین۔ اسوقت آپکا سن گیارہ برس کا تھا۔ بعضون نے اختلاف کیا ہے مگر یہی قول صحیح ہے۔

قریش۔ یہود اور منافقین

مسلمانونکو اگرچہ کچھ اطمینان ہو چلا تھا مگر ایک خوف ہر وقت رہتا تھا۔ جس شخص نے عربون کی اس زمانہ کی تاریخ
انکی شورہ پشتی شترکینگی اور جنگجوئی کا اندازہ غور سے کیا ہوگا وہ فوراً سمجہہ جائیگا کہ یہ کس کا خوف تھا۔ یہ ان
سنگدلون کا خوف تھا جنہون نے ان مظلوم مسلمانون پر خدا واسطے طرح طرح کے ستم توڑے تہے
اور صرف اس لئے کہ یہ وحدہٗ لاشریک خدا کے ماننے والے ہین ایک دم چین سے بیٹھنے نہ دیا آخر ان
بیچارون نے غریب الوطنی کی مصیبت اختیار کی اور خدا خدا کرکے ایک گوشۂ عافیت نصیب بہی ہوا
مگر ناظرین کو یاد ہوگا کہ جن ظالمون نے حبشہ مین ہجرت کرجانے پر کیا کیا بندشین کین تھین وہ بہلا
اب مدینہ مین کب چین سے بیٹھنے دیتے۔ بیشک کفار قریش کو مسلمانون اور خاصکر آنحضرتؐ
سے دینی معاملہ مین قلبی عداوت ہو گئی تہی اور اس عداوت کے ساتھ اب انکو ایک نیا اندیشہ پیدا ہوا
کہ مدینہ مین کہین اسلام زور نہ پکڑ جائے اور پہر مہاجرین بدلہ لینے کی غرض سے ہمپر چڑھائی کرین[1]
اس اندیشہ کا پتہ یون چلتا ہے کہ ہجرت کے پہلے ہی سال ولید بن مغیرہ جو عداوت مین ابو جہل کا ہم پلہ تھا
مرتے وقت زار وقطار رونے لگا اسوقت سرداران قریش اسکے پاس موجود تھے ابو جہل نے کہا "اے
چچا آپ موت سے اتنا کیون ڈرتے ہین" کینہ ور متکبر ولید نے جواب دیا کہ مجھے موت کا کچھ خوف
نہین اگر غم ہے تو یہ ہے کہ کہین ابن ابی کبشہ (یعنے حضرت رسولخداؐ) کا دین پہیل نہ جائے اور مکہ
اسی کا ہو جائے۔ ابو سفیان جو اسوقت وہان حاضر تہا کہنے لگا "اے ولید کچھ غم نہ کر مین
ضامن ہوتا ہون کہ اس دین کو ہرگز پہیلنے نہ دونگا" کفار قریش کے جب ایسے خونخوار ارادے
ہون تو مہاجرین کو کیونکر اطمینان ہو سکتا تھا وہ یقین کرتے تھے کہ لَا یَزَالُونَ یُقَاتِلُونَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ
عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا[2] (ترجمہ اہل مکہ تم سے برابر لڑتے رہینگے یہانتک کہ وہ تمکو تمہارے دین
سے پہیر دین اگر ایسا کرسکین) کفار قریش کے خوف کے علاوہ خود مدینہ مین اسوقت پورا امن وامان
نہ تھا جہان کئی گروہ ہو گئے تھے۔ عبد اللہ ابن ابی ایک دولتمند اور باثر رئیس تھا آنحضرتؐ کی

---

[1] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۴۲۔
[2] سورۂ بقر پارہ سیقول۔

تشریف آوری سے پیشتر مدینہ مین اس شخص کا بڑا زور تھا اور اسکے ہواخواہ بہت زبردست تھے اور قریب تھا کہ مدینہ کی حکومت اُسکے ہاتھ آجائے لیکن حضرت رسولِ خدا کے تشریف لاتے ہی شہر کا رنگ بدل گیا۔ انصار کا جان نثارانہ جوش اور شہر والون کا رجحان ابن ابی کی اُمیدون کو خاتمہ کرنے والا ثابت ہوا۔ اب اُسنے برملا مخالفت سے مصلحتاً کنارہ کیا اور اپنے گروہ کے ساتھ بظاہر مسلمان ہوگیا۔ یہ جماعت جو منافقین کے لقب سے مشہور ہوئی میٹھی چھری بنکر اندر ہی اندر اپنا کام کرنے لگی اور جب تک ابن ابی زندہ رہا نازک موقعون پر دغا دیجاتی تھی اور مسلمانون کی عیب جوئی اور بربادی کے درپے رہتی تھی۔ دوسرا گروہ یہود کا تھا چونکہ یہ لوگ اہل کتاب تھے اسلئے انکو اپنے علم پر غرور تھا اور کہتے تھے کہ ہمکو نبی امی کیا سکھائیگا۔ انکو اسبات کا بہی حسد تھا کہ نبوت برابر بنی اسحق مین قائم رہی اب یکایک بنی اسمعیل مین کیونکر چلی گئی اور سب سے زیادہ انکو یہ قلبی عداوت تھی کہ انکے دشمن اوس اور خزرج جواب ملکر انصار رسول کہلاتے تھے آپکے جان نثار ومین تھے مگر باین ہمہ ان لوگون نے ابھی کھلم کھلا مخالفت نہ کی اور بظاہر شریک حال ہوگئے لیکن موقع محل کے منتظر تھے۔

آنحضرت صلعم نے مسلمانون کو ایسے برے ہمسایون کے درمیان پھنسا ہوا پاکر اور کفار قریش کے حملہ کا اندیشہ کرکے کمال دانشمندی اور مدبرانہ لیاقت سے امن وامان قایم رکھنے اور مدینہ کی حفاظت کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ جمہوری اصول پر ترتیب دیا جسکا خلاصہ یہ تھا۔ ”محمد رسول اللہ کی طرف سے کل مسلمانون کے ساتھ خواہ وہ قریشی ہون یا یثربی اور اُن لوگون کے ساتھ خواہ وہ کسی گروہ سے ہون مگر ہمارے شریک حال رہنا چاہین یہ معاہدہ کیا جاتا ہے۔ کہ یہ سب ملکر ایک قوم سمجھے جاٰئینگے صلح اور جنگ کی حالت کل مسلمانون پر یکسان عائد ہوگی۔ ان مین کسی ایک یا دو شخصون کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ خود ہی جنگ کا اعلان دین یا خود ہی صلح کرین۔ یہودی جو ہمارے جمہوری انتظام مین شامل حال رہنا چاہتے ہین ہر حالت مین ہمارا فرض ہوگا کہ ہم ان کی حفاظت کرین اور انکے لئے بیرونی حملون سے واسطے سینہ سپر ہوجائین۔ اُن کے حقوق ایسے ہی ہونگے جیسے مسلمانون کے۔ وہ

معاہدہ رسول

مسلمانون کے پہلو بہ پہلو عہدون پر ممتاز ہونگے اور اُن سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔ یثرب مین جتنی قومین یہود کی آباد ہین وہ سب ایک نظر سے دیکھی جائین گی اور اُنھین اُنکے مذہبی فرائض انجام دینے کے واسطے مسلمانون کی طرح کامل آزادی ہوگی۔ جو لوگ یہود کی پناہ مین ہین اور اُن کے حلیف ہین اُن لوگونکی بھی ویسی ہی حفاظت کیجائے گی اور ویسی ہی آزادی دیجائیگی۔ مجرم خواہ یہودی ہو یا مسلمان سزایاب ہوگا۔ اگر کوئی دشمن یثرب پر حملہ کرے تو یہودی مسلمانونکے ساتھ ہوکر اسکو پسپا کرنے کو میدان جنگ مین آئینگے۔ جو شخص یثرب مین داخل ہوگا اس کے بھی حقوق ہون گے۔ جرم پر کسی کی رعایت نہ کیجائیگی خواہ کوئی سردار ہو یا عام شخص اور نہ کوئی مجرم کی بیجا طرفداری کرے گا خواہ اُسکا قریبی عزیز کیون نہ ہو۔ تمام گذشتہ جھگڑون اور قضیون کی انتہا سمجھی جائے گی اور اب آیندہ کوشش کیجائے گی کہ باہم مخالف اور متضاد گروہونکا اتحاد قایم ہو (ابن ہشام صفحہ ۳۴۱-۳۴۳) تمام اہل مدینہ نے اس معاہدہ پر اپنی رضامندی ظاہر کی یہانتک کہ بنی النضیر، بنی قریظہ اور بنی قینقاع بھی بعد کو سوچ سمجھکر مصلحتًا شریک ہوگئے مگر اپنے اندرونی ریشہ دوانی سے باز نہ آئے۔ سب سے پہلے اس متعصب قوم یہود نے مسلمانون کو دق کرنا شروع کیا۔ قرآن مجید کی روشن آیتون کو تحریف کرکے عام مجمع مین پڑھتے اور پھر خود ہی اُسپر قہقہہ اُڑاتے۔ اُنکے سردارون نے شعرا کو لگادیا کہ جو شاعر مسلمانون کی بہتر ہجو کرے اُسکو خوب صلہ ملے گا۔ اب کیا تھا انعام کے لالچ مین چارون طرف سے ہجو کی بوچھار ہونے لگی، عورتین بچے جوان بوڑھے سب مسلمانون کو چھیڑنے اور سر بازار ہجو کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ جہان کسی مسلمان کی صورت دیکھی ہجویہ اشعار شروع کردئے۔ اسی پر اکتفا نہ کرکے بدعہد یہود نے کفار قریش کو پوشیدہ پیغام بھیجنا شروع کئے کہ اگرچہ ہم نے محمد صلعم سے معاہدہ کرلیا ہے مگر جسوقت تم یہان حملہ آور ہوگے ہم تمہاری مدد کرینگے قریش کو جسوقت یہ اطلاع ہوئی نہایت خوش ہوئے کہ اب مدینہ پر حملہ کرنے اور آنحضرتؐ اور مہاجرین کو فنا کرنے اور انصار کو ان کی حمایت کا مزہ چکھانے کا یہی وقت ہے۔ ساتھ ہی چند معزز مدینہ والے جو آنحضرتؐ پر ایمان

نہین لائے تھے اور آپ کی تشریف آوری کو نفرت سے دیکھتے تھے خفا ہوکر قریش سے جا ملے اور اور آن سے مدینہ کا کچا چٹھا بیان کرکے انکے حملہ آوری کے ارادہ کو اور بھی مضبوط کردیا۔[1] کفار قریش کے سردار ابوجہل نے جسکو آنحضرتؐ اور دین اسلام کے ساتھ سب سے زیادہ قلبی عداوت تھی اب اعلان کے ساتھ کہلا بھیجا کہ مدینہ والون کی حمایت پر نہ بھولنا مین عنقریب حملہ آور ہوتا ہون[2]۔ ایسی نازک حالت مین جبکہ قریش کے حملہ کا ہروقت خوف تھا مدینہ مین یہود اور منافقین کے عین وقت پر دغا دیجانے کا اندیشہ تھا اور مہاجرین اور انصار کی جماعت بہت قلیل اور بے ساز و سامان تھی بانی اسلام کو کیا کرنا لازم تھا مہاجرین اور انصار اپنے اولوالعزم پیغمبر کو اپنا دینی اور دنیاوی پیشوا مانتے تھے اور ہر امر مین آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے ایسی صورت مین اپنے وفادار پیروؤن کی حفاظت کی تدبیر نہ کرنا کمالات انسانی کا نقص تھا۔ خونخوار اور کینہ ور کفار قریش سے ہرگز امید نہ تھی کہ فتح پاکر کسی ایک مسلمان کو بھی زندہ چھوڑینگے۔ پھر کیا خود کو اور مسلمانون کو خاک و خون مین لوٹتا ہوا دیکھنا گوارا ہوتا۔ آپ کو راہ خدا مین اپنی جان عزیز نہ تھی مگر اسلام اور آسکے ماننے والون کی حفاظت جان سے بڑھکر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا نے آپ کو اسواسطے بھیجا تھا کہ آپ مکارم اخلاق کو پورا کرین یعنے جسطرح آپکے فصیح و بلیغ حکیمانہ اقوال اور موثر پند و نصائح تہذیب اخلاق[1] کے واسطے دستور العمل تھے اسیطرح آپ کے باہمی الفت پیدا کرنے والے اور امن و امان قائم رکھنے والے مدبرانہ اور عادلانہ افعال تدبیر منزل[2] اور سیاست مدن[3] کے واسطے قاعدہ اور قانون تھے۔ بیشک آپ کی ذات پاک حکمت[1] عفت[2] شجاعت[3] اور عدالت[4] کی زندہ تصویر تھی حضرت مسیحؑ نے سچی پیشین گوئی کی تھی کہ جب فارقلیط (یعنے احمدؐ) آئیگا تو وہ لوگون کو انکے گناہون پر[1] متنبہ کرے گا راستبازی[2] کی تلقین کریگا اور دنیا کو عدالت سے بھر دے گا (انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۸)۔ بشیر و نذیر نبی امی[ص] نے تنبیہ اور تلقین تو بہت کچھ کردی پیشین گوئی کے دو حصے مکہ مین پورے ہوچکے اب مدینہ مین اسکے اولوالعزمانہ

فارقلیط دنیا کو عدالت سے بھرنے آتا ہے

ف۱ تفسیر سید احمد خان سورہ انفال جلد چہارم صفحہ ۵۵۔

ف۲ ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد اول صفحہ ۸۰۔

کوششون سے پیشین گوئی کا تیسرا حصہ یعنے پرفتن دنیا کو عدالت سے بھرنے کا وقت آگیا۔

جہاد اصغر

کفار قریش کی آمادگی

آنحضرت کو ہجرت فرمائے ہوئے پورا ایک سال بھی نہین گذرا تھا کہ کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کی طیاری کردی۔ انکے مظالم کی انتہا ہو چکی تھی اب یہ ناحق کا ستانا اور فتنہ و فساد مین حد سے گذر جانا انھین کی رسوائی کا باعث ہوا سچ ہے۔ ؎

حلم حق با تو مواساہا کند　　　　چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

غریب الوطن خانمان برباد مظلومون کو اب درگاہ احکم الحاکمین سے پہلے پہل یہ حکم ملا اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ ۔۔۔۔۔ ا بسم اللّٰہ کثیرا ط ترجمہ جن مسلمانون سے کافر لڑتے ہین اب انکو بھی اُن کافرون سے لڑنے کی اجازت ہے اسواسطے کہ اُنپر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شک و شبہ نہین کہ اللہ اونکی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہین جو بیچارے صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق اپنے گھرون سے نکالدئے گئے اور اگر اللہ لوگون کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹوا تا رہتا تو نصاریٰ کے صومعہ اور گرجے اور یہود کے عبادت خانہ اور مسلمانونکی مسجدین جن مین کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈہائے جا چکے ہوتے۔ سورہ حج پارہ ۱۷ رکوع ۵ حضرت رسولخدا اور آپکے ساتھ آپکے صحابہ جواب تک راہ خدا مین کمال صبر و استقلال کے ساتھ طرح طرح کی اذیتین سہکر ”جہاد اکبر“ کی بے نظیر مثال قائم کر چکے تھے اب یہ خداوندی فرمان سنکر دین الہی کی حمایت مین ظالم اور حد سے بڑھ جانے والے کفار کے شر دفع کرنے کیواسطے سینہ سپر ہو گئے اور قبل اسکے کہ ظالم اپنا کام کر جائین اور دین الہی کی نشانیان مٹا دین راہ حق مین مردانہ وار جہاد کرنے کے واسطے مستعد ہو بیٹھے۔ وہ پاکباز مقدس بزرگ جو برسون غار حرا مین دنیا کے بکھیڑون سے الگ یاد خدا مین مشغول رہتا تھا وہ نبی کریم جو ایسا رقیق القلب تھا کہ بیکسون اور دردمندون کی مصیبت پر بے اختیار رو دیتا تھا یہانتک کہ سخت دل جنگجو عرب اُسپر ہنستے تھے

کہ کہین مردون کے بھی آنسو نکلتے ہین ایسے فرشتہ خو نیک نفس نے ایسی خطرناک حالت مین جب کہ اسلام اور اسکے ماننے والون کا خاتمہ ہی تھا جہاد فی سبیل اللہ مین وہ مردانگی اور قابلیت دکھائی اور دین حق اور اسکے پیرؤون کی ایسی حفاظت کی کہ اگر حضرت موسیٰ اسوقت موجود ہوتے تو بے اختیار کہہ اٹھتے ع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

ابوجہل مکہ سے پیغام جنگ بھیج ہی چکا تھا اور اب مخالفین کے واسطے جہاد کا حکم بھی نازل ہو چکا اسلیئے ضرور ہوا کہ آنحضرت تدبیر جنگ مین مشغول ہون۔ آپ کو خیال تھا کہ جب قریش کی حملہ آور فوج مدینہ روانہ ہوگی تو راہ مین جو جو قبائل ملتے جائینگے اونکو بھی برانگیختہ کرکے اپنے ساتھ ملا لینگے اور

غزوۂ ابوا یا ودان صفر سنہ ۱ھ

اسطرح انکے ساتھ ایک بڑی فوج ہو جائیگی اسلیئے ماہ صفر مین ہجرت کے بارہوین مہینے پہلے پہل بنفس نفیس مع چند صحابہ کے نکلے اور ودان مین جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اور ابوا وہان سے آٹھ میل رہجاتا ہے پہونچکر قبیلہ بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف سے اسبات پر معاہدہ کیا کہ وہ امن قائم رکھین یعنے نہ قریش مکہ کی مدد کرین اور نہ مسلمانونکی۔ یہ معاہدہ کرکے

غزوۂ بواط ربیع الاول سنہ ۲ھ

آپ واپس تشریف لائے دوسرے مہینے آنحضرت نے قریش مکہ کے ارادون کا پتہ لگانے کے واسطے چند صحابہ کے ساتھ سفر فرمایا اور رضوی کی طرف بواط مین جو جہینہ کے پہاڑون مین سے ایک پہاڑ ہے لوگون کو ہدایت کرتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ مگر ابھی دم نہ لیا تھا کہ اسی مہینے مین کفار قریش مین سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری

غزوۂ سفوان یا بدر اولیٰ ربیع الاول سنہ ۲ھ

اپنی جماعت کے ساتھ چورون کی طرح آیا اور مدینہ والون کے مویشی جو باہر چر رہے تھے لوٹ لے گیا۔ آنحضرت نے یہ سنکر اسکا تعاقب کیا اور سفوان تک جو بدر کے پاس ایک میدان ہے تشریف لے گئے مگر وہ مفسد ہاتھ نہ آیا۔

غزوۂ ذی العشیرہ جمادی الاخر سنہ ۲ھ

جمادی الاخر مین آپ نے پھر قبائل بنی کنانہ سے معاہدہ کرنے کی غرض سے سفر فرمایا اور مقام ذی العشیرہ مین جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبع کی

طرف واقع ہے پہونچکر بنی مدلج سے امن کا معاہدہ کرکے مدینہ واپس تشریف لائے۔

سریہ نخلہ رجب ۲ھ جمادی الثانی کی آخر تاریخون مین آنحضرت نے عبد اللہ بن جحش کے ہمراہ مہاجرین مین سے آٹھ یا بارہ آدمی ساتھ کرکے نخلہ کی طرف جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک سرسبز بستی ہے اور مکہ سے پہلی منزل ہے روانہ کیا اور ایک پرچہ پر بطور ہدایت کے لکھوا دیا کہ "جب وہان پہونچیا تو قریش کے ارادون سے ہمین آگاہ کرنا اور مکہ کے قافلہ مین اگر کوئی شخص بخوشی تمہارے ہمراہ ہوجائے تو ساتھ لے لینا ورنہ جبر نہ کرنا" یہ تحریر جس سے کسی مورخ کو اختلاف نہین اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ سریون کے بھیجنے یا خود روانہ ہونے مین (جسکو غزوہ کہتے ہین) آنحضرت کا کیا منشا تھا مکہ سے جو قافلہ نکلتا تھا یہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اسکے ساتھ اُن مسلمانون سے جو بمجبوری ہجرت نہ کرسکے تھے اور موقع پاکر مدینہ چلا آنا چاہتے تھے کوئی مسلمان ہمراہ ہو اور اس لئے اسکی مخلصی کے واسطے جسقدر ہوسکے اعانت کرنا چاہئے۔ اس دعوی کی تائید اس سریہ سے ہوتی ہے جو آنحضرت نے سریہ نخلہ سے[1] پیشتر رابغ کی طرف جو ابوا اور جحفہ کی طرف ایک میدان ہے روانہ فرمایا تھا مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان جو دل سے مسلمان تھے اور قریش کے قافلہ کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے موقع پاکر مسلمانون سے مل گئے اور بخیر و عافیت مدینہ پہونچ گئے۔

قافلہ لوٹنے کا الزام محض غلط ہے

افسوس بعض مسلمان مورخین نے خواہ غلط فہمی خواہ اس خیال سے کہ ایک واقعہ کے متعلق جس قدر روائتین ملین بغیر تنقیح اور تنقید کے درج کردیجائین مبصر آپ ہی کھوٹا کھرا پرکھ لینگے اپنی کتابون مین یہ روایت بھی لکھدی ہے کہ مدینہ پہونچکر آنحضرت اور آپکے صحابہ قریش کے قافلون پر حملہ کرنے کو نکلتے تھے اس بیہودہ اور غلط روایت کی بناء پر دشمنان اسلام آنحضرت پر معاذ اللہ لوٹ مار اور فتنہ و فساد کا سرتاپا غلط الزام لگاتے ہین سبحان اللہ کہان وہ "دنیا کو عدالت سے بھر دینے والا" نبی اور کہان یہ قزاقی — انسان کو حقیقت حال دیکھنا چاہئے مخالفت اور تعصب کے جوش مین انصاف کو ہاتھ سے

---

[1] سریہ نخلہ سے پیشتر دو اور سریہ آنحضرت نے بھیجے تھے تاکہ قریش مکہ کے ارادون کا پتہ لگائین سب سے پہلا سریہ سیف البحر رمضان سنہ ۱ھ مین دوسرا سریہ خرار ذیقعدہ سنہ ۱ھ۔ ۱۲

نہ دے اور نفس واقعہ پر غور کرے۔

الغرض مسلمانون کی یہ مختصر جماعت نخلہ مین پہونچکر قریش کے ارادون سے آگاہ ہونے کو ٹھہری۔ رجب کی پہلی تاریخ قریش کا ایک قافلہ طایف کی طرف سے میوے اور ادیم وغیرہ لے کر وہان آپہونچا۔ مسلمانون کو کرز بن جابر الفہری کے ہاتھون اپنے مویشی لٹ جانے کا خیال کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ اسی قافلہ کو دیکھکر جوش انتقام مین اپنے نبی کا فرمان بہولکر اسپر حملہ کر دیا۔ سردار قافلہ عمرو بن الحضرمی کو تیر سے مارکر اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو قید کر کے مال و اسباب لوٹکر مدینہ مین آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ یہ واقعہ سنکر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مین نے تمکو لڑنے کا حکم نہین دیا تھا پھر اپنے پاس سے عمرو بن الحضرمی کا خون بہا ادا کیا اور قیدیون کو اپنے دو صحابیون کے واپس آنے پر جو اس سریہ مین گم ہو گئے تھے چھوڑ دیا۔ کفار قریش اور یہود نے اس سریہ کے متعلق یون بدنام کرنا شروع کیا کہ محمد صلعم نے ماہ رجب مین جب کہ لڑائی حرام سمجھی جاتی تھی جنگ کی اجازت دی اور قافلہ لٹوا دیا مسلمان اس طعنہ کو سنکر غمناک ہوئے اسپر یہ آیت نازل ہوئی يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ ... أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ (ترجمہ آپ سے پوچھتے ہین کہ شہر حرام مین لڑنا کیسا ہے آپ فرما دیجیے کہ شہر حرام مین لڑنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام (کعبہ شریف) سے روکنا اور وہان کے رہنے والون کو وہان سے نکالدینا بہت بڑا گناہ ہے اور فتنہ (دین سے بہکانا) اور شرک و کفر کو تو لڑنے سے بہی زیادہ گناہ ہے (سورۂ بقر پارہ سیقول)

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے مسلمانونپر اپنے منشاء کے خلاف کارروائی کرنے پر ناراضگی ظاہر فرمائی تھی ورنہ اگر انصاف کیا جائے تو مسلمانون نے کوئی زیادتی نہین کی تھی۔ دو قومون مین جبکہ جنگ کا اعلان ہو جاتا ہے اسوقت ہر فریق کو اپنے مفید مطلب کارروائی کرنے کا حق ہے بخصوص ایسی حالت مین جب کہ ایک طرف سے بیشدستی بہی ہو چکی ہو مسلمانون پر کیا کیا ظلم نہ ہوئے تھے یہانتک کہ خانمان برباد ہو کر بالکل بے سرو سامان ہو گئے تھے اسپر طرہ یہ کہ بیچارون کے مویشی بھی کافر لوٹ لے گئے تھے اب اگر موقع پاکر اونھون نے بہی اپنے دشمن کے ایک قافلہ کو تباہ کر دیا تو کیا بیجا کیا۔

غزوہ بدر الکبریٰ
۱۷ رمضان ۲ھ

کفار قریش اس واقعہ سے نہایت برافروختہ ہوئے اور بدلہ لینے کے منتظر تھے کہ اس مابین مین انکا ایک قافلہ شام کی طرف سے تیس چالیس آدمیوں کے ساتھ بہت سامال و اسباب لیئے ہوئے آرہا تھا ابوسفیان نے جو اس قافلہ کا سردار تھا اس خیال سے کہ مسلمان اسکو گھیر کر مال چھین نہ لین عجلت کے ساتھ ایک قاصد مکہ روانہ کیا کہ قریش جلد اسکی مدد کو نکلین اور قافلہ کی حفاظت کرین۔ جسوقت یہ خبر پہونچی ابوجہل نے جسکو آنحضرتؐ اور اسلام سے قلبی عداوت تھی ایسے موقع پر تمام کفار مکہ کو برانگیختہ کردیا کہ مسلمان تمہارے اس قافلہ کو بھی لوٹ لینگے لہذا بحیثیت مجموعی اسکے بچانے کو اور مسلمانون کو نیست و نابود کرنے کو کہ آیندہ سے یہ خدشہ ہی نکلجائے طیار ہوکر کوچ کرو۔ جسوقت یہ متوحش خبر حضرت رسولخداؐ کو پہونچی آپ نے تمام اصحاب کو جنمین ۷۷ مہاجر اور ۲۳۶ انصار کل ۳۱۳ جوانمرد تھے ساتھ لے کر بحیثیت مجموعی کفار کے شر دفع کرنے کے واسطے مکہ کی طرف کوچ کیا[۱]۔ دونون فوجین اب اپنے اپنے مقام سے روانہ ہوئین

---

[۱] مورخین نے اس موقع پر یہی وجہ بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ ابوسفیان کے قافلہ کو لوٹنے نکلے مگر کلام مجید مین یہ واقعہ اور ہی طرح بیان ہوا ہے پارہ ۹ سورۂ انفال کے ابتدائی آیات مین ارشاد ہوتا ہے کَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ م بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ ... دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (ترجمہ جسطرح تیرے پروردگار نے تجھکو تیرے گھر سے حق پر نکالا اور بیشک ایک گروہ ایمان والون مین سے ناپسند کرتا تھا۔ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات پر کھلجانے کے بعد بھی گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین اور وہ اوسکو دیکھتے ہین۔ اور جب تم سے اللہ وعدہ کرتا تھا دو گروہون مین سے ایک کا کہ وہ بیشک تمہارے لئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ بغیر شوکت والا گروہ تمہارے لئے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ سچ کو سچ کردے اور کافرون کی جڑ کاٹ دے) ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آنحضرت اپنے گھر یعنے مدینہ ہی مین تھے اور وہان سے کوچ بھی نہین کیا تھا کہ آپس مین صحابہ کے اختلاف تھا بعض تو لڑنے کے لئے نکلنا پسند کرتے تھے اور بعضے ناپسند کرتے تھے۔ جو لوگ لڑنے کے لئے نکلنا پسند نہین کرتے تھے اس کی وجہ یہ بیان ہوئی کہ "گویا وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین اور وہ اپنے مارے جانے کو دیکھتے ہین" ادنیٰ تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کا قافلہ جو شام سے آتا تھا اسمین صرف تیس چالیس آدمی تھے ان سے لڑنے کے لئے کوچ کرنے مین اور اسکے لوٹنے مین ایسی کوئی خوف کی بات

لشکر قریش مین بسر کردگی ابوجہل قریب ایکہزار کے خونخوار جنگجو تھے جنمین مکہ کے تمام تجربہ کار جنگ آزمودہ سردار شامل تھے سوار یہانتک کہ اکثر پیادے بہی سب زرہ پوش ہتہیارون سے لیس تھے سات سو اونٹ اور ایکسو گھوڑے ۔ یہ سب ساز و سامان اور پہر ایک ہی قبیلہ کے سب لڑنے مرنے والے چہری بند بھائی بند اور مقابلہ کس سے تین سو تیرہ [۳۱۳] مظلومون سے جنکے پاس نہ سواری تھی نہ ساز و سامان۔

(بقیہ فٹ نوٹ) نہ تھی بلکہ یہ خوف قریش مکہ کی اس فوج سے تھا جو انھون نے نفیر عام کے بعد جمع کی تھی۔ اس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قبل اسکے کہ آنحضرت مدینہ سے کوچ فرمائین قریش مکہ لڑنے کو نکل چکے تھے یا آمادہ جنگ ہو چکے تھے۔ اس مین کچھ شک نہین کہ آمادگی جنگ کے بعد اور مدینہ سے کوچ کرنے کے قبل بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ شام کے قافلہ کو لوٹ لینا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مورخین اور راویون نے اس رائے کو جو بعض صحابہ نے دی تھی غلطی سے سطح پہ بیان کیا ہے گویا پیغمبر خدا صلعم کا ارادہ قافلہ کے لوٹنے ہی کا تھا اور جو آمادگی جنگ مدینہ مین ہوئی تھی وہ قافلہ ہی کے لوٹنے کے لئے ہوئی تھی۔ زمانہ دراز کے بعد کسی واقعہ کے بیان مین جو افواہی چلا آتا ہو اس قسم کی غلطی کا واقع ہونا کوئی تعجب کی بات نہین مگر کلام مجید سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زبانی روایتین غلط ہین بلکہ جو آمادگی جنگ کی مدینہ مین ہوئی وہ بمقابلہ قریش مکہ کے ہوئی تھی نہ واسطے لوٹنے قافلہ کے۔ انھین آیات مین دو گروہون کا ذکر ہے ایک وہ جس کے ساتھ کچھ شان و شوکت یعنے لڑائی کا سامان نہ تھا اس گروہ سے وہ قافلہ مراد ہے جو شام سے آتا تہا اور جس کے ساتھ صرف تیس چالیس آدمی تھے اور دوسرا گروہ قریش مکہ کا تھا جس کے ساتھ بہت سا لشکر اور بہت کچھ شان و شوکت تھی خدا نے فرمایا کہ ان دونون گروہون مین سے ایک گروہ تمہارے لئے ہے تم اس بے شان و شوکت گروہ کو لینا چاہتے ہو مگر خدا چاہتا ہے کہ جو حق بات ہے یعنے دین اسلام وہ ثابت ہو جائے اور کافرون کی جڑ کٹ جائے پس اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ لڑنے کا حکم قریش مکہ کے مقابلے کے لئے تہا نہ اس قافلہ کے لوٹنے کے لئے بیان مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے مندرجہ ذیل امر ثابت ہوتے ہین اول[۱] یہ کہ مدینہ ہی مین اور مدینہ سے کوچ کرنے کے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ قریش مکہ لشکر کثیر کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے نکلے ہین دوسرے[۲] یہ کہ مدینہ ہی مین خدا نے حکم دیدیا تہا کہ قریش مکہ کے مقابلہ مین لڑنے کو جاؤ اور جن صحابہ نے اس درمیان مین قافلہ لوٹنے کی رائے دی تھی خود خدا تعالے نے مدینہ مین اوسکو نا منظور کیا تھا جب کہ خود کلام مجید سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت نے دفع کفار کی غرض سے کوچ کیا تھا تو کوئی روایت یا کوئی حدیث

صرف تین گھوڑے ستر اونٹ اور چہ زرہین - اسطرح دونون فوجین بڑہی چلی آتی تھین کہ راہ مین ابوجہل کے پاس ابوسفیان کا بھیجا ہوا ایک قاصد پہونچا کہ قافلہ شام سمندر کے کنارے کنارے بخیر وعافیت مکہ پہونچگیا اب لشکر قریش کو واپس آنا چاہئے مگر ابوجہل جو اسلام کی بیخ کنی کی غرض سے نکلا تھا یہ پیغام سنکر کہنے لگا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا جب تک ہم بدر مین پہونچکر قیام نہ کرین اور تین دن تک

(بقیہ فٹ نوٹ) جو اسکے برخلاف ہو اور کسی کتاب مین مندرج ہو اور کسی نے روایت کی ہو عقلاً اور نقلاً مردود ہے عقلاً اس لئے کہ جو لوگ مسلمان نہین اگر صرف تاریخانہ اصول پر نظر رکھین تو بھی وہ اس بات کو تسلیم کرینگے کہ زبانی روایتین جو ایک زمانہ بعد تحریر مین آئین قرآن مجید کے مقابلہ مین جب کہ ان دونون مین اختلاف ہو قابل قبول اور لایق وثوق نہین ہوسکتین - اب اگر ان روایتون پر جو قرآن مجید کے برخلاف نہین اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے اور جو واقعات پیش آئے ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ سے جو لوگ لڑنے کو نکلے وہ قریش مکہ کے مقابلہ مین ان کے حملہ کے دفع کرنے کے لئے نکلے تھے نہ قافلہ کے لوٹنے کے لئے - سیرت ہشامی صفحہ ۴۳۳ مین لکھا ہے کہ آنحضرت نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کوچ قریش مکہ کے مقابلہ مین تہا نہ شام کے قافلہ پر کیونکہ وہ قافلہ شام سے آتا تھا جو مدینہ سے جانب شمال واقع ہے اور مکہ جانب جنوب اور شام سے قافلہ کے مکہ مین آنے کا راستہ مدینہ سے جانب غرب پڑتا ہے پس اگر قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا جاتا تو مدینہ سے غرب کے جانب کا راستہ اختیار کیا جاتا نہ جنوب کا - اب یہ کہ آنحضرت نے کیون کوچ کیا مدینہ ہی مین کیون نہ ٹھہرے رہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک لایق شخص جس کو خدا نے معاملات جنگ کے سمجھنے کی لیاقت دی ہے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر حملہ آور قریش مدینہ کے دیوارون تک پہونچ جاتے تو انکا روکنا اور انکے حملہ کو دفع کرنا ناممکن تھا - مہاجرین کو وہان گئے ہوئے پورے دو برس بھی نہین ہوئے تھے - مدینہ کے جن لوگون نے انکو پناہ دی تھی اور دل وجان سے مہاجرین کے مددگار تھے اور جو انصار کہلاتے تھے انکی تعداد بھی بمقابلہ آبادی مدینہ اور اسکے گرد ونواح کے کچھ زیادہ نہ تھی - پس جب اہل مدینہ یہ حالت دیکھتے کہ ان لوگون کے سبب مدینہ پر کیا آفت آئی ہے اور غنیم نے اسکو گھیر لیا ہے تو ان سب کی حالت بالکل بدل جاتی اور حملہ آورون کا حملہ دفع کرنا غیر ممکن ہو جاتا اور اسلئے ضرور تھا کہ مدینہ سے آگے بڑہکر ان کا مقابلہ کیا جائے اور جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہو وہ مدینہ سے باہر ہو جائے - اسلئے آنحضرت نے قریش کے مقابلہ کے لئے باہر نکلنا اور آگے بڑھکر اونکو روکنا ضرور سمجہا تھا - (تفسیر القرآن سرسید احمد خان سورۂ انفال) ۱۲

رنگ لیاں منائیں تا کہ قبایل عرب میں ہماری ڈہاک بٹھ جائے۔ ابوسفیان اس آمادگی کی کیفیت سنکر خود بہی جہٹ پٹ مکہ سے روانہ ہوا اور لشکر میں شامل ہوگیا۔

آنحضرتؐ مہاجرین اور انصار کو ساتھ لئے ہوئے منزلیں طے کرتے ہوئے آرہے تہے کہ ذفران کے مقام پر معلوم ہوا کہ قافلہ شام کے صحیح وسالم پہونچ جانے پر بھی قریش مکہ مقابلہ کیواسطے بڑھے چلے آتے ہیں آپ نے اپنے اصحاب سے استمزاج دریافت فرمایا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ گروہ مہاجرین سے حضرت مقداد بن عمرو نے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں کہ اپنے الوالعزم نبی حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگے "بس آپ اور آپ کا خدا دونوں لڑنے کو جائیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"[ل] بلکہ ہمارا یہ قول ہے کہ دشمنان دین کے مقابلہ میں ہم آپکے ساتھ اپنی جانیں لڑانے کو حاضر ہیں آپ جہاں چلیں ہم سایہ کے طرح ساتھ ہیں۔ حضرت رسولخداؐ اپنے بہادر جانباز مہاجر کا کلام سنکر مسکرائے اور پہر وہی سوال کیا کیونکہ آپ کا روئے سخن انصار کی طرف تھا جو پہلے پہل مدینہ سے نکلے تہے۔ چونکہ بیعت العقبہ میں انصار نے آنحضرتؐ سے یہ عہد کیا تھا کہ جب آپ ہمارے شہر میں آئینگے تو مثل اپنے اہل وعیال کے ہم آپ کی حمایت کرینگے۔ اس وجہ سے خیال ہوسکتا تھا کہ کیا عجب صرف مدینہ ہی میں نہ کہ مدینہ سے باہر اس عہد کی پابندی لازم سمجھی جائے۔ غرضکہ اس مکرر سوال کو سنکر انصار کے رمز شناس سرگروہ حضرت سعدؓ بن معاذ نے جوش میں آکر عرض کیا "یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں آپ کی تصدیق کی ہے آپسے عہد کر چکے ہیں۔ ہم ہر جگہ آپ کی اطاعت اور حمایت کے واسطے حاضر ہیں اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنایا ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں لیجانا چاہیں ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو فوراً پھاند نہ پڑے۔ ہم اپنے قول کے دہنی ہیں اور ہمیں امید ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں حق تعالےٰ ہماری جانباز یاں آپ کو دکہا کر آپ کو شاد آباد اور ہمیں سرخرو کریگا۔ حضرت رسولخداؐ یہ تقریر سنکر مسرور ہوئے اور فرمایا چلے چلو برکت الٰہی شامل حال ہے۔ تمہاری ہی فتح ہے۔ بخدا میں گویا دشمن کے مقتل کو دیکھ رہا ہوں۔

ل۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ؁

رمضان المبارک کی سترہوین شب کو آنحضرت بدر کے مقام پر پہونچے اور یہ معلوم کرکے کہ قریش
کی فوج بہت قریب پڑی ہوئی ہے - آپ یہین ٹھہر گئے - مسلمانون کو ایک ہفتہ سے زاید گھر سے نکلے ہو چکا تھا
منزلون کے مارے تھکے ماندے گرد آلود ہو رہے تھے - راہ مین پانی کی سخت تکلیف اٹھائی تھی بدر مین
پہونچکر یہ خیال تھا کہ یہان کے کنوئین اور چشمے سے خوب سیراب ہونگے اور سارا کسل دفع ہو جایگا
مگر یہان اور ہی معاملہ نظر آیا - لشکر قریش نے پیشتر سے پہونچکر ایک عمدہ جگہ پر قیام کرکے پانی پر
قبضہ کر لیا تھا اب کیا ہو سکتا تھا - سخت پریشانی ہوئی پینے تک کو پانی نرہا تھا ہان آب شمشیر ضرور
پاس تھا وہ بھی دشمنون کے نصیب کا تھا ایسی مصیبت مین بعض مسلمانون کو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ
ہمکو فتح کی بشارت دیگئی ہے اور حال یہ ہے کہ ہمارا قیام ایسے ریگستان مین ہے جہان زانو تک پائون
الگ دہسے جاتے ہین چلنا پھرنا دشوار اور طرہ یہ کہ پینے تک کو پانی نہین بے موت مرنے کا سامان
آنکھون کے سامنے ہے خدا ہی ہے جو فتح ہو - جون ہی یہ ہمت ہارنے والا وسوسہ پیدا ہوا ابر کرم گھر آیا
باران رحمت نازل ہونے لگا مسلمانون نے سیر ہو کر پانی پیا نہا دہو کر پاک صاف ہو گئے بدن ہلکا
ہو گیا دل قوی ہو گیا ہمت بڑھ گئی اور عین موقع پر اس غیبی تائید سے فتح کی بشارت کا پورا یقین ہو گیا
صبح کو دونون فوجون مین طیاری ہونے لگی ادہر آنحضرت نے صفون کو ترتیب دیکر فرمایا
کہ جب تک کفار پیشدستی نہ کرین اپنی جگہ پر خاموش کھڑے رہنا ادہر لشکر قریش آراستہ ہو کر
نہایت شان و شوکت اور کبر و نخوت کے ساتھ مستعد ہو گیا سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی
شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان مین آیا اور مبارز طلب کئے - صادق القول گروہ انصار
سے تین جانباز مقابلہ کو بڑہے مگر متکبر عتبہ نے چلاکر کہا اے محمد صلعم ہم مدینہ کے ان کسانون پر کیا
ہاتھ اٹھائین اگر بھیجنا ہے تو ہمارے برابر کے قرشی بھائیون کو بھیج - آنحضرت نے یہ سنکر حضرت حمزہ رض
حضرت علی رض اور حضرت عبیدہ رض بن الحارث بن عبد المطلب کو میدان مین جانے کی اجازت دی -

---

لہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ
وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ (سورۂ انفال پارہ ۹)

مقابلہ شروع ہوا۔ حضرت شیر خدا نے کمال دلیری سے پہلے ہی حملہ مین ولید کے دو ٹکڑے کر دئے اسیطرح حضرت حمزہ نے عتبہ کو فی النار کر دیا۔ شیبہ کو حضرت عبیدہ نے قتل کیا مگر خود بھی سخت زخمی ہو کر میدان سے اٹھا آئے۔

قریش اپنے ان تین سردارون کے آناً فاناً قتل ہو جانے سے متحیر ہو گئے اب انکے دستہ کے دستہ حملہ کرنے کو بڑھے مسلمانون نے نہایت بیجگری سے انکا مقابلہ شروع کیا گھمسان کی لڑائی چھڑ گئی۔ علی مرتضیٰ جنکا سن شریف ابھی اکیس ہی برس کا تھا جلال الٰہی کی مجسم تصویر بن کر دشمنون کی صفون مین گھس پڑے اور بہادر تجربہ کار سردارون کو چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ اسیطرح حضرت حمزہ زبیر بن العوام اور ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہم کے شیرانہ حملون نے کفار کی صفون کو درہم برہم کر دیا۔ ابو جہل نے یہ دیکھکر اپنے قبیلہ کے لوگون کو ساتھ لے کر ایک سخت حملہ کیا اور مسلمانون پر کفار کا نرغہ ہو گیا۔ آنحضرت یہ حال دیکھکر درگاہ مجیب الدعوات مین کمال عجز و نیاز کے ساتھ دعا فرمانے لگے "اے اللہ اپنا وعدہ نصرت پورا فرما یا خدایا اگر مسلمانون کی یہ تھوڑی سی جماعت فنا ہو گئی تو پھر دنیا مین تیری خالص عبادت کرنے والا کون رہیگا"۔ دیر تک آپ اسیطرح عریش (ایک چھوٹا سا چھپر) مین جو آپکے قیام کے واسطے اس میدان مین طیار کیا گیا تھا نہایت الحاح کے ساتھ مناجات مین مشغول رہے آخر آپ کی دعا عریش سے عرش تک پہونچی اور قبول کے دروازہ سے امداد غیبی کو ساتھ لے کر آئی۔ آنحضرت خوش ہو کر اٹھ بیٹھے اور سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (ترجمہ اب بھاگے جاتے ہیں گروہ اور دکھاتے ہین پشت سورۂ قمر پارۂ ۲۷) پڑھتے ہوئے باہر آئے اور مسلمانون کو بشارت دی کہ فرشتگان خدا امداد کو آپہونچے معاً جنود الٰہی ہوا کے تند و تیز گھوڑون پر سوار نازل ہوئے گرد و غبار بلند ہوا۔ ادھر کافرون کے منہ پر تھپیڑے پڑنے لگے انکی گردنین اڑ گئین جوڑ جوڑ ہل گئے[۱]۔ ادھر مسلمانون کے دل اس غیبی مدد سے قوی ہو گئے[۲] ہمتین بڑھ گئین اور جوش و خروش کے

---

[۱] اشارہ ہے اس آیت شریف کی طرف فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (سورہ انفال پارہ ۹) ۱۲

[۲] اشارہ ہے اس آیت کی طرف وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورہ انفال پارہ ۹)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جنگ بدر مین ایسی تند و تیز ہوا چلی کہ اس سے پہلے چلی نہ تھی پھر دوبارہ و سہ بارہ ویسے ہی تند جھونکے چلے (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۲۹) ۱۲

ساتھ کافرون پر ٹوٹ پڑے - گروہ انصار سے دو بھائی معاذؓ اور معوذؓ جان پر کھیلکر ابوجہل کی طرف لپکے نہایت سخت لڑائی ہونے لگی - معاذؓ نے کمال دلیری سے ابوجہل پر ایسی تلوار ماری کہ اُسکی ساق الگ ہوگئی - یہ دیکھکر عکرمہ ابن ابی جہل نے معاذؓ کے شانہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ہاتھہ بیکار ہوکر لٹک پڑا آپ نے زخمی ہاتھہ اپنے پاؤن سے دباکر الگ پھینکدیا اور نہایت بجگری سے اسطرح لڑتے رہے یہانتک کہ آپ کے دوسرے بھائی معوذؓ نے ابوجہل کا کام تمام کردیا لشکر قریش مین اب ابتری پڑگئی چیدہ چیدہ سردار سب قتل ہوگئے تھے اب انکے ہوش و حواس درست نہ تھے - بے تحاشا لوگ دم بھاگے مسلمانون نے بڑھکر جسکو پایا قید کرلیا - اس لڑائی مین قریش کا سارا کبر و نخوت خاک مین ملگیا شامت اعمال سے انکے ستر سردار مارے گئے جنمین سے کئی سردار قریش حضرت علی مرتضیٰؓ کے زور یداللہی سے قتل ہوئے - اور اسیطرح ستر کفار قید ہوگئے اور بہت کچھہ مال غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آیا - اسوقت تک عرب مین یہ دستور تھا کہ قیدیان جنگ نہایت بیدردی سے قتل کئے جاتے تھے - آنحضرتؐ نے اس خونخوار طریقہ کو بدلکر حکم دیا کہ خبردار اب ان بیدست و پا قیدیون کو کسی قسم کی تکلیف[1] نہ دی جائے مہاجرین اور انصار نے اس حکم کی جان و دل سے تعمیل کی اور قیدیون کو ایسے آرام سے رکھا کہ سر ولیم میور صاحب جیسے متعصب عیسائی لکھتے ہین "محمد صلعم کے حسب ایما انصار اور مہاجرین نے قیدیون کو اپنے پاس رکھا اور انکے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے انمین سے ایک قیدی بعد کو کہتا تھا کہ خدا مدینہ والون کا بھلا کرے ان جوانمردون نے ہمین سوار کیا اور آپ پیدل چلے ہمین گیہون کی روٹی کہلائی اور آپ خالی خرمے کہاکر سورہے" (لایف آف محمد جلد سوم صفحہ ۱۲۲)-

تین دن تک آنحضرتؐ نے بدر مین قیام فرمایا مسلمانون مین چھ مہاجر اور آٹھ انصار شہید ہوئے انکو دفن کیا اور کشتگان قریش کو جن مین ابوجہل - عتبہ - شیبہ اور ابوسفیان کا بیٹا حنظلہ وغیرہ[2] وغیرہ شامل تھے اس خیال سے کہ انکی لاشین طعمہ زاغ و زغن نہون گڈھے کہدواکر خاک مین چھپادیا - تیسرے دن

[1] صرف دو شخصون کو جنہون نے اسلام کی مخالفت مین کوئی دقیقہ اٹھا نرکہا تھا سزاے موت دیگئی ایک انمین سے نضر بن حارث دوسرا عقبہ بن ابی معیط تھا ۱۲

[2] حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا تھا ۱۲

آنحضرتؐ نے میدان بدر سے کوچ فرمایا اور وادی صفرا مین پہونچکر مال غنیمت برابر برابر تقسیم کردیا۔ سورۂ انفال جسمین غنیمت کی تقسیم کے احکامات درج ہین اسکے بعد نازل ہوئی۔ بعدازان قیدیون کی نسبت آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن معاذ کی یہ راے ہوئی کہ سب کے سب قتل کردئے جائین تاکہ قریش کا زور ٹوٹ جائے مگر حضرت ابوبکرؓ نے یہ راے دی کہ انکو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے جس سے دو فائدہ متصور ہین اول یہہ کہ کیا عجب یہ لوگ عناد سے باز آکر دین حق قبول کرلین دوسرے یہ کہ زر فدیہ جو کچھ وصول ہوگا اس سے مسلمان حاجتمندون کی تنگدستی دور ہوجائیگی۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی راے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی راے قرار پاگئی پھر وہان سے کوچ فرماکر مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے جسوقت آپکی تشریف آوری اور اس خداداد کامیابی کی خبر یہود مدینہ کو پہونچی آتش حسد سے جل گئے اور جوش عداوت سے علانیہ فساد پر آمادہ ہوگئے۔ یہود بنی قینقاع نے

غزوہ بنی قینقاع شوال سنہ ۲ ھ

آنحضرتؐ کی غیبت مین ایک مسلمان کو گھیر کر شہید کر ڈالا تھا جس نے ایک یہودی کو ایک مسلمان عورت کی سر بازار آبروریزی کے عوض مین طیش مین آکر حملہ کرکے مار ڈالا تھا اور اسوجہ سے مسلمانون اور یہودیون مین نزاع قائم ہوگئی تھی۔ جسوقت حضرت رسولخدا بدر سے واپس تشریف لائے یہود بنی قینقاع سے جنسے امن کا معاہدہ ہوچکا تھا اس واقعہ کی بازپرس کی۔ بنی قینقاع بجاے اسکے کہ اپنی زیادتی پر نادم ہون نہایت شورہ پشتی سے جواب دیا کہ اے محمد صلعم میدان بدر کی کامیابی پر نہ بھولنا جسوقت ہم سے مقابلہ پڑے گا معلوم ہوجائیگا یہ کہکر ان لوگون نے وہ عہدنامہ جو سابق مین تحریر ہوچکا تھا واپس بھیجدیا[1] اور علانیہ معاہدہ توڑ کر امن وامان مین خلل اندازی کرنے کو آمادہ ہوگئے۔ آنحضرتؐ نے یہ حال دیکھکر شوال سنہ ۲ ھ مین ان فسادیون کے محلہ کا محاصرہ کرلیا مگر قبل اسکے کہ لڑائی شروع ہو بطور اتمام حجت انپر اسلام پیش کیا گیا۔ بنی قینقاع کی آنکھین اب کھلین سمجھے کہ واقعہ بدر کی طرح ہمارا بھی شل کمان کے تار تار الگ ہوجائیگا اسلئے صلح پر آمادہ ہوگئے۔ عبداللہ ابن ابی منافق نے بیچ مین پڑ کر اسبات پر صلح کرادی کہ امن وامان کے ساتھ اپنے اہل وعیال

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر جلد ثانی صفحہ ۵۵ مطبوعہ مصر ۱۲

اور مال واسباب کو لیکر مدینہ سے نکل جائین صرف انکے ہتیہیار اور زمینین ضبطی مین آجائین۔ اسطرح شہر مدینہ ان فسادیون سے پاک ہوگیا اور یہ لوگ خیبر مین آباد ہوگئے۔[سلہ]

غزوہ السویق ذوالحجہ سنہ ۲ھ آنحضرت یہود مدینہ کا شر دفع فرماکر ابہی مطمئن بہی نہ ہوئے تھے کہ قریش مکہ نے پہر چہیڑ نکالی۔ بدر کی لڑائی مین ابوسفیان زخمی ہوکر مکہ بھاگ گیا تھا۔ ابوجہل وغیرہ سرداران قریش کے قتل ہوجانے سے اب مکہ والون کا یہی سردار مقرر ہوا۔ اسنے شہر مین منادی کردی کہ اپنے اپنے مقتولون پر کوئی روئے پیٹے نہین کیونکہ آنسوؤن سے ہوک کم ہوجائیگی اور بدلہ لینے کے خیال مین وہ جوشش نرہیگا۔ یہ سخت حکم دے کر اسنے قسم کھائی کہ جب تک مسلمانون سے بدلہ نہ لے لون تب تک ساری زیب و زینت اور عیش و عشرت مجہپر حرام ہے۔ بعد ازان تیسرے ہی مہینے دو سو سوارون کو لے کر دفعتاً مدینہ پر چڑھ دوڑا اور شہر سے تین میل پر عریض کے مقام پر پہونچکر باغون کو جلادیا اور ایک مسلمان انصاری اور اسکے ایک حلیف کو جو مکہ کا رہنے والا تہا قتل کرڈالا۔ یہ سنکر آنحضرت فوراً دو سو مہاجرین اور انصار کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے مگر ابوسفیان اپنی جماعت کو پہلے ہی لے کر فرار ہوگیا اور راستہ مین ستو کے بورے جو یہ لوگ ساتھ لے کر چلے تھے بوجہ ہلکا کرنے کی غرض سے پہینکدیئے اور سب کے سب بے تحاشا مکہ بھاگ گئے۔ اس واقعہ کا نام غزوہ السویق یعنے ستو والی لڑائی رکھا گیا مسلمانون کی یہ کامیابیان قبایل عرب کی آنکھون مین جو ابہی تک نور اسلام سے منور نہین ہوئین تہین

سلہ اس اثنا مین دو واقعہ پیش آئے جنکو علامہ قسطلانی نے سریون مین داخل کیا ہے حالانکہ انمین آنحضرت نے کسیکو نہین بہیجا تہا عمیر بن عدی نے جو آنکہون سے معذور تہے از خود ایک عورت عصما بنت مروان یہودیہ کو جو انکی رشتہ دار تہی اور مسلمانونکی ہجو مین اشعار کہا کرتی تہی غصہ مین آکر ایک رات کو مار ڈالا۔ اسیطرح سالم بن عمیر نے ایک بڈہے یہودی ابی عفکہ کو جو مسلمانون کو بہت ستایا کرتا تہا قتل کردیا۔ ان واقعات کو محض اس خیال سے کہ دو کافر مارے گئے سریہ مین داخل کرنا غلطی ہے مالفرض اگر پہلے واقعہ کی خبر بعد کو آنحضرت تک پہونچی مگر اسپر کچہہ مواخذہ نہ ہوا جسکے کچہہ اسباب ہونگے تو بہی اسکو سریہ نہین کہہ سکتے مواہب لدنیہ مین پہلے واقعہ کے نسبت سریہ ہونے سے صاف انکار لکہا ہے اور دوسرے واقعہ کا ذکر روضۃ الاحباب اور معارج النبوۃ مین سریون کے عنوان سے کہین پایا نہین جاتا (مدارج النبوت صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ جلد دوم و تفسیر سر سید سورہ انفال صفحہ ۷۳) ۱۲۔

غزوہ قرقرۃ الکدر
محرم سنہ ۲ ھ

کھٹکنے لگیں ان میں سے ہر ایک اب سبات پر آمادہ ہوا کہ اسلام کا زور کسی طرح گھٹ جائے۔ سب سے پہلے یہود بنی سلیم نے ایکا کرکے ایک جماعت کثیر کے ساتھ تاخت و تاراج کرنا چاہا۔ آنحضرت مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر بمقام قرقرۃ الکدر پر پہونچے تین دن تک قیام فرمایا مگر کسی سے مقابلہ نہین ہوا اور بنی سلیم مرعوب ہوکر متفرق ہوگئے۔ بعد ازان

غزوہ ذی امر
ربیع الاول سنہ ۳ ھ

نواح نجد کے موضع ذی امر مین بنی ثعلبہ نے متفق ہوکر حوالی مدینہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا اور دعثور بن حارث کو جو ایک مشہور جنگ آزما تھا اپنا سردار مقرر کیا آنحضرت کو جسوقت یہ خبر پہونچی ساڑھے چار سو مسلمانون کو ساتھ لے کر ۱۲۔ ربیع الاول کو انکا شر دفع کرنے کو روانہ ہوئے مگر قبل اسکے کہ جنگ شروع ہو وہ لوگ مسلمانون کی جماعت سے خوف زدہ ہوکر متفرق ہوگئے اور پہاڑون پر بھاگ گئے۔ اتفاقاً اس دن پانی برس گیا لوگون کے کپڑے بھیگ گئے۔ آنحضرت نے بھی ایک درخت کے نیچے ٹھہر کر اپنے کپڑے سوکھنے کے واسطے پھیلادئے بنی ثعلبہ پہاڑ پر سے مسلمانون کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے آنحضرت کو درخت کے نیچے تنہا آرام کرتے دیکھکر اپنے سردار دعثور سے کہا کہ ایسی حالت مین آپ کا کام تمام کردینا مشکل نہین۔ دعثور فوراً روانہ ہوا اور اچانک آپکے پاس پہونچگیا مگر آپ جاگ پڑے۔ دشمن نے یہ دیکھکر تلوار سونت لی اور چلایا "اے محمد صلعم اب کون ہے جو اسوقت میری خون آشام تلوار سے تجھے بچالے"۔ ہر حال مین خدا ہی پر بھروسہ کرنے والے سردار انبیا نے فوراً بے جھجک جواب دیا "اللہ میرا بچانے والا ہے" اس ذکر جلی کی ضرب دعثور پر ایسی پڑی کہ اُدھر وہ مرعوب ہوگیا اور ادھر آپ نے لپک کر اسکی تلوار چھین لی اور فرمایا "کیون! تجھے اب کون بچانے والا ہے"۔ دعثور نے حسرت مندی کے لہجہ مین کہا "افسوس کوئی نہین" نبی کریم نے یہ سنکر تلوار اسکے سامنے پھینکدی اور ارشاد فرمایا "مجھ سے رحم کرنا سیکھ"۔ دعثور آپ کی شجاعت اور جوانمردی سے ایسا متاثر ہوا کہ فوراً صدق دل سے کلمہ طیبہ زبان پر لایا اور مرتے دم تک آپ ہی کا کلمہ پڑھتا رہا۔

دعثور کا ایمان لانا

الغرض گیارہ دن کے بعد لشکر اسلام کے ساتھ آپ بخیر و عافیت مدینہ منورہ تشریف لائے

قتل کعب بن اشرف

یہان محمد بن مسلمہ انصاری نے اپنے چار ساتھیون کے ساتھ ۱۴ ربیع الاول کو کعب بن اشرف یہودی کو اسکے گہر پر جاکر قتل کر دیا تھا۔ مقتول یہودیون کا ایک مشہور شاعر تھا۔ آنحضرت اور مسلمانون کی شان مین ہجویہ اشعار کہکر سخت ایذا دیا کرتا تھا اور کفار کو آنحضرت سے مقابلہ کرنے کے واسطے برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ جنگ بدر کے بعد معاہدہ کے خلاف یہ شخص خود مکہ گیا اور مقتولان قریش کے پر درد مرثیہ کہکر اُنکے جوش انتقام کو اور بھڑکا دیا[۱]۔ آجکل کسی مشہور اسپیکر کے لکچر سے جو اثر ہوتا ہے اس سے کہین زیادہ اس زمانہ مین شعرا کے کلام کا اثر ہوتا تھا۔ جنگجو قبائل عرب پر یہ سحر بیان غضب کا جادو ڈالتے تھے ان کے اشعار جنگ وجدل کے قرنا تھے۔ لڑائی کی آگ انکی آتش بیانیون سے بھڑک اٹھتی تہی اور پہر اُسکا بجہنا مشکل ہو جاتا تھا۔

غزوہ احد شوال ۳ھ قریش مکہ جنگ بدر کے بعد ہر وقت اس فکر مین رہتے تھے کہ کسیطرح مسلمانون سے اپنا بدلہ لین قیدیان بدر کا جسوقت فدیہ ادا ہو گیا اور یہ لوگ مکہ آپہونچے سرداران قریش نے ایک سخت حملہ کی طیاری کردی اور عمرو بن العاص اور ابوعزی شاعر کو قبائل عرب کے پاس بہیجا کہ سب ملکر مدینہ پر حملہ کرین اور اسلام کا نام ونشان مٹادین اسطرح تین ہزار آدمیون کی فوج مرنے مارنے پر طیار ہوگئی جس مین سات سو آہن پوش جنگجو تھے۔ ابوسفیان جسکو آنحضرت سے سخت عداوت تھی اس خونخوار لشکر کا سردار مقرر ہوا اور اُسکی عورت ہند جسکا باپ عتبہ جنگ بدر مین حضرت حمزہ رض کے ہاتھ سے مارا گیا انتقام کے جوش مین قریشی عورتون کے پندرہ کجاوہ طیار کر کے لشکر کے ساتھ ہوگئی کہ میدان جنگ مین کشتگان بدر پر نوحہ پڑھکر لڑنے والون کو جوش اور غیرت دلائے اور ساتھ ہی قریش کے بڑے بت ہبل کو اونٹ پر رکھہ لیا تاکہ دینی حرارت سے جنگ کی آگ اور بھڑک اُٹھے مکہ سے جسوقت یہ طوفان بلا اُٹھا حضرت عباس نے فوراً ایک قاصد

---

[۱] اسبارہ کا تصفیہ کہ ایسی حالت مین کہ کعب بن اشرف دشمنون سے سازش رکہتا تھا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا تہا اسکا قتل بلحاظ ان اصولون کے جو انتقام جنگ اور دشمنون کے جاسوسون اور تہانگیون سے علاقہ رکہتے ہین واجب تہا یا نا واجب اُن لوگون کے تصفیہ پر چہوڑ سکتے ہین جو اصول جنگ سے واقف ہین (تفسیر سر سید سورہ انفال صفحہ ۷۵) ۱۲

آنحضرت صلعم کے پاس روانہ کیا۔ آپ نے یہ وحشت انگیز خبر سنکر فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور صحابہ سے مشورہ کیا۔ ایک فریق کی یہ رائے ہوئی کہ چونکہ لشکر قریش کی تعداد بہت زیادہ ہے اسلئے عورتوں اور بچوں کو قلعہ مدینہ میں اکیجا کردیں اور خود مستعدی اور دلیری سے شہر کی حفاظت کریں اور مدینہ سے باہر نجائیں مگر حضرت حمزہ رض اور سعد بن عبادہ اور گروہ انصار کے وہ لوگ جو جنگ بدر مین حاضر نہو سکے تھے کہنے لگے کہ اگر ہم مدینہ ہی مین رہے تو دشمن ہمکو بزدل سمجھین گے اور انکی ہمت بڑھجائے گی۔ جنگ بدر مین ہماری جماعت کسقدر کم تھی مگر بفضلہ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہا۔ اب ہم بہ نسبت پیشتر کے قوی ہین کس بات کا خوف کرین۔ ان لوگون نے اسقدر اصرار کیا اور ایسی پرجوش تقریرین کین کہ آخر نکلنا ہی پڑا۔ کفار تیزی سے بڑھے آرہے تھے جسوقت انکا لشکر عینین مین جو بطن سبخہ مین مدینہ کے مقابل ایک پہاڑ ہے پہونچا آنحضرت صلعم نے ۔ار شوال ۳ھ بعد نماز جمعہ شہر سے کوچ کیا۔ تھوڑی ہی دور تشریف لے گئے تھے کہ عبداللہ ابن ابی منافق نے عین موقع پر دغا دی اور اپنے تین سو رفیقون کو لشکر اسلام سے الگ کر لیا اور شہر واپس آیا۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ اب صرف سات سو جانباز مہاجر و انصار رہ گئے جنہون نے تین ہزار کافرون کے مقابلے مین کوہ احد کے وادی مین شام کے وقت ڈیرے ڈالدئے۔ ہفتہ کے دن نماز فجر کے بعد آنحضرت نے لشکر اسلام اسطور پر آراستہ کیا کہ کوہ احد پشت پر تہا اور جبل عینین جانب چپ چونکہ جبل عینین مین ایک درہ تھا اسلئے آنحضرت نے اس خیال سے کہ کہین دشمن کے سوار اسطرف سے گھس کر پشت لشکر پر حملہ نہ کر بیٹھین عبداللہ ابن جبیر کو پچاس تیراندازون کے ساتھ درہ کی حفاظت پر مقرر کیا اور تاکید کردی کہ کسی حالت مین ہرگز اپنی جگہ سے جنبش نہ کرین۔

لشکر قریش مین سب سے پہلے ابو عامر راہب اپنی جماعت کو لیکر میدان مین آیا۔ یہ شخص مدینہ کا رہنے والا قبیلہ اوس سے تھا اور بہت پارسا سمجھا جاتا تھا مدینہ مین جب آنحضرت صلعم تشریف لائے اور قبیلہ اوس کے لوگ جوق جوق مسلمان ہونے لگے یہ بھی اسلام لایا مگر بعد کو مرتد ہوکر مکہ بھاگ گیا اور قریش سے ملکر ہر وقت انکو مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جسوقت انصار مدینہ مجھے میدان جنگ مین دیکھین گے آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑکر میری طرف لوٹ آئین گے۔

الغرض ابو عامر سب سے پہلے میدان مین نکلا اور مدینہ والون کو پکارا کہ مین ابو عامر ہون محمد صلعم کا ساتھ چھوڑو اور مجھ سے ملجاؤ۔ صادق القول وفا شعار انصار نے یکزبان ہوکر اسکو اسکی بداعمالیون پر برا بھلا کہنا شروع کیا اور حملہ کرنے پر مستعد ہو گئے۔ ابو عامر کی جماعت نے قریشی غلامون کے ساتھ تیر و پتھر کا مینھ برسانا شروع کیا مگر مسلمانون نے نہایت دلیری سے انکو تھوڑی ہی دیر مین پسپا کر دیا۔ ابو عامر اور اوسکی جماعت بھاگ نکلی اور انکے پیچھے مسلمانون نے یورش کردی۔ حضرت زبیر بن العوام نے اپنی صف سے نکلکر کمال بےجگری سے خالد ابن ولید کے گروہ پر حملہ کیا اور اپنے شیرانہ حملون سے کفار کی صفون کو درہم برہم کر کے خالد کو پسپا کر دیا۔ یہ حال دیکھکر ابو سفیان ایک ہزار سوارون کے جھرمٹ مین نکلا اور مسلمانون پر تیر برسانا شروع کئے۔ قریش کی عورتین دف بجا بجا کر پرجوش اشعار پڑھنے لگین اور لڑائی کی آگ کو تیز کر دیا کفار حملہ پر حملہ کرتے تھے مگر بہادران اسلام قدم جمائے رہے اور اس شدت سے کافرون پر تیر چلائے اور ایسے نشانے اڑائے کہ انکے رخ پھر گئے۔ علمبردار قریش طلحہ ابن ابی طلحہ جو ایک مشہور جنگجو تھا اپنی قوم کو پسپا ہوتے دیکھکر مار سیاہ کی طرح پیچ و تاب کھاتا ہوا نکلا اور میدان مین آگے بڑھکر چلایا کہ اے محمد صلعم تمہارا گمان ہے کہ تمہاری تلوارین ہمکو جہنم مین بھیجتی ہین اور ہماری تیغین تمکو بہشت مین پہونچاتی ہین۔ اچھا جسکو بہشت مین جانے کا شوق ہو میرے سامنے آئے۔ شیر خدا حضرت علی مرتضی رض اسکا یہ رجز سنکر فوراً مقابلہ کو نکلے اور اپنے دلیرانہ حملون سے اوسکو فی النار کردیا۔ قریش کا علم سرنگون ہوگیا مگر مقتول کے قبیلہ بنی عبدالدار کے نو آدمی دلیری کے ساتھ یکے بعد دیگرے علم کو اوٹھاتے ہی رہے اور سب کے سب بہادران اسلام کے حربون سے طلحہ کے ساتھ جہنم پہونچ گئے۔ حضرت حمزہ رض نے عین موقع پر مسلمانون کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر ایک سخت حملہ کیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ دیکھکر آنحضرت نے اپنی تلوار بلند کر کے فرمایا کہ کون ہے جو یہ تلوار مجھ سے لے اور اس کا حق ادا کرے۔ جانباز صحابہ لپکے کہ اس تلوار کو لے کر حق جہاد ادا کرین مگر آپنے ابو دجانہ انصاری کو وہ تلوار عطا فرمائی۔ ابو دجانہ رض تلوار لے کر بڑھے اور صف اعدا مین شیر کی طرح گھس گئے اور اپنے شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ کسیکو سامنے آنے کی تاب نہ تھی آپ صفون کو چیرتے ہوئے پہاڑ کے پاس

پہونچگئے جہان ابوسفیان کی عورت ہند زنان قریش کے ساتھ دف بجا بجاکر لڑائی کی آگ تیز کررہی تھی آپ نے چاہا کہ شعلہ جوالہ ہند بنت عتبہ کو آب شمشیر سے سرد کردین مگر یہ خیال کرکے کہ رسول کی تلوار کو ایک عورت کے خون سے رنگین کرنا زیبا نہین پلٹ پڑے۔ ابو دجانہ رض کے ان شجاعانہ حملون سے کفار دنگ ہوگئے مسلمانون نے اب چارونطرف سے ہجوم کرلیا اور اس جوش وخروش سے دشمنون پر ٹوٹ پڑے کہ انکے قدم اٹھ گئے اور اپنا سارا مال واسباب چھوڑکر بھاگے۔ مسلمانون نے تھوڑی دور تک انکا تعاقب کیا بعدازان بیفکری کے ساتھ مال غنیمت کے لوٹنے مین مشغول ہوگئے۔ درہ عینین کے پچاس تیرانداز بھی جنکو درہ کی حفاظت کا تاکیدی حکم تھا کفار کو بھاگتے دیکھکر مال غنیمت لوٹنے کو لپکے عبداللہ ابن جبیر انکے سردار نے ہرچند روکا کہ ہمکو حکم نہین کہ کسی حالت مین اپنی جگہ کو چھوڑین مگر سوائے دو چار آدمیون کے اور کسی نے خیال نہ کیا۔ خالد بن ولید جس نے اثناے جنگ مین کئی مرتبہ چاہا تھا کہ اوہ سے گذرکر پشت لشکر پر حملہ کرے مگر کمانداروں نے قریب پھٹکنے نہ دیا تھا۔ دور سے درہ کو خالی پاکر اپنے کمینگاہ سے نکلا اور عکرمہ ابن ابی جہل اور اسکے رفیقون کی ایک بڑی جماعت کو اپنے ہمراہ لے کر جلدی سے درہ مین گھسکر اور باقی ماندہ محافظین کو جنہون نے مقابلہ سے آخر تک منہ نہ موڑا شہید کرکے مسلمانون کے پشت پر ٹوٹ پڑا اور فوراً ایک سوار مفرور ابوسفیان کی طرف روانہ کیا اس اثناء مین عمرہ بنت علقمہ جس نے آخر مین کفار کا علم اٹھالیا تھا خالد کو لڑتے دیکھکر نشان بلند کردیا لشکر قریش اپنے علم کو لہراتا دیکھکر پلٹ پڑا۔ اہل اسلام جو جابجا پھیلے ہوئے تھے اور خوشی خوشی مال غنیمت لوٹ رہے تھے اب دو طرف سے بُری طرح گھر گئے اور اس ناگہانی آفت سے جسکا انکو گمان بھی نہ تھا ایسے گھبراگئے کہ یکجا ہوکر صفین درست کرکے مقابلہ کرنا کیا معنی آپس ہی مین گتھ گئے اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ حضرت اسید بن حضیر رض اور ابو بردہ رض خود مسلمانون کے ہاتھون سے زخمی ہوئے اور یمان حضرت خدیفہ انصاری کے والد رض شہید ہوگئے۔ کافرون نے ہر طرف سے پے درپے حملے شروع کردئے اور مسلمانون کو سنبھلنے کی مہلت نہ دی۔ حضرت حمزہ رض جنکی قریش پر ڈہاک بیٹھی تھی غضبناک ہوکر بڑھے اور کافرون کے ایک گروہ کے سردار سباع بن عبدالعزی پر حملہ کیا اور

اور اسکو قتل کرکے رجز پڑھتے ہوئے دوسری طرف حملہ کرنے کو پلٹے تھے کہ ناگاہ جبیر بن مطعم کا غلام حبشی جو برچھی پھینکنے مین بے مثل تھا اور جس سے ہند بنت عتبہ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کے باپ کے قاتل یعنے حضرت حمزہ رض کو کسیطرح شہید کرڈالے تو اوسکو آزادی دلادی جائیگی ایسے موقع پر حضرت حمزہ رض کو غیظ وغضب مین از خود رفتہ دیکھکر ایک پتھر کی آڑ مین چھپ رہا اور جسوقت آپ اسکے قریب سے گذرنے لگے حبشی نے اپنے کمینگاہ سے نکلکر اسطرح آپ پر تاک کر برچھی پھینکی کہ زیر ناف پار ہوگئی آپ اسکی طرف لپکے مگر زخم کاری تھا قاتل بھاگا اور آپ فرش خاک پر آرہے اور روح مبارک پرواز کرگئی۔ حبشی اب قریب آیا اور کلیجہ چاک کرکے جگر نکال کر ہند زوجہ ابو سفیان کو دیا جس نے نہایت خونخواری سے اسکو دانتون سے چباکر پھینک دیا اور اپنا سارا زیور انعام کے طور پر حبشی کو اوتار دیا۔

کافرون نے اب ہر طرف سے ہجوم کرکے اور مسلمانون کو پس پا کرکے اب یہ چاہا کہ کسیطرح آنحضرتؐ کا جو اب تک اپنی جگہہ پر جمے ہوئے تھے خاتمہ کردین یہ دیکھکر حضرت علی مرتضی رض نے نہایت دلیری سے کافرون کی صفون مین گھسکر تین سخت حملہ کئے اور دیر تک کفار کو آنحضرتؐ کے قریب پھٹکنے نہ دیا[1] مگر انکا ہجوم بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اسوقت صرف تئیس ۲۳ صحابی آنحضرتؐ کے قریب رہگئے تھے جو آپ کی حفاظت مین اپنی جانین لڑا رہے تھے۔ ان جانبازون مین ایک بہادر خاتون نسیبہ بنت کعب بھی تھین۔ انھون نے جب آنحضرتؐ پر کافرون کا ہجوم دیکھا اپنی مشک جس سے اثنائے جنگ مین مسلمانون کو پانی پلارہی تھین پھینک دی اور ڈھال تلوار لیکر کافرون کو دفع کرنے لگین یہانتک کہ تیرہ زخم کھائے مگر رفاقت سے منہ نہ موڑا۔ علمبردار اسلام حضرت مصعب بن عمیر اب تک اسلامی جھنڈا اوٹھائے ہوئے کافرون سے لڑرہے تھے کہ یکایک ابن قمیہ نے ایسی تلوار ماری کہ آپ کا داہنا ہاتھ الگ ہوگیا آپ نے فوراً علم کو دوسرے ہاتھ سے

[1] "لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار" کا لقب انھین دلیرانہ جانفشانیون کے عوض آپ کو عطا ہوا ۱۲

پکڑ لیا۔ ابن قمیہ نے دوسرے ہاتھ کو بھی قلم کردیا اور نیزہ مار کر علمبردار اسلام کو گرا دیا۔ آپ نے اس خیال سے کہ مسلمان اپنے علم کو سجدہ مین دیکھکر میدان چھوڑ ندین چلاکر کہا کہ محمد صلعم صرف خدا کے رسول ہین اگر آپ شہید بھی ہوجائین تب بھی دین خدا مٹ نہین سکتا۔ بہاگ جانے والے آپ ہی نقصان اُٹھائینگے دین کا کچھ بگڑ نہین سکتا۔[۱]

الغرض ایک ایک صحابی رفاقت اور جوانمردی کا پورا حق اداکر کے خدا کے سامنے سرخرو ہوکر پہونچا یہانتک کہ صرف چودہ صحابی[۲] نصف مہاجر اور نصف انصار اپنے رسول کے گرد حفاظت کرتے ہوئے باقی رہ گئے۔ کافرون کے تازہ دم دستے آپ کی طرف بڑھتے تھے مگر یہ سچے جان نثار جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ حضرت سعدؓ ابن وقاص اور حضرت عاصمؓ کی بے نظیر تیر اندازی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت ابو دجانہؓ کے شجاعانہ حملے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت سعدؓ ابن معاذ کی محافظانہ کوششین اور حضرت طلحہ کی قابل یاد جانثاری اور پامردی غرضکہ انمین سے ہر ایک نے آخر تک حفاظت مین جان لڑا دی یہانتک کہ سب کے سب مجروح ہوگئے اور کفار بالکل قریب آپ کے آگئے مالک بن زہیر نے تاک کر ایک تیر آنحضرتؐ پر چلایا مگر طلحہؓ نے جلدی سے اپنا ہاتھ آنحضرتؐ کے سامنے سپر کردیا اور تیر طلحہؓ کے اُنگلی مین چھد کر رہگیا۔ کافرون نے اب قریب آکر حضرت رسولخداؐ پر پتھر چلانا شروع کئے۔ انمین سے ابن قمیہ نے ایک پتھر اس زور سے مارا کہ پیشانی مبارک پر لگ کر ٹوٹ گیا۔ خود کے حلقے گھس گئے اور چہرہ انور خون سے تر ہوگیا۔ ساتھ ہی عبد اللہ ابن شہاب نے ایک پتھر سے آپ کی کہنی زخمی کردی اور عتبہ بن ابی وقاص نے چہرہ مبارک پر ایک پتھر ایسا مارا کہ نیچے کے چار دانت شکستہ ہوگئے اور خون جاری ہوگیا۔ حضرت رسولخداؐ اپنی چادر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور

---

[۱] حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ... تجشیا (سورہ آل عمران پارہ ۴)

[۲] مہاجرین مین ابوبکرؓ۔ علیؓ۔ عبد الرحمٰنؓ بن عوف۔ زبیرؓ بن العوام۔ سعدؓ بن وقاص۔ طلحہؓ۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح اور انصار مین ابو دجانہؓ۔ عاصمؓ۔ اُسیدؓ بن حضیر۔ حبابؓ بن المنذر۔ سہلؓ۔ سعدؓ بن معاذ۔ حارث رضی اللہ عنہم اجمعین ۱۲

(ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم صفحہ ۱۵۱) ۱۲

فرماتے تھے وہ قوم کیونکر فلاح پائے گی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسا معاملہ کرے حالانکہ وہ انہین خدا کی طرف بلاتا ہے پہر درگاہ الٰہی مین ہاتھ اٹھاکر عرض کرنے لگے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے اللہ میری قوم کو بخشدے یہ جانتے نہین ہین) اللہ اللہ یہ عجب عفو و کرم ہے کہ اپنے خون کے پیاسون کو بد دعا دینا کیا معنی درگاہ احکم الحاکمین مین الٹے انکی طرف سے معذرت کر رہے ہین۔ سبحان اللہ یہ کسکی شان ہے بس اسی کی جسکو درگاہ ارحم الراحمین سے "رؤف الرحیم" کا لقب ملا ہے روحی فداک یا رسول اللہ۔ الغرض جسوقت آپ پتھرون سے مجروح ہوگئے ابن قمیہ نے بڑھکر ایک تلوار ماری فدائے نبی حضرت طلحہؓ نے جنکا سارا بدن زخمون سے چور تھا[ف۱] پہر اپنے ہاتھ پر وار روک لیا جسکے صدمہ سے ہاتھ بالکل بیکار ہوگیا۔ دوبارہ اُس ملعون نے پہر آنحضرتؐ کی کمر پر وار کیا۔ چونکہ آپ اُسدن دو زرہین پہنے ہوئے تھے۔ تلوار نے جسم مبارک پر کچھ اثر نہ کیا مگر زرہون کے بھاری بوجھ۔ ضرب شمشیر کے صدمہ اور زخمون سے بکثرت خون بہہ جانے کے سبب سے آپ چکر کہاکر لشیب زمین سے ایک گڈھے مین جا رہے۔ ابن قمیہ سمجہا کہ اسکا وار کاری پڑگیا چلاکر پکارا الا ان محمد قد قتل۔ اہل اسلام اپنے رسول کی شہادت کی خبر سنکر بد حواس ہوگئے ایک گروہ میدان سے ہٹ کر حیران پریشان پہاڑیون مین چھپ رہا۔ دوسرے گروہ نے اس غم مین بے تابانہ کافرون پر حملہ کر دیا اور لڑ بھڑ کر شربت شہادت نوش کرلیا۔ تیسرا گروہ میدان سے بھاگ نکلا اور مدینہ مین جاکر دم لیا[ف۲] جسوقت یہ لوگ شہر پہونچے اور رسولخداؐ کی شہادت کی خبر کی زبان بنی ہاشم روتی پیٹتی حضرت فاطمہؓ کے ہمراہ میدان اُحد

ف۱ حضرت طلحہؓ کے اسدن اسّی زخم لگے تھے جسوقت کافرون نے آپ کو دو تلوارین مارین آپ غش کہاکر گر پڑے حضرت ابوبکرؓ نے جلدی سے انکے منہ پر پانی چھڑکا جسوقت حضرت طلحہؓ کو ہوش آیا پوچھا کہ آنحضرت کا کیا حال ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا بخیر ہین اور مجھکو تمہارے پاس بہیجا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا الحمد اللہ جو مصیبت اس خوشخبری کے بعد ہو وہ بہت آسان ہے۔ ۱۲

ف۲ حضرت عثمانؓ انہین مفرورین مین تھے مگر حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ ...... وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ع (پارہ ۴ آل عمران)

کو چلین - ساتھ ہی حضرت انسؓ بن نضر انصاری نے خبر شہادت سنکر ایک چیخ ماری اور کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم لوگ زندہ رہین اور رسول اللہ شہید ہوجائین یہ کہکر آپ نے تلوار لی اور سیدہے میدان اُحد کی طرف لپکے اور پہونچتے ہی کافرون کے بیچ مین گھس گئے اور سخت لڑائی کے بعد شہید ہوگئے تحقیق روایت ہے کہ آپکے جسم پر کچھ اوپر اسی زخم لگے تھے اسطرح کہ آپ کا جثہ مردون مین معلوم نہ ہوتا تھا۔ آپ کی بہن نے ایک تل سے جو انکے انگلی پر تھا پہچانا تھا - اسطرح نوجوان حضرت حنظلہؓ بن ابو عامر راہب جنکا اُسی شب نکاح ہوا تھا خبر شہادت سنتے ہی مدینہ سے بیتابانہ اُحد کی طرف دوڑے اور کافرون کو مارتے گراتے ہوئے ابو سفیان تک پہونچگئے اور قریب تہا کہ اسکو فنا کردین مگر ہر طرف سے دشمنون نے گھیر لیا اور آخر زخمون سے چور چور کرکے شہید کرڈالا - الغرض جسوقت حضرت رسولخدا سخت مجروح ہوکر گڈھے مین جارہے تھے حضرت طلحہؓ جلدی سے آپ کو آغوش مین لیکر حضرت علیؓ کی مدد سے اوپر لائے - حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے خَود کے حلقے جو پیشانی مبارک مین گھس گئے تھے اپنے دانتون سے پکڑ کر کھینچ لئے جس سے انکے سامنے کے دونون دانت ٹوٹ گئے اسلئے انکا لقب اتہم پڑگیا - باقیماندہ صحابہ جو ادہر اُدہر حیران پریشان تھے یا پتھرون کے آڑ مین چھپے ہوئے تھے اپنے رسول کو زندہ دیکھکر دوڑے اور آپ کو اپنے حلقہ مین لے لیا - ایسی حالت مین جب کہ میدان دشمنون کے ہاتھ تھا اور آپ اور آپ کے ہمراہی سخت مجروح تھے اولوالعزم رسولؐ نے کمال استقلال - دوراندیشی اور فن جنگ کی اعلی قابلیت سے اپنے جانباز رفیقون کو ساتھ لے کر جبل اُحد کی ایک محفوظ گھاٹی کے طرف رخ کیا تاکہ دشمنون کی کھلی زد سے بچکر ہوشیاری کے ساتھ تحفظانہ کوشش کیجائے - ابو سفیان نے جسوقت اس جماعت کو پہاڑ کی طرف جاتے دیکھا اپنے گروہ کو ساتھ لیکر چاہا کہ دوسری طرف سے چڑھ کر راستہ روک دے مگر کچھ پیشرفت نہ کی[^1] - حضرت رسولخداؐ مومنین کو ساتھ لئے ہوئے گھاٹی مین پہونچگئے لشکر قریش نے

[^1]: ایک روایت سے حضرت عمرؓ مسلمانون کی ایک جماعت کے ساتھ سدراہ ہوئے اور کافرون کو آنے نہ دیا (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۷۸)

جسوقت میدان خالی دیکھا خوشیان منانے لگے ہند زوجہ ابوسفیان اپنے ساتھ کی عورتون کو ہمراہ لیکر مقتل مین آئی اور کمال بیرحمی سے سید الشہدا حضرت حمزہ رض اور تمام شہیدون کو باستثنائے حنظلہ بن ابوعامر راہب مُثلہ کر کے انکے جگر اور ناک اور کان وغیرہ کے ہار بناکر پہن لئے اور سب گاتے بجانے لگین۔ ابوسفیان کو اگرچہ اپنے خونخوار ارادون مین بہت کچھ کامیابی حاصل ہوگئی تھی لیکن شجاعان اسلام کی دلاوری اور جانبازی کا سکہ اسکے دلپر ایسا بیٹھ گیا تھا کہ نہ یہ ہمت بندھی کہ مدینہ پر حملہ کرے اور نہ یہ جرٔت ہوئی کہ اپنی فوج کو لے کر آنحضرت صلعم اور آپکے تھوڑے سے رفقا کو جو پہاڑ پر پہاڑ کی طرح جم گئے تھے جنبش دے سکے۔ اسکو یہ خوف تھا کہ اب اگر کچھ اور پیشدستی کی گئی تو یہ زخم خوردہ شیر طیش مین آکر ٹکڑے ٹکڑے اڑا دین گے اسلئے اپنی اسیقدر کامیابی کو غنیمت سمجھکر کوچ کا حکم دے دیا۔ آنحضرت کو خیال گذرا کہ شاید لشکر دشمن مدینہ پر حملہ نہ کرے اسلئے حضرت علی رض مرتضی کو چند صحابہ کے ساتھ روانہ فرمایا تاکہ انکے ارادہ سے آگاہ کرین۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ قریش اپنے گھرون کو جارہے ہین حضرت رسولخدا شہدا کو دفن کرنیکے لئے پہاڑ سے نیچے اُترے جسوقت آپنے حضرت حمزہ رض اور تمامی شہدا کی لاشون کے ساتھ اس بیحرمتی اور درندگی کو جو یزید کی دادی ہند اور اُسکی رفیقون نے کی تھی دیکھا غم اور غصہ سے بیتاب ہوگئے اور بیتاب ہوکر فرمایا " واللہ اب آیندہ بیرحم اور قسی القلب قریش کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائیگا" مگر معًا وحی الہی رحمۃ للعالمین رسول صلعم کو متنبہ کرنے کو نازل ہوئی قال اللہ تعالے وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ٥ (یعنے اور اگر تمکو ستایا تو تم بھی اسیطرح انکو ستاؤ اور اگر تم صبر کرو یقین صبر کرنے والونکے واسطے بہت اچھا ہے پارہ ۱۴ سورہ نحل) اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے اپنے بیتاب دل کو سنبھالا اور فرمایا بخدا مین صبر کرونگا اور اپنے ارادہ سے درگذرا پھر ستر مرتبہ حضرت حمزہ رض کے واسطے استغفار پڑھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اسوقت سے مُثلہ کرنیکی خونخوار رسم بالکل موقوف کردی گئی۔ [۱]

۱؎ یہودیون مین دستور تھا کہ اپنے قیدیونکو زندہ جلادیتے تھے اور دشمنونکے مُردونکو نہایت بیرحمی سے مثلہ کرڈالتے تھے یونانیون اور رومیون اور ایرانیون مین ایسی ہی بیرحمی رائج تھی دین عیسوی نے اس خونخوار رسم کی کچھ اصلاح نہ کی کیونکہ سولھوین صدی عیسوی تک رہجون ایسے ہولناک مثلون کا پتہ چلتا ہے (اسپرٹ آف اسلام امیر علی صفحہ ۱۵)

اس جنگ مین ستر صحابہ دادِ رفاقت اور شجاعت دیکر شہید ہوگئے اور کافرون کی طرف قریب تئیس آدمیون کے مارے گئے۔ لشکر قریش اگرچہ میدان اُحد سے اُسی دن کوچ کر گیا تھا مگر دوسرے ہی دن راہ مین ٹھہر گیا اور عکرمہ ابن ابی جہل اور ابو سفیان وغیرہم کی یہ رائے ہوئی کہ ایسی حالت مین جب کہ مسلمان سخت نقصان اُٹھا چکے تھے مدینہ پر حملہ نہ کرنا سخت غلطی تھی۔ لیکن صفوان ابن امیہ نے یہ صلاح دی کہ ایسا کرنے مین مدینہ کے تمام باشندے طیش مین آکر ایکا کر کے ہمارا مقابلہ کرنے بیٹھینگے اسوقت بنی بنائی بات بگڑ جائیگی۔ قریش اسی قیل و قال مین تھے کہ اُدھر آنحضرت نے میدان اُحد سے پلٹ کر دوسرے ہی دن یکشنبہ کو مدینہ مین منادی کر دی کہ بس وہی لوگ جو جنگ اُحد مین کل ہمارے شریک تھے طیار ہو جائین اور لشکر قریش کا پیچھا کرین تاکہ مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ موحدین راہ خدا مین کسطرح ہمت نہین ہارتے۔

غزوہ حمراء الاسد
بد شوال سنہ ۳ھ

باوجودیکہ صحابہ سخت مجروح اور شکستہ تھے اور اپنے زخمونکی مرہم پٹی کر رہے تھے مگر اپنے اولوالعزم رسول کا جسکا جسم اطہر خود زخمون سے چور تھا فرمان سنکر دوا علاج چھوڑ چھاڑ کر دل و جان سے مسلح ہو کر حاضر ہوئے اور کفار کے تعاقب مین روانہ ہوئے۔ اسوقت کا سمان تاریخ عالم مین سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ ایک خستہ حال جماعت راہ خدا مین عجب شان سے جا رہی ہے۔ بدن زخمون سے چور چور۔ دل پر اپنے پیارون کی دائمی مفارقت کا داغ۔ کلیجہ مین ناسور ہے۔ مگر اللہ رے ذوق شوق محبت ایمان کے نشہ مین چور سر تسلیم خم۔ دل محزون پریشان طاعت خدا و رسول نقش کالحجر۔ دیکھنے مین بے تاب و توان زار و نزار مگر حقیقت مین چاق چوبند ہشاش بشاش یہ کیون؟۔ جذب صادق رنگ لایا ہے۔ قوت روحانی اپنا کرشمہ دکھا رہی ہے خواہ کیسی ہی حالت کیون نہو جائے مگر ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
میکشد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

مدینہ سے آٹھ میل تک یہ دین حق کے شیدائی اپنے سچے پیغمبر کے ہمرکاب بڑھتے چلے گئے اور مقام حمراء الاسد مین قیام کیا۔ لشکر قریش مین جسوقت یہ خبر پہونچی ابو سفیان اور اُسکے ساتھ

سردار سخت متحیر ہو گئے پہر جسوقت شجاعان اسلام کے کل کی بہادرانہ جنگ کا خیال مجسم ہو کر آنکہون کے سامنے پہرنے لگا سب کے سب مرعوب ہو گئے اور آخر مین یہ سمجھکر کہ تقاضائے مبرم سر پر نہ آ پہونچے خائف ہو گئے اور فوراً مکہ کی طرف چلدئے۔ صرف دو کافر ایک وہی ابوعزی شاعر جسکو آنحضرتؐ نے اس شرط پر جنگ بدر کے بعد قید سے رہا کر دیا تہا کہ اب آیندہ قریش کو نہ اُبھارے مگر ان سے پہر دغا کی اور دوسرا معاویہ بن المغیرہ گرفتار ہو گئے۔ ابوعزی شاعر اپنے کیفر کردار کو پہونچا اور معاویہ حضرت عثمانؓ کی سفارش سے اس شرط پر رہا کیا گیا کہ تین دن کے اندر مدینہ سے چلا جائے ورنہ قتل کیا جائیگا مگر وہ اجل رسیدہ راہ بہول کر مدینہ مین پہر چہپ رہا آخر مسلمانون نے اسکا پتہ لگا کر اسکی بداعمالیون کا نتیجہ دکہا دیا۔

سریہ الرجیع صفر سنہ ۴ھ

لشکر قریش جسوقت مکہ پہونچا سفیان بن خالد ہذلی اپنی جماعت کو ساتھ لیکر جنگ احد کی کامیابی پر مبارکباد دینے کے واسطے مکہ آیا۔ یہان پہونچکر اُسنے سنا کہ سلافہ بنت سعد نے جسکے کئی عزیز جنگ احد مین مارے گئے تہے یہ اشتہار دیا ہے کہ جو کوئی اسکے بیٹے کے قاتلون خاصکر حضرت عاصمؓ بن ثابت انصاری کا سر کاٹ لائے گا سو نفیس اونٹ انعام پائیگا۔ سفیان کو یہ فکر ہوئی کہ کسیطرح اس انعام کو حاصل کرے چنانچہ اُسنے گہر پہونچکر قوم عضل اور قارہ کے سات بدمعاشون کو یہ پٹی پڑہا کر مدینہ بہیجا کہ آنحضرتؐ کے سامنے یہ اظہار کرین کہ ہماری قوم مین لوگ اسلام کی طرف رجوع ہو گئے ہین لہذا چند صحابیون کو تعلیم اور اشاعت دین کی غرض سے ہمراہ کر دیجئے۔ مدینہ پہونچکر ان لوگون نے آنحضرتؐ کے سامنے اپنا اسلام ظاہر کیا اور حضرت عاصمؓ کے گہر اُترے اور انکو اپنی میٹھی باتون سے ساتھ چلنے کے واسطے آمادہ کر کے آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ آپنے چھ صحابیون کو جنکے سردار حضرت عاصمؓ مقرر ہوئے ساتھ کر دیا۔ جسوقت یہ جماعت حجاز کے کنارہ ایک چشمہ کے پاس جسکا نام رجیع تہا پہونچی بدمعاشون مین سے ایک شخص چپکے سے سفیان کے پاس پہونچا جسنے دو سو آدمی لے کر یکایک ان صحابیون کو گہیر لیا اور چاہا کہ سب کو زندہ گرفتار کر کے مکہ لیجائے مگر شیران الہی کو زندہ پکڑ لینا آسان نہ تہا۔

حضرت عاصمؓ اور آپکے ساتھی حق کی حمایت مین آخر تک لڑتے رہے اور داد شجاعت دیکر شہید ہوگئے۔ صرف آپکے دو ساتھی خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دثنہ زخمی ہوکر گرفتار ہوگئے۔ سفیان ان دونون کو لے کر مکہ پہونچا اور قریش کے ہاتھ بیچڈالا۔ جنہون نے نہایت بیرحمی سے انکو اسی قسم کی اذیتین دین جسطرح اسپین کے عیسائی پندرہوین صدی عیسوی مین مسلمان رعایا کو اسلام پر قایم رہنے کیوجہ سے "انکویزیشن" یعنے محکمہ تعذیب مین دیا کرتے تھے چالیس جلاد نیزے لے کر اس صلیب کے گرد جہان یہ دونون ثابت قدم بزرگ لٹکائے گئے تھے پہونچے اور اپنے نیزون کی آنی سے چرکے دینا شروع کئے۔ ایک کافر نے اس حالت مین حضرت خبیبؓ کی طرف مخاطب ہوکر کہا "کیون اب تو تم یہی چاہتے ہوگے کہ تمہاری اس جگہ پر تمہارے پیغمبر ہوتے" عاشق کامل شیدائے دین حضرت خبیبؓ نے اس جملہ کی اذیت سے جو نیزہ کے زخم سے کہین زیادہ تکلیف دہ تھا تڑپ کر جواب دیا "اگر مجھے میرے اہل وعیال اور عیش وعشرت کے سامان اس شرط پر ملین کہ اس پیغمبر برحق کے جسم نازک پر ایک کانٹا چبھو دیا جائے مجھے کسیطرح گوارا نہ ہوگا"۔[۱]

سریہ بیر معونہ صفر سنہ ۴ھ

انھین ایام مین جب کہ سریہ الرجیع کے اصحاب شہید ہورہے تھے بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے ایک کنوئین پر جسکو بیر معونہ کہتے ہین ایسا ہی پردرد واقعہ گذر رہا تھا۔ ابو براء عامر اگرچہ مسلمان نہین ہوا تھا مگر مذہب اسلام کو ناپسند بھی نہین کرتا تھا آنحضرتؐ کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کچھ صحابی اسلام کا وعظ کرنے کو نجد کی طرف روانہ کرین تو غالباً وہان کے باشندے مسلمان ہوجائینگے۔ آنحضرتؐ نے قبائل عرب کی جنگجو طبیعت کا اندازہ کرکے فرمایا کہ اہل نجد سے اندیشہ ہے کہ وہ واعظین سے اچھا سلوک نہ کرینگے ابو براء نے اس خیال سے کہ اسکا بھتیجا عامر بن طفیل نجد کا والی ہے عرض کیا کہ واعظین کی حفاظت کا مین ذمہ دار ہون یہ سنکر آنحضرتؐ نے چالیس شب زندہ دار اصحابؓ جو قران کے قاری اور نہایت عابد وزاہد تھے توحید کی منادی کرنے کو ساتھ کردئے۔ بیر معونہ پر یہ لوگ ٹھہرے اور والی نجد کے

۱؎ اسپرٹ آف اسلام سید امیر علی مدظلہ (حاشیہ صفحہ ۹۷ و ۹۸)

نام آنحضرتؐ کا ہدایت نامہ روانہ کیا مگر حاکم نے بیگناہ قاصد کو قتل کرڈالا اور یکایک ایک بڑی جماعت کے ساتھ بیر معونہ پر چڑھ دوڑا اور سب مسلمانوں کو گھیر کر شہید کرڈالا صرف عمرو بن امیہ الضمری اور ایک اور شخص جو مردون مین پڑے ہوئے تھے بچگئے اور زندہ مدینہ واپس آئے - رجیع اور بیر معونہ کے حادثون کی خبر ایک ہی شب کو آنحضرتؐ کو پہونچی - آپ نہایت مغموم ہوئے - نمازمین ان شہیدون کیواسطے دعا کی اور ظالم قاتلون پر نفرین کی جسکا حشر یہ ہوا کہ والی نجد بہت جلد طاعون مین مبتلا ہوکر مرگیا اور اصحاب رجیع کے قاتل سفیان بن خالد[۱] ہذلی کو اسکی دغابازی کے عوض مین عبداللہ ابن انیس انصاری نے قتل کرڈالا -

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول سنہ ۴ھ

بیر معونہ سے عمرو بن امیہ الضمری نے جسوقت مدینہ کا رخ کیا راستہ مین دو شخص قبیلہ بنی عامر کے جن سے آنحضرتؐ سے عہد نہ ہا ملے - چونکہ واقعہ بیر معونہ بنی عامر کی سرزمین مین گذرا تھا عمرو کو خیال گذرا کہ غالبا یہ لوگ بھی برادران دین کے قاتلون مین ہونگے اسلیے جوش انتقام مین اون دونون کو جب کہ وہ سورہے تھے قتل کرڈالا - اور مدینہ پہونچکر آنحضرتؐ سے یہ حال بیان کیا - صورت واقعہ اگرچہ صاف تھی پھر بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین اون دونون مقتولون کا خون بہا ادا کرونگا - چونکہ یہود بنی نضیر اور آنحضرتؐ کے درمیان معاہدہ تھا اور بنی نضیر اور بنی عامر آپس مین حلیف تھے اسلیے آنحضرتؐ نے دیت ادا کرنے مین بنی نضیر سے مدد چاہی اور خود بہ نفس نفیس اپنے چند اصحاب کبار کو ساتھ لے کر انکے محلہ مین تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے نیچے جا بیٹھے - انھون نے آپس مین یہ صلاح کی کہ ایسی حالت مین کہ آپ بے سازو سامان ہین آپکا خاتمہ کردینا مشکل نہین - چنانچہ یہ تجویز قرار پائی کہ عمرو بن حجاش دیوار کے اوپر سے اچانک ایک بڑا بھاری پتھر آپ پر ڈھکیل دے - بنی نضیر اپنی دانست مین پورا بندوبست

---

[۱] سفیان نے واقعہ رجیع کے بعد اپنی قوم کو جمع کرکے مسلمانون پر حملہ کرنا چاہا یہ سنکر عبداللہ ابن انیس انصاری چپکر اس کے پاس پہونچ گئے "الحرب خدعۃ" کے موافق اسکا سر کاٹ کر مدینہ مین لائے یہ واقعہ سریہ رجیع کے بعد کا ہے (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۹۵)

کر چکے تھے مگر مصرعہ

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

حافظ حقیقی نے اپنے رسول برحق کو اس مہلکہ سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے نور نبوت سے انکے تیور پہچان لئے اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ چلے آئے۔ جب کہ بنی نضیر کی یہ دغا بازی محقق ہو گئی اور ساتھ ہی یہ پتہ بھی چل گیا کہ جنگ احد کے بعد ان لوگوں نے ابوسفیان سردار قریش کے ساتھ حلف کیا ہے[۱] آنحضرتؐ نے ایسے دغا بازوں سے جنہوں نے معاہدہ کے خلاف کارروائی کی تھی کہلا بھیجا کہ اب یہی بہتر ہے کہ تم لوگ مدینہ سے چلے جاؤ۔ بنی نضیر پہلے راضی ہوئے مگر بعد کو عبداللہ ابن ابی منافق کے بھڑکانے سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے مجبور ہو کر ربیع الاول سنہ ۴ھ میں ان پر چڑھائی کی۔ بنی نضیر قلعہ بند ہو گئے اور آپ نے انکا محاصرہ کر لیا آخر پندرہ دن کے بعد یہ امر قرار پایا کہ یہ لوگ مدینہ سے چلے جائیں اور بجز ہتھیاروں کے جسقدر مال و اسباب انکے اونٹ اٹھا سکیں لیجائیں۔ چنانچہ اونھوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنا اسباب لادا اور اپنے مکانوں کو خود توڑ دیا اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔

اب تک غریب الوطن مہاجر اپنے مہمان نواز انصاریوں کے گھروں میں رہتے تھے اور وہی انکے کفیل تھے۔ جسوقت بنی نضیر کی اراضی خالی ہو گئی آنحضرتؐ نے انصاریوں سے فرمایا "اے گروہ انصار اگر تم چاہو تو بنی نضیر کا مال و اسباب آپس میں تقسیم ہو جائے لیکن اگر تمہاری اجازت ہو تو یہ مال و اسباب خانماں برباد مہاجرین کو دیا جائے تاکہ وہ لوگ اپنے اپنے گھر بنا کر اپنا بار آپ اٹھائیں اور تم سبکدوش ہو جاؤ۔" یہ سنکر حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ انصار کی طرف سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ہم یہ اراضی اور مال و اسباب اپنے بھائیوں کو جنہوں نے دین کی محبت میں غربت اختیار کی ہے بخوشی دینے کو راضی ہیں مگر اسکے ساتھ ہی بدستور بیشتر کیطرح انکا بار بھی اٹھاتے رہیں گے۔" تمام انصار نے اپنے

[۱] مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۰۲-۱۲

دونون سرداروں کے کلام کی تائید کی۔ حضرت رسولخدا ان عالی ہمت میزبانون کی جوانمردی سے نہایت محظوظ ہوئے انکے اور انکی اولاد کے حق مین دعاے خیر کی اور مال و اسباب کو مہاجرین اور دو انصاریون پر جو نہایت غریب تھے تقسیم کر دیا۔

غزوہ بدر الاخری ذیقعدہ سنہ ۴ھ

ابو سفیان نے جنگ احد سے پلٹتے وقت آنحضرت سے پکار کر کہا تھا کہ مین آیندہ سال مقام بدر پر تم لوگون سے پھر لڑونگا اور سب کا فیصلہ کر دونگا۔ اسوقت تو اُسنے کامیابی کے جوشش مین پیام جنگ دیدیا تھا مگر حسب وعدہ قریب آیا آنکھین کھل گئین اور دل ہی دل مین ڈرنے لگا کہ کہین جنگ بدر کا ایسا واقعہ پیش نہ آجائے۔ عجب کشمکش تھا نہ نکلتے ہی بن پڑتی تھی اور نہ ٹھرتے اسلئے اب یہ کارروائی کی کہ ایک شخص نعیم بن مسعود کو سکھا پڑھا کر مدینہ بھیجا کہ مسلمانون کو قریش کے ساز و سامان اور آمادگی سے ڈرا دے کہ وہ لڑائی کو نہ نکلین تاکہ ہمکو یہ مشہور کر دینے کا موقع ملے کہ مسلمانون پر ہمارا رعب چھا گیا۔ نعیم مدینہ پہونچا اور مسلمانون کو بہت کچھ ڈرایا۔ مگر یہ خدا ہی پر بھروسہ کرنیوالے جوانمرد اپنے اولوالعزم رسولؐ کے ہمراہ ذیقعدہ سنہ ۴ھ کو حسب وعدہ کوچ کرتے ہوئے بدر مین پہونچے اور وہین ٹھہر گئے ابوسفیان بھی قریش کی فوج لیکر روانہ ہوا مگر راستہ ہی سے لوٹ گیا اور کہا کہ یہ سال قحط کا ہے اسلئے ٹھہرنا مناسب نہین۔ آنحضرتؐ نے آٹھ دن تک بدر مین قیام فرمایا مسلمانون نے خوب تجارت کی اور خوش و خرم سب مدینہ واپس آئے۔

اسلام کی روز افزون ترقی بت پرست قبائل عرب سے دیکھی نہ گئی۔ انمین سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر مسلمانون سے لڑنے کے واسطے آمادہ ہونے لگا جسوقت یہ خبر آنحضرتؐ کو معلوم ہوئی آپنے محرم سنہ ۵ھ مین پہلے بنی غطفان کی طرف کوچ کیا جسوقت لشکر اسلام قریب پہونچا بنی غطفان بغیر لڑے بھڑے متفرق ہو گئے اور آنحضرتؐ صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس آئے بعد ازان یہ خبر معلوم ہوئی کہ دومۃ الجندل مین جو مدینہ اور دمشق کے بیچ مین ایک قلعہ ہے وہان کے لوگ لڑنے کے واسطے جمع ہوئے ہین اسلئے ربیع الاول سنہ ۵ھ مین آپنے اُدہر کوچ لیکن اثناء راہ

مین یہ دریافت کرکے کہ وہ لوگ لشکر اسلام کی آمد کی خبر سنکر منتشر ہوگئے ہین آپ مدینہ واپس آئے۔ پانچ مہینہ کے بعد پہر آپنے سنا کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق ایک بڑی جماعت کے ساتھ مسلمانون سے لڑنے کے واسطے آمادہ ہوا ہے آنحضرت صحابہ کے ساتھ اسکا شر دفع کرنے کے واسطے مدینہ سے روانہ ہوئے اور شعبان ۵ھ کو مریسیع پر جو قدید کی

غزوہ بنی المصطلق شعبان ۵ھ

طرف واقع ہے قیام فرمایا۔ جسوقت دشمن کا لشکر سامنے آیا آپنے اتمام حجت کے واسطے اعلان کردیا کہ اب بہی اگر خدائے واحد پر ایمان لاکر فتنہ و فساد سے باز آئین انکے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا مگر دشمنون نے آشتی کے پیغام کو بے پروائی سے ٹال کر جنگ شروع کردی۔ دلیران اسلام نے ایک ساتھ انپر حملہ کردیا اور تھوڑی ہی دیر مین میدان مارلیا۔ بنی المصطلق اپنا مال و اسباب و اہل و عیال چھوڑکر بھاگے اور مسلمانون نے انپر قبضہ کرلیا۔ سردار قبیلہ حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ جو قید ہوکر ثابت بن قیس کے حصہ مین پڑین آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مین ایمان لائی ہون۔ مین اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہون مگر اب میرا شمار قیدیون مین ہے مجھے اتنی مقدرت نہین کہ اپنے واسطے گران بہا ازادی حاصل کرون آپ ہی میری مدد کیجئے،، اس تقریر سے متاثر ہوکر آپ نے فوراً ثابت بن قیس کو روپیہ ادا کرکے برہ کو آزادی دلائی اور خود نکاح کرلیا[۵] جسکا یہ اثر ہوا کہ مسلمانون نے بنی المصطلق کے تمام قیدی اس خیال سے کہ اب یہ لوگ ہمارے پیغمبر کی بیوی کے بھائی بند ہین اسلئے انکا قید رکھنا بے ادبی ہے آزاد کردئے۔ یہ دیکھکر بہت سے بنی المصطلق مسلمان ہوگئے اور بعد کو انکے سردار حارث بن ابی ضرار نے بہی صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا[۵۲]

سہ ۵ آنحضرت نے انکا نام جویریہ رکھا۔ انکا بہی شمار امہات مومنین مین ہے۔

۵۲ اس غزوہ مین عبداللہ بن ابی منافق بہی ساتھ تھا۔ یہ شخص اسلام کی عیب جوئی اور آنحضرت کی آزار رسانی مین درپردہ کوشش کیا کرتا تھا۔ اس سفر مین ام المومنین حضرت عائشہ کی پاکدامنی پر تہمت لگائی۔ یہ واقعہ سورہ نور پارہ ۱۸ مین درج ہے۔ ابن ابی کی جہوٹھ کی قلعی جسوقت کہل گئی مفتریون پر حد قذف جاری ہوئے۔

غزوہ خندق
ذیقعدہ سنہ ۵ھ

یہود بنی نضیر جنکا ذکر اوپر ہوچکا ہے مدینہ سے نکلکر خیبر مین آباد تو ہو گئے مگر ہر دم اس پیچ وتاب مین تھے کہ کسیطرح مسلمانون کو زک دیکر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرین۔ وہ دیکھتے تھے کہ ایک طرف قریش اور دوسری طرف قبائل عرب نور اسلام کے بجھانے مین کسطرح سرگرم ہین مگر کچھ پیشرفت نہین جاتی اسلئے اگر کچھ ایسی تدبیر ہو کہ سب ملکر ایک ساتھ مدینہ پر حملہ کرین تو البتہ کامیابی ہو سکتی ہے۔ یہ سوچکر یہود کے بیس۲ چنے ہوئے سردار پہلے مکہ پہونچے اور ابوسفیان کو جو خود موقع کا منتظر تھا لڑنے پر آمادہ کیا اور پھر قبائل عرب کے پاس گئے اور انکو بھی برانگیختہ کر کے آپ بھی طیار ہو گئے۔ اسطرح شورہ پشت قریش۔ کینہ ور یہود اور خونخوار قبائل عرب سب ملکر دس۱۰ ہزار کی زبردست جمعیت سے جو عرب جیسے ملک مین جہان ایک طاقتور شخصی سلطنت کا نشان نہ تھا حیرت اور خوف کا باعث تھے۔ مدینہ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوئے۔ جسوقت یہ گرجتا ہوا بادل اُمنڈ آیا آنحضرت صلعم نے اصحاب سے مشورہ کیا سبھون نے اپنی اپنی تجویزین پیش کین جہاندیدہ حضرت سلمان رض نے جو ملک فارس کے رہنے والے تھے عرض کیا کہ ہمارے ملک مین یہ دستور ہے کہ اگر دشمن کا ایک بڑا گروہ کسی شہر پر حملہ کرتا ہے تو تحفظ کے خیال سے شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہین اور پھر اطمینان سے مقابلہ کرتے ہین۔ آنحضرت صلعم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور خود بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ شہر کے گرد سخت محنت کر کے چھ دن مین ایک گہری خندق کھود لی اور تمام عورتون اور بچون کو شہر مین ایک محفوظ مقام پر یکجا کر کے ذیقعدہ سنہ ۵ھ کو تین ہزار آدمیون کے ساتھ مقابلہ کو نکلے دشمنون کے گروہون نے اب محاصرہ شروع کر دیا اور ہر طرف پھیلکر باہر آنے جانے کا راستہ مسدود کر کے جنگ شروع کر دی اور ساتھ ہی یہ کارروائی کی کہ یہود بنی قریظہ کو جو مدینہ مین معاہدہ امن کے موافق رہتے تھے عہد شکنی پر آمادہ کر دیا۔ مسلمانون نے اب تک محاصرہ کی سختی کو کمال استقلال سے برداشت کیا تھا اور نہایت دلیری سے اپنے مورچے سنبھالے ہوئے تھے مگر گھر کے بھیدی یہود بنی قریظہ کے ایسی خطرناک حالت مین دغا دے جانے سے گھبرا گئے یہ دیکھکر آنحضرت صلعم نے چند صحابہ کو حضرت سعد بن معاذ رض کے ہمراہ بنی قریظہ کے پاس بھیجا اور انکو انکا عہد یاد دلایا۔ مگر

ایسے طوفان بلا مین جب کہ اُنھین کشتی اسلام کے ڈوب جانیکا پورا یقین تھا کینہ ور یہود نے نہ چاہا کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی نصیب ہو اور اسلئے صاف جواب دیا کہ "کیسا محمدؐ کیسا رسول ہم کیون اسکا کہا مانین ہمارے اسکے درمیان کچھ عہد و پیمان نہین ہے"[۱]۔ بنی قریظہ کی اس عہد شکنی نے ان منافقین پر جو اب تک مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے بہت بڑا اثر کیا اُنھون نے برملا کہنا شروع کیا کہ خدا و رسول نے کامیابی کے وعدے تو بہت کچھ کیئے مگر اب معلوم ہوا کہ صرف دھوکہا ہی دھوکا تھا[۲]۔ یہ باتین سن سنکر بعضے مسلمان بھی جنکے دل کمزور تھے ہمت ہارنے لگے اور لشکر اسلام کو آفتون نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اندر باہر اوپر نیچے جان کے پیاسے دشمن تیر اور پتھر برس رہے ہین اور پیچھے سے بغلی گھونسے پڑ رہے ہین اُس پر طرہ یہ کہ کھانے پینے کی تنگی پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے زبان مین کانٹے پڑے ہوئے مگر الوالعزم رسولؐ اور جانباز صحابہ صبر و ثبات توکل اور استقلال کی زندہ مثال بن گئے بیشک "ہمت مردان مددِ خدا"

آنحضرتؐ نے تین سو آدمی گھرون کی حفاظت کے واسطے شہر مین بھیجدئے اور خود بہ نفس نفیس مہاجرین اور انصار کے ساتھ مورچون کو سنبھالنا شروع کیا۔ دشمن رات کو بھی شبخون مارتے تھے اور جان توڑ کر کوشش کرتے تھے کہ کسیطرح آنحضرتؐ کے خیمہ مین گھس آئین مگر بہادران اسلام انکو مار کر بھگا دیتے تھے۔ پھر بھی کافرون کی یہ حالت تھی کہ انکے تازہ دم دستہ کے دستہ نہ دن کو مقابلہ سے باز آتے تھے نہ رات کو۔ ابوسفیان کا یہ حال تھا کہ اپنے چیدہ چیدہ سوارون کو لیکر دلیرانہ خندق مین اترآتا تھا مگر مثل اُس موج کے جو سمندر مین تیزی سے اُٹھکر زور شور سے کنارہ پر ٹکرا کر پھر پلٹ جاتی ہے پسپا ہو کر واپس جاتا تھا۔ ایکدن قریش کا ایک نامی گرامی پہلوان عمرو ابن عبدوُد جسے لوگ ہزار مردون کے برابر سمجھتے تھے قریش کے سردارون کو لیکر ٹہر کر خندق پھاند آیا اور میدان مین آکر پکارا

---

۱ ولیم میور لائف آف محمد جلد ثالث صفحہ ۲۵۹۔

۲ حق تعالے ارشاد فرماتا ہے وَاِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (سورہ احزاب پارہ ۲۱)۔

هل من مبارز" کوئی ہے جو میرا سامنا کرے" اس پہلوان کی دہاک کچھ ایسی بیٹھی تھی کہ لوگ دم بخود ہوگئے - یہ دیکھکر حضرت علی مرتضی آنحضرت کے خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے آپنے اپنی ذوالفقار عطا فرماکر مقابلہ کی اجازت دی - دونون طرف کے لشکر اس معرکہ کو دیکھنے کے واسطے اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر گئے - حضرت علی نے اتمام حجت کے واسطے پہلے اسکو اسلام کی تلقین کی مگر جب اسنے نہ مانا آپ مقابلہ کو بڑھے - ابن عبدود فیل مست کیطرح شیر خدا پر جھپٹا - تہور اور شجاعت کا مقابلہ شروع ہوگیا - گرد و غبار بلند ہوا - تماشائیون کو کچھہ نظر نہ آیا بس ایک لحظہ کے بعد دیکھا تو یہ دیکھا کہ حق سربلند ہے اور باطل خاک و خون مین لوٹ رہا ہے۔[ا]

ابن عبدود کو قتل کرکے حضرت علی مرتضی بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑے اور اونکو مارتے گراتے ہوئے خندق کے اس پار کر آئے - ابوسفیان کی پہر یہ ہمت نہ پڑی کہ خندق کے قریب آتا -

محاصرہ کو اب طول ہوتا جاتا تھا - دو ہفتہ سے زاید دلیران اسلام صبر کی تلخی چکھہ رہے تھے آخر دعاے نبوی سے خیبر بن بہل کھانے کا وقت آگیا - دشمن حملہ کرتے کرتے عاجز آگئے تھے مگر کوئی مورچہ سر نہوتا تھا قبائل عرب جنہون نے خیال کیا تھا کہ لڑائی مین اسقدر طول نہ ہوگا قریش کے شریک حال ہونے سے گھبرا اٹھے - بنی قریظہ اور قریش ایک دوسرے سے بدظن ہوگئے - لشکر مین نااتفاقی پھیل گئی اسپر طرہ یہ ہوا کہ ایک شب کو سخت طوفان آیا - ہوا کے سرد اور تیز جھکورون سے خیمے اکھڑ گئے

[ا] الحق یعلو ولا یعلی - ۱۲

[۲] جس زمانہ مین مدینہ پر چڑھائی کرنیکو فوجین جمع ہورہی تھین اور آنحضرت شہر کے گرد خندق کھودنے مین مصروف تھے اسی زمانہ مین ابورافع جسکو سلام بن ابی الحقیق بہی کہتے تھے یہودیون کا ایک سردار مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے قومونکے جمع کرنے مین بہت کوشش کر رہا تھا - عبداللہ ابن عتیک انصاری اپنے تین ساتھیون کو لیکر خیبر کو جہان وہ رہتا تھا گئے اور رات کے وقت اسکی خوابگاہ مین گھس کر اس کو مار ڈالا - یہ واقعہ بہی کعب ابن اشرف یہودی کے واقعہ کی طرح تہا جسکا ذکر سریہ محمد بن مسلمہ کے بیان مین ہوچکا ہے - ۱۲

دیگیں اُلٹ گئیں اور آگ بجھ گئی اور سارے لشکر میں ایک تہلکہ سا مچ گیا۔ ہتیں پہلے ہی پست تھیں
اسپر رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔ سب کے سب عجب بے سروسامانی سے گرد وغبار کی
طرح آندھی کے ساتھ اُڑے چلے گئے۔ صبح کو دیکھا تو مطلع صاف تھا اور آفتاب رسالت آب و
تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ یہہ محاصرہ بیس دن تک ہا جسمیں آنحضرتؐ اور آپکے اصحاب نے
ایسی ایسی مصیبتیں جھیلیں جو کسی معرکہ میں پیش نہ آئی تھیں۔ خاصکر بنی قریظہ کی عہد شکنی سے
بہتوں کو اپنے بچنے کی بہت کم اُمید تھی اسلئے جسوقت دشمنوں کی فوج منتشر ہوگئی۔ آنحضرتؐ
اُسی وقت ان عہد شکنوں کو سزا دینے کیواسطے آمادہ ہوگئے

غزوہ بنی قریظہ ذیقعدہ ۵ھ

بنی قریظہ نے جنگ بدر میں بھی کافروں کو مدد دیکر عہد شکنی کی تھی مگر
عذر معذرت کرکے بچگئے تھے۔ اب پھر عین موقع پر دغا دیکر اسلام کے
مٹا دینے میں کچھ کسر باقی نہ رکھی تھی اسپر طرہ یہ ہوا کہ حیی بن اخطب سردار یہود بنی النضیر کو جسنے
یہ سارا فساد مچایا تھا دشمنوں کے بھاگ جانے اور محاصرہ اُٹھ جانے کے بعد اپنے قلعہ میں پناہ دیکر
چھپا رکھا تھا[۱]۔ ایسے دغا بازوں سے کیا اُمید تھی کہ وہ مدینہ میں امن وامان کے ساتھ
رہینگے یا آیندہ انکا کوئی معاہدہ قابل وثوق ہوگا خاصکر جب کہ حیی بن اخطب ایسا فسادی
انکے یہاں پناہ گزین تھا۔ الغرض جسوقت آنحضرتؐ لشکر اسلام لیکر روانہ ہوئے بنی قریظہ مقابلہ
کی تاب نہ لاکر قلعہ بند ہوگئے اور آخر محاصرہ کے طول کھینچنے سے عاجز آکر کہلا بھیجا کہ بنی نضیر
کی طرح ہم بھی جلاوطن ہونے کو آمادہ ہیں جسکا جواب یہ دیا گیا کہ ”بلا کسی شرط کے وہ اپنے تئیں سپرد
کردیں پھر آنحضرتؐ جو چاہینگے انکی نسبت حکم دینگے“۔ تب انھوں نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر کے
لئے حضرت ابو لبابہ کو جو اُس قوم سے تھے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے ہمارے پاس بھیجدیں
وہ گئے اور یہودیوں نے اُن سے پوچھا کہ ہم تمہارے پیغمبر کے حکم پر اپنے تئیں سپرد کردینا قبول
کریں یا نہیں انھوں نے کہا ہاں مگر اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا جس سے یہ اشارہ تھا کہ سب قتل ہوگے

[۱] مدارج النبوت صفحہ ۲۳۸ جلد دوم - ۱۲

"ابولبابہ یہ خوب جانتے تھے کہ بنی قریظہ دو مرتبہ اپنا عہد توڑ چکے تھے انکا کوئی معاہدہ جو وہ آیندہ کے لئے کریں قابل اعتبار نہ ہوگا اور اگر وہ اسلام قبول کرنے پر راضی ہون تو بھی اُس پر یقین نہ ہوگا اور وہ منافق سمجھے جائینگے جنکی نسبت جب وہ علانیہ کوئی دشمنی کر چکے ہون وہی حکم ہے جو اُن لوگون کی نسبت ہے جو علانیہ کافر ہین۔ علاوہ اس کے ابولبابہ کو معلوم تھا کہ وہ بغاوت کی سزا کے مستحق ہین اگر انکی جگہ کوئی مسلمان قوم ہوتی تو وہ بھی بغاوت کی سزا سے بچ نہین سکتی تھی۔ اس سبب سے انھون نے اپنے قیاس کے موافق اشارہ کیا کہ سب قتل کئے جائینگے۔ تب بنی قریظہ نے جیسا کہ تفسیر کشاف صفحہ ۱۱۲۷ مین لکھا ہے اصحابت پر اپنے تئین سپرد کرنے سے کہ آنحضرت جو چاہینگے انکی نسبت حکم دینگے انکار کیا۔ اسپر گروہ انصار مین سے بنی اوس جو بنی قریظہ کے حلیف تھے درمیان مین پڑے اور آنحضرت سے کہا کہ جسطرح آپنے یہود بنی قینقاع سے جو خزرج کے حلیف تھے معاملہ کیا اسیطرح انکے ساتھ بھی کیجئے (یعنی جلاوطن کر دیجئے) آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہین ہو کہ تمہاری قوم کا سردار سعدؓ ابن معاذ جو فیصلہ کرے وہ منظور کیا جائے[ھ۱]"

حضرت سعدؓ ابن معاذ فیصلہ کے واسطے بلائے گئے اور اصحابت کا پورا اطمینان کرکے کہ اب انھین کے فیصلہ پر بنی قریظہ اور آنحضرت عمل کرینگے مثل اس جج کے جو قانون عدل کی سخت مگر بجا گرفت سے مجبور ہو کر پھانسی کا حکم سناتا ہے یہ فیصلہ کیا کہ مرد قتل کئے جائین۔ عورتین اور بچے لونڈی غلام بنائے جائین اور مال و اسباب تقسیم کر دیا جائے اسی فیصلہ کی تعمیل کرنا پڑی اور بجز مین شخصون کے جنپر بغاوت کا الزام ثابت نہین ہوا تھا قریب ڈھائی سو آدمیون کے قتل کئے گئے[ھ۲]

ھ۱ تفسیر القرآن سرسید احمد خان سورہ توبہ صفحہ ۸۲ - ۱۲

ھ۲ یہ یاد رہے کہ اسوقت تک آیت حریت جس مین اُن لوگون کے قتل کا جو لڑائی میں قید ہو جائین اور انکے لونڈی غلام بنانیکا امتناع ہے نازل نہین ہوئی تھی۔ وہ آیت یہ ہے فاما منا بعد واما فداء (سورہ محمدؐ) معہذا ان لوگونکو بطور قیدیان جنگ سزا نہین دی گئی بلکہ باغیونکے لئے جو سزا ہونی چاہئے وہ دیگئی (تفسیر القرآن سرسید سورہ توبہ صفحہ ۸۳) - ۱۲

سر سید مرحوم تفسیر القرآن سورہ توبہ صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہین "اسمین کچھ شک نہین کہ یہ واقعہ نہایت خوفناک تھا مگر کون زمانہ ہے اور کون سی قوم ہے جس کے ہاتھ سے باغیون کی نسبت اس سے بہی سخت سزائین نہین دی گئین۔ جن لوگون نے بغاوت کی تاریخین پڑھی ہین یا اپنی آنکھون سے اس انیسوین صدی عیسوی مین بہی جو سولزیشن یعنی تہذیب کا زمانہ کہلاتا ہے یا اس سے تھوڑا زمانہ پہلے بغاوت کے واقعات دیکھے ہین اُن کی آنکھون مین کئی سو آدمیون کا بجرم بغاوت قتل ہو جانا کوئی بڑا واقعہ معلوم نہ ہوگا"۔

اصل یہ ہے کہ اگر بنی قریظہ اسبات پر راضی ہو جاتے کہ آنحضرتؐ جو چاہین گے انکی نسبت حکم دینگے تو ہرگز ایسا خوفناک واقعہ نہ ہوتا۔ ابو لبابہ جنکو بنی قریظہ نے مشورہ کے واسطے بلایا تھا اگرچہ انکا قیاس اپنی جگہ پر صحیح تھا مگر جس شخص نے آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات سے آپ کی طبیعت کا صحیح اندازہ انصاف کے ساتھ کیا ہوگا وہ ضرور اسبات کو تسلیم کریگا کہ رسولؐ کریم کا فیصلہ ان بدبختون کے واسطے ایسا سخت ہرگز نہ ہوتا۔ مگر بنی قریظہ پر شامت سوار تھی کہ انھون نے "رؤف الرحیم" نبی پر بہروسہ نہ کرکے آپکے فیصلہ سے انکار کیا اور یہ خیال کرکے کہ سعدؓ ابن معاذ ہمارے حلیف ہین اور اسلئے کچھ رعایت کرینگے انہین کو حکم مقرر کیا حضرت سعدؓ اسلام کے سچے شیدائی تھے وہ خوب جانتے تھے کہ اگر یہ لوگ اسوقت بچ گئے تو جب موقع پائین گے زک دئے بغیر نرہین گے علاوہ اسکے جنگ خندق مین حضرت سعدؓ کو کاری زخم لگا تھا جس کے سبب سے اپنا فیصلہ سنانے کے دوسرے ہی دن شہید ہوے ان وجوہات سے آپ نے ایسا حکم سنایا اور بنی قریظہ فیصلہ رسول پر راضی نہ ہونے سے اپنے ہاتھون آپ تباہ ہوے۔ سچ ہے ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

شہر مدینہ اب اگرچہ مخالفون سے پاک ہوگیا مگر مسلمانون کو بیرونی دشمنون سے کسیطرح نجات نہ ملتی تھی قبائل عرب اگرچہ محاصرہ اٹھاکر چلے گئے تھے مگر اپنی شرارت سے باز نہ آتے تھے۔ یہ جنگی

اکھڑ۔ بدو لوٹ مار دغا فریب اور قتل وخون پر تلے رہتے تھے اور کسیطرح سیدھی چال نہ چلتے تھے قریب ایکسال تک یہ شورش قایم رہی۱؎ جسمین دو تین مرتبہ آنحضرتؐ کو خود تشریف لیجانا پڑا اور فساد دفع کرنا پڑا۔ یہانتک کہ موسم حج آپہونچا غریب الوطن مہاجرین نے چھ برس سے وطن کی صورت نہ دیکھی تھی مکہ کی گلیان انکی آنکھون مین پھرتی تھین خانہ کعبہ جسکے طواف کے وہ عادی تھے اسکی زیارت کا شوق دل کو بیتاب کرتا تھا مگر مشرکین مکہ کی عداوت سے کسیطرح یہ تمنا پوری نہوتی تھی۔ خانہ کعبہ مدتون سے عرب کی تمام قومون کا مشترک معبد تھا اور سال کے چار مہینے رجب ذیقعدہ ذوالحجہ اور محرم زیارت کے واسطے مخصوص تھے جنمین لڑائی قطعی حرام سمجھی جاتی تھی اور دوست دشمن بلا روک ٹوک حج کرتے تھے اور کوئی کسی سے مزاحم ہونے کا حق نہ رکھتا تھا۔ آنحضرتؐ نے اسی خیال سے کہ قریش مکہ زیارت کعبہ سے مانع نہونگے ذیقعدہ سنہ ۶ھ کو چودہ سو صحابہ کے ساتھ بغیر ہتھیار لئے ہوئے مدینہ سے کوچ کیا۔ قربانی کے اونٹ

۱؎ اس ایکسال کے اندر حسب ذیل غزوات اور سرایا پیش آئے۔

غزوہ بنی لحیان ربیع الاول سنہ ۶ھ۔ شہداے رجیع کے خون کے عوض آنحضرتؐ نے بنی لحیان کی طرف کوچ کیا۔ مگر وہ لوگ یہ خبر سنکر فرار ہوگئے اور پہاڑون مین چھپ رہے اور کوئی لڑائی نہوئی۔ غزوہ غابہ ربیع الاخر سنہ ۶ھ عیینہ بن حصن الفزاری ایک مشہور سردار بنی غطفان کے سوار ساتھ لیکر آنحضرتؐ کے اونٹون کو لوٹ لے گیا اور بنی غفار کے ایک شخص کو قتل کرکے اسکی بیوی کو پکڑ لے گیا۔ حضرت سلمہؓ بن عمرو ابن الاکوع نہایت دلیری سے تنہا اسکے پیچھے دوڑے اور تیرون کی بوچھاڑ کرکے ایسے نشانے اڑائے کہ عیینہ کے ہمراہی اونٹون کو چھوڑکر بھاگے۔ یہ خبر جس وقت مدینہ پہونچی پہلے آنحضرتؐ نے سعدؓ بن زید کو چند سوارون کے ہمراہ بھیجا بعد کو خود تشریف لے چلے۔ خفیف سی لڑائی ہوئی چند آدمی مارے گئے آخرکار لٹیرے بھاگ گئے۔ سریہ عکاشہ ربیع الآخر سنہ ۶ھ۔ سریہ بنی ثعلبہ ربیع الآخر سنہ ۶ھ سریہ ذی القصہ وجموم ربیع الآخر سنہ ۶ھ۔ بدؤن کی تادیب کے واسطے بھیجے گئے اور انکی شورش دفع کی گئی۔ سریہ عیص جمادی الاول سنہ ۶ھ قریش مکہ جن سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی انکا مال واسباب تجارت شام سے آرہا تھا۔ آنحضرتؐ نے زیدؓ ابن حارثہ کو بھیجا کہ قریش مکہ تک یہ سامان نہ پہونچنے پائے۔ زیدؓ گئے۔ قافلہ کا مال واسباب چھین لیا اور چند آدمی قید کرلئے۔ یہ کارروائی ایسی ہی تھی جیسی کہ آجکل دشمن کی رسد روک دیجاتی ہے تاکہ اسکا زور ٹوٹ جاے۔ سریہ طرف

صلح حدیبیہ
ذیقعدہ سنہ ۶ھ

ہمراہ لئے اور قربانی کی علامت کے طور پر جو نشانیان مقرر تھین وہ آنپر کر دین- قریش کو جب یہ خبر ہوئی کہنے لگے کہ ہم ان لوگون کو زیارت بھی نہ کرنے دینگے اور فوراً لشکر طیار کر کے نکلے اور خالد بن ولید اور عکرمہ ابن ابی جہل کو ہراول کے طور پر آگے بھیجا مگر آنحضرت نے ایک دوسرے راستہ سے جو بہت دشوار گذار اور پتھریلا تھا عجلت کے ساتھ کوچ کر کے مکہ سے ایک منزل بمقام حدیبیہ پہونچکر قیام فرمایا اور قریش سے کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے کے ارادہ سے ہرگز نہین آئے ہین - ہمکو خانہ کعبہ کی زیارت کر لینے دو قریش نے نہ مانا - آخرکار آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رضؓ کو جنکے مکہ مین بہت سے بااثر رشتہ دار تھے قریش کے پاس بھیجا - مگر یہ فسادی کب ماننے والے تھے حضرت عثمان رضؓ سے کہنے لگے کہ بس تم زیارت کر لو اور کسی کو ہم ہرگز اجازت نہ دینگے - جناب ذوالنورین نے جواب دیا کہ مین رسول اللہ کے بغیر زیارت نہین کرونگا - اسپر قریش کو غصہ آگیا کہ پیروان محمد صلعم اپنے رسول کو اسقدر کیون چاہتے ہین - اور انہون نے فوراً حضرت عثمان رضؓ کو قید کر لیا - لشکر اسلام مین یہ خبر اڑ گئی کہ حضرت عثمان رضؓ کو قریش نے شہید کر ڈالا

(بقیہ فٹ نوٹ) جمادی الاخر سنہ ۶ھ سریہ حسمی جمادی الاخر سنہ ۶ھ سریہ وادی القری رجب سنہ ۶ھ - اعراب کے مقابلہ مین معمولی انتظامات تھے - آخر الذکر سریہ مین کئی مسلمان شہید ہوئے اور حضرت زید انکے سردار بھی سخت زخمی ہوئے - سریہ دومتہ الجندل شعبان سنہ ۶ھ دومتہ الجندل کے لوگ ہمیشہ حملہ کا موقع تکتے تھے چنانچہ ہجرت کے چوتھے سال مین بھی انکے حملہ کا احتمال ہوا تھا اور خود آنحضرت صلعم نے کوچ فرمایا تھا - انہی اسباب سے اس سال عبدالرحمن بن عوف کو سردار کر کے ان لوگون پر بھیجا اور کہا کہ کوئی دغا کی بات مت کرو اور خدا کی راہ مین لڑو اور کسی نابالغ بچہ کو نہ مارو - اور یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تیری اطاعت کر لین تو ان کے سردار کی بیٹی سے شادی کر لے - عرب مین قومون کو اپنا پورا پورا ساتھی یا حمایتی بنا لینے کے صرف دو طریق ایسے عمدہ تھے ایک حلیف ہو جانا دوسرا رشتہ کر لینا اسی پولیٹکل مصلحت سے آنحضرت صلعم نے عبدالرحمن کو وہان کے سردار کی بیٹی سے شادی کر لینے کی ہدایت کی تھی اور یہی ایک بڑا سبب تھا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی اخیر عمر مین متعدد قبیلہ کی عورتون کو اپنے ازواج مطہرات مین داخل کیا تھا باوجودیکہ عالم شباب مین بجز ایک بیوی کے کوئی اور نہ تھی - بہرحال عبدالرحمن رضؓ وہان گئے تین دن قیام کیا اور اسلام کا وعظ کیا کئے اور مسلمان ہو جانے کی انکو ہدایت کی - اصبغ بن عمرو الکلبی جو وہان کا سردار اور عیسائی تھا مسلمان ہو گیا اور اسکے ساتھ اور بہت سے آدمی مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہین ہوئے

حضرت رسولخدا یہ سنکر بنہایت ملول ہوئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھکر صحابہ سے بعیت کے لئے فرمایا کہ ثابت قدم رہین اور اب مقابلہ سے منہ نہ موڑین - اگرچہ مسلمانون کے پاس سامان جنگ کیا معنی ہتھیار تک نہ تھے صرف ایک ایک تلوار تھی (جو اُس زمانہ مین زائرین راستہ کی حفاظت کے خیال سے رکھہ لیا کرتے تھے) مگر باین ہمہ شمع رسالت کے گرد پروانہ وار جمع ہوگئے اور سچی شجاعت اور بے نظیر استقلال کے ساتھ مرنے مارنے پر بعیت کی انھین مخلص جانبازون کے حق مین ارشاد ہوتا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (ترجمہ بیشک راضی ہوا اللہ ایمان والون سے جب کہ بعیت کرتے تھے تیری درخت کے نیچے سورہ فتح پارہ ٢٦) قریش کو جبسوقت اس بیعت الرضوان کی خبر ہوئی سُہیل ابن عمرو کو صلح کا پیغام دیکر بھیجا - صلح اسبات پر منحصر تھی کہ اس سال آپ حج و عمرہ کو نہ آئین

(بقیہ فٹ نوٹ) اُنھون نے اطاعت اختیار کرلی اور جزیہ دینا قبول کرلیا - سریہ فدک شعبان ٦ھ آنحضرت صلعم نے سنا کہ قبیلہ بنوسعد لوگون کو جمع کر رہے ہین اور خیبر مین جو یہود جلاوطن کئے گئے ہین اونکو مدد دینے کا ارادہ کر رہے ہین - اسلئے آپ نے سو آدمیونکو حضرت علیؓ کی ہمراہ روانہ کردیا - دشمن بغیر لڑائی متفرق ہوگئے اور انکا مال واسباب لوٹ مین آیا - سریہ زید ابن حارثہ ٦ھ ام قرفہ جو قوم فرارہ کے سردار تھے اُسنے مسلمانون کا ایک قافلہ جو شام مین مال تجارت کے لئے جاتا تھا لوٹ لیا آنحضرت نے حضرت زیدؓ کو انکے سرکوبی کے واسطے بھیجا - یہ گئے اور دفعتاً حملہ کردیا - ام قرفہ اور اسکی بیٹی گرفتار ہوگئی قیس ابن محسر نے جو زید کے لشکر مین تھے اس ضعیف عورت کو نہایت بُری طرح سے مار ڈالا - مگر اس واقعہ کے متعلق بہت کچھ اختلاف روایات ہے - لیکن اس مین کچھ شک نہین کہ آنحضرتؐ نے قیس کے اس فعل پر اگر واقعی وقوع مین آیا ہے ضرور ناراضگی ظاہر فرمائی ہوگی کیونکہ عموماً آپ کی یہ نصیحت تھی کہ عورتین اور بچے نہ مارے جائین - سریہ ابن رواحہ شوال ٦ھ اُسیر ابن زرام یہودی جو خیبر کے یہودیون کا ایک سردار تھا غطفان کے یہود کو جمع کرکے مدینہ پر حملہ کرنے کی فکر کرنے لگا آنحضرتؐ نے عبداللہ ابن رواحہ کو بعد دریافت حال تیس آدمیونکے ہمراہ باہمی گفتگو اور معاملہ کے واسطے بھیجا - عبداللہ ابن رواحہ نے اس سے گفتگو کی اور وہ آنحضرتؐ کے پاس آنے مین اس لالچ مین راضی ہوا کہ خیبر کی سرداری اوسکو ملجاوے - چنانچہ تیس آدمی ہمراہ لے کر ساتھ چلا سب لوگ اونٹون پر سوار ہوئے - یہودی آگے مسلمان پیچھے

ہان آیندہ سال قضا کرلین مگر تین دن سے زیادہ مکہ مین ٹھہرین اور ایک ایک تلوار کے سوا کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ بہت ردوبدل کے بعد آنحضرتؐ نے یہ باتین منظور کرلین اور حضرت علیؓ صلحنامہ لکھنے لگے آپنے جسوقت بفرمان رسول بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر فرمایا سہیل نے کہا مین نہین جانتا کہ رحمن کون ہے لکھو بسمک اللہم جیسے تم لوگ مسلمان ہونے کے پہلے لکھا کرتے تھے مسلمانون نے کہا نہین ہم تو بسم اللہ ہی لکھین گے۔ معنی شناس رسول نے اس لفظی بحث کو چھوڑکر فرمایا اے علیؓ کیا ہرج ہے بسمک اللہم لکھ دو۔ بعدازان یہ عبارت لکھی گئی۔ ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ سہیل نے پھر ٹوکا اور کہنے لگا۔ اگر ہم اسبات کو قبول کرتے کہ آپ خدا کے رسول ہین تو آپسے لڑتے ہی کیون لہذا آپ بجاے "رسول اللہ" کے "محمد ابن عبداللہ" لکھوائیے فداے نبی حضرت علی مرتضیٰؓ یہ سنکر کہنے لگے مجھسے یہ نہ ہوگا کہ مین وصف رسالت محو کردون

(بقیہ فٹ نوٹ) جب مقام قرقرہ مین پہونچے ابن رزم کے دل مین شبہ پیدا ہوا جیسا کہ زادالمعاد مین لکھا ہے اور اسنے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ عبداللہ کو بھی شبہ ہوا اور وہ اونٹ پر سے کود پڑے اور اُسکے پاؤن پر تلوار ماری ابن رزم بھی کود پڑا اور خاردار سونٹا عبداللہ کے منہ پر مارا وہ زخمی ہوئے۔ اس ہنگامہ کو دیکھکر ہر ایک مسلمان نے یہودیون پر حملہ کیا اور آناً فاناً سب کو مارڈالا۔ سریہ عرنیہ شوال ۶ھ عکل اور عرنہ کے چند آدمی پہلے مسلمان ہوئے پھر دغا دیکر آنحضرتؐ کے اونٹون کو چرالے گئے اور چرواہون کی آنکھین پھوڑدین اور اُنکو نہایت بُری طرح مارڈالا۔ آنحضرتؐ نے کُرز بن جابر الفہری کو اُنکے تعاقب مین بھیجا۔ دغاباز پکڑے آئے اور یہودی شریعت کے موافق اُن سے قصاص لیا گیا سریہ عمرو بن امیہ شوال ۶ھ۔ ابوسفیان ابن حرب نے مکہ سے ایک آدمی مدینہ مین بھیجا کہ کسی بہانہ سے آنحضرتؐ کو قتل کردے وہ معہ خنجر جو اُسکے پاس چھپا ہوا تھا پکڑا گیا۔ مگر آنحضرتؐ نے اس شرط پر کہ سچ حال بتادے اسکو امن دیا چنانچہ اسنے بتادیا اور آپنے اسکو چھوڑدیا کہ وہ مکہ چلا گیا۔ یہ دیکھکر عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم مدینہ سے چلے کہ ابوسفیان سے اوسکا بدلہ لین مگر مکہ مین انکا حال کھل گیا لوگ دوڑے لیکن یہ وہان سے بچکر نکل آئے مواہب لدنیہ مین اسکو سریہ مین داخل کیا ہے لیکن روضۃ الاحباب مین یہ ذکر نہین ہے۔ غالباً صاحب مواہب نے عمرو ابن امیہ کی روانگی سریہ سمجھ لی۔

(ماخوذ از تفسیر سید سورہ انفال صفحہ ۸۴-۹۱)

آنحضرتؐ نے کمال حلم ووقار سے ارشاد فرمایا اے علی ضبط سے کام لو اور "ابن عبد اللہ" ہی لکھدو۔ الغرض صلحنامہ تحریر ہوگیا اور یہ شرطین بہی داخل کی گئین کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے اور سب لوگ امن وامان مین رہین جو لوگ قریش سے عہد کرنا چاہین مسلمان اسمین دخل نہ دین اور اسیطرح جو قبیلے مسلمانون سے عہد کرنا چاہین قریش کچہہ تعرض نہ کرین۔ اگر کوئی قریشی بغیر اپنے ولی کی اجازت کے مکہ سے بھاگ کر آنحضرتؐ کے پاس چلا جاوے تو آپ اسکو اگرچہ مسلمان ہو واپس کردین لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آئے تو قریش اوسکو واپس نہ کرینگے یہ آخری شرط اصحاب کو سخت ناگوار ہوئی مگر حضرت رسولخدا نے کمال دوراندیشی سے اسکو بھی منظور کرلیا اور صحابہ سے فرمایا کہ کریم کارساز ان لوگون کو جو مسلمان ہوگئے ہین مگر ابھی تک قریش کے پنجہ مین پھنسے ہین جلد نجات دیگا اب رہی یہ بات کہ جو کوئی ادہر سے بھاگ کر قریش سے ملجاے اور وہ اوسکو واپس نہ کرینگے تو کیا ہرج ہے ایسے شخص کو جو ہمارا ساتھ چھوڑکر مرتد ہوجائے اسکو ہم لے کر کیا کرینگے غرضکہ صلح ہوگئی اور آنحضرتؐ نے قرار کے موافق حج وعمرہ کا ارادہ فسخ کیا اور وہین قربانی کی اور صحابہ کو لے کر مدینہ چلے آئے۔

یہ صلح بہت سے[1] مسلمانون کو جنہون نے صرف ظاہر پر قیاس کیا سخت ناگوار ہوئی۔ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ قریش کا اب زور ٹوٹ چلا ہے اسلئے یہ دب کر صلح کرنا کیا معنی۔ مگر حقیقت مین یہ صلح حضرت رسولخدا کی عالی ظرفی صلح پسندی اور دوراندیشی کی زبردست دلیل ہے۔ قریش کی معاندانہ کوششون کو جواب تک اسلام کے مٹانے مین جوش وخروش

[1] سب سے زیادہ حضرت عمرؓ کو یہ صلح ناگوار تہی اسلئے کہ آپکو خیال تھا کہ اسطرح شوکت اسلام مین خلل آجائیگا لیکن جب صلح کے آیندہ خوشگوار نتائج آپنے دیکھہ لیے تب سمجھے کہ رسول اللہ کے فعل کی یہ مصلحت تہی۔ بیشک حضرت رسولخدا کے فیض صحبت کا یہ اثر تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے آتش مزاج ایسے درست ہوگئے کہ اپنے خلافت کے زمانہ مین اس خوبی کے ساتھہ دوست دشمن کے ساتھہ برتاؤ کیا اور ایسا عمدہ اور عادلانہ انتظام کیا کہ اسلام کو اوج کمال پر پہونچا دیا۔ کچہہ شک نہین کہ جسوقت آپنے اپنے عہد خلافت مین صلح بیت المقدس کے واسطے شام کا سفر کیا واقعہ حدیبیہ آنکھون کے سامنے پہرتا ہوگا۔ ۱۲

کے ساتھ ہو رہی تھین آپنے نہایت استقلال اور شجاعت سے دفع فرمایا تھا مگر جنگ خندق کے بعد یہ ملاحظہ فرما کر کہ اب قریش مین لڑنے کی طاقت بہت کم باقی ہے آپ کو یہ امید پڑی کہ اب اگر انکو مسلمانون سے ملنے جلنے اور اسلام کے دینی اور دنیوی برکتون پر غور کرنے کا موقع ملا تو انکے سخت دل نرم ہو جائین گے جہالت اور تعصب کے پردے جو آنکھون پر پڑے ہوئے تھے اُٹھ جائینگے اور اسلام کی حقیقت اور اسکے بانی کی کیفیت آئینہ ہو جائینگی۔ اسیوجہ سے آپنے مذکورہ بالا شرطون کے ساتھ باوجودیکہ صحابہ کو نہایت ناگوار تھین صلح کرلی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی سال مین سیکڑون قریش کے دل آپکے اوصاف حمیدہ سے متاثر ہو کر نور اسلام سے روشن ہو گئے صلح حدیبیہ کی یہی مصلحت تھی اور انا فتحنا لك فتحا مبينا کا اسیطرف اشارہ ہے آنحضرتؐ کو قریش کی طرف سے اب اطمینان ہو گیا تھا اسلئے مدینہ پہونچکر یہ ارادہ کیا کہ وحدہٗ لاشریک خدا کے نام کی منادی اسکی وسیع زمین کے ہر حصہ مین پہونچ جائے خواہ خلق خدا مانے یا نہ مانے فرض رسالت تو ادا ہو جائے گا۔

آنحضرتؐ کا بادشاہونکے نام نامے روانہ کرنا ۶ھ

اس زمانہ مین خسرو پرویز شہنشاہ ایران تھا آتش پرستی کا ہنگامہ گرم تھا اور اہرمن اور ایزد کا دور دورہ تھا اسیطرح روم مصر اور حبش مین "باپ بیٹا اور روح القدس" کی عملداری تھی اور قیصر روم مقوقس مصر اور نجاشی حبشہ صلیب کے سامنے سر نیاز جھکائے تھے بشیر و نذیر نبی نے ان چارون بادشاہون کو جو لاکھون خلق اللہ کی جان و مال کے مالک تھے احکم الحاکمین کا فرمان بیدھڑک سنا دیا یعنے نبوت کے ساتوین سال آنحضرتؐ نے بادشاہون کے پاس انکی ہدایت کے واسطے نامے روانہ کئے۔ روم اور مصر اور حبشہ کے حکمران چونکہ عیسائی اہل کتاب تھے اسلئے آپنے انکو یہ تحریر فرمایا تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (ترجمہ آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مین یکسان ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرین اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھہرائین اور اللہ کے

کے سوا ہم مین کوئی کسی کو مالک نہ سمجھے پہر اگر وہ منھ موڑین تو کہدو کہ تم اسبات کے گواہ رہو کہ ہم تو ایک ہی خدا کو مانتے ہین۔ پارہ ۳۔ سورہ آل عمران۔ ع ۱)۔ منصف مزاج نجاشی نے جسوقت یہ تحریر پڑہی دل نے بے اختیار گواہی دی کہ حق تو یہی ہے حضرت مسیح بہی حقیقت مین توحید کی تلقین کرتے تھے مگر ماوشما نے آپ کی سچی تعلیم پر خاک ڈالدی۔ جسوقت یہ خیال راسخ ہوگیا تعصب کا پردہ آنکھون سے اٹھ گیا حقیقت کی روشنی جلوہ گر ہوگئی صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھکر تثلیث کے مثلث سے نکلکر اسلام کے نورانی دائرہ مین داخل ہوگیا۔ ہرقل قیصر روم اور مقوقس مصر بھی اگرچہ قائل ہوگئے مگر حب جاہ بری بلا ہے رسم ورواج کی پابندی قید سخت ہے۔ دل کی کمزوری کی وجہ سے اتنی جرات نہ کرسکے کہ برملا تصدیق رسالت کرکے دین حق قبول کرلیتے مقوقس نے اتنا ضرور کیا کہ آپکے نامہ کا شائستہ جواب دیا اور تحفہ تحائف[1] بہیجکر اپنی دوستی کا اظہار کیا اور قیصر روم نے ایلچی کی خاطر مدارات کرکے اور نیازمندی کا اظہار کرکے رخصت کردیا۔ مگر خسرو پرویز شہنشاہ ایران کے پاس جسوقت آپکا نامہ پہونچا اور عنوان کی یہ عبارت من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس (یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے کسری بادشاہ فارس کے نام ہے) شہنشاہ ایران یہ سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا اور متکبرانہ لہجہ مین کہنے لگا میرے نام کے پہلے کسی دوسرے کا نام لکہنا سخت گستاخی ہے یہ کہکر بغیر اسکے کہ مضمون سنے خط چاک کرکے پہینک دیا اور قاصد کو دربار سے نکلوادیا اور باذان کو جو اسکی طرف سے یمن کا صوبہ دار تھا لکہا کہ کاتب کو گرفتار کرکے حضور مین بہیجدے[2]۔ سچ ہے جب کسی قوم کے برباد ہونے کے دن قریب آجاتے ہین امرا اور حکام کے سر مین کبر ونخوت کا

ف ۱ منقول ہے کہ مقوقس نے ماریہ قبطیہ کو بہی آنحضرت کی خدمت مین ہدیۃً بھیجا تھا۔ انھین کے بطن سے ابراہیم ابن رسول اللہ تولد ہوئے مگر ایام رضاعت مین آنحضرت کے سامنے ہی انتقال کرگئے۔ ۱۲

ف ۲ باذان نے دو سردارون کو مدینہ بہیجا کہ آنحضرت کے حالات دریافت کرین۔ جسوقت ان شخصون کی معرفت اسکو پورے پورے حالات آنحضرت کے معلوم ہوگئے کہ آپ مین کہانتک صدق وخلوص ہے فوراً ایمان لایا اور اسکے ساتھ بہت سے ایرانی جو یمن مین رہتے تھے مسلمان ہوگئے۔ آنحضرت نے باذان رض کو بدستور یمن کا صوبہ دار قایم رکہا۔ ۱۲

سودا سما جاتا ہے - فرق مراتب کا خیال بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہونچ جاتا ہے کہ بات بات مین اپنی بڑائی چاہتے ہین اور اپنا فخر اور عزت اسمین سمجھتے ہین کہ لوگ انکے سامنے غلامانہ تذلل کے ساتھہ جھکے رہین - حالانکہ سچی عزت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ انکی خوبیون سے متاثر ہوکر لوگون کے دل خود بخود انکی طرف جھکین - الغرض خسرو پرویز نے قاصد کو نکال دیا اور کچھ جواب نہ دیا - رسول رب العالمین نے جسوقت اس متکبر بادشاہ کی بد دماغی کا حال سنا نہایت متانت سے فرمایا قادر مطلق اسیطرح اسکی سلطنت کو پارہ پارہ کر ڈالیگا - یہہ وہ پرہیبت جملہ تھا جسکی تصدیق مین تاریخ کے صفحات شاہان عالم کے واسطے مرقع عبرت ہین - فاعتبروا یا اولی الابصار -

غزوہ خیبر جمادی الاخر ۷ھ

اسلام کی یہ روز افزون ترقی دیکھکر دشمن آپ ہی آپ جلے جاتے تھے خاصکر یہود کے حسد کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا - مدینہ کے شمال و مشرق کی طرف آٹھ منزل پر ایک شاداب قطعہ زمین تھا جسمین دس مشہور اور مستحکم قلعے تھے اور اسیوجہ سے اس سرزمین کو خیبر کہتے تھے جہان یہودی آباد تھے جنمین بنی نضیر بنی قینقاع وغیرہما یہودبھی جو مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تھے شامل ہوگئے تھے - یہ سب راتدن اسی فکر مین رہتے تھے کہ کسیطرح مسلمانون کی طاقت کو توڑ دین - جنگ خندق کے بانی مبانی یہی فسادی تھے مگر جب اسطرح کچھ زور نہ چل سکا تو اب خود ہی دس ہزار کی جمعیت سے لڑنے کو آمادہ ہوئے اور بنی اسد اور بنی غطفان عرب کے صحرائی قبائل کو بھی اپنا حلیف کرلیا - اور جنگ کا سامان کرنے لگے - جب ان لوگون کی آمادگی جنگ کی خبر گرم ہوئی آنحضرت ؐ نے اس خیال سے کہ یہہ ٹڈی دل مدینہ کو گھیر نہ لے اسلئے چودہ سو صحابی ہمراہ لے کر خدا ہی پر بھروسہ کر کے خیبر کی طرف اس فساد کے مٹانے کے واسطے کوچ کیا - عبد اللہ ابن ابی منافق نے پیشتر ہی سے آنحضرت ؐ کی روانگی کی اطلاع یہود خیبر کو کردی اور وہ لوگ طیار ہوکر کھلے میدان میں لڑنے کو آمادہ ہوگئے - آنحضرت ؐ نے اس تیزی سے منزلین طے کین کہ قبائل عرب یہود کی مدد کو نہ پہونچ سکے اور اس خوف سے

کہ کہین مسلمان انکے گہرون پر حملہ نہ کردین پلٹ آئے۔شب کو آنحضرتؐ نہایت ہوشیاری اور خاموشی سے کوچ کرکے اچانک قلعہ خیبر کے پھاٹک کے قریب پہونچگئے۔ صبح کو یہودیہ ماجرا دیکھکر متحیر ہوگئے اور مجبوراً قلعہ بند ہوگئے۔ قلعون کی مضبوطی پر یہود کو پورا بھروسہ تھا۔ انھون نے خیال کیا کہ خیر اگر میدان مین لڑائی نہ ہوئی نہ سہی یہ مستحکم قلعے مسلمانون سے کبھی فتح نہین ہوسکتے محاصرہ سے عاجز آکر آپ ہی پلٹ جائینگے۔ آخر لڑائی شروع ہوگئی۔ اور یہود نے قلعون پر سے تیر اور پتھر برسانا شروع کئے مگر مسلمانون کے بڑھتے ہوئے جوش کو کوئی چیز مانع نہ ہوئی۔ انھون نے حملے پر حملے کرنے شروع کئے اور آخر دو تین قلعے فتح کرلئے لیکن حصن القموص جو نہایت مستحکم اور سارے قلعون کی ناک تھا کسیطرح سر نہوتا تھا جلیل القدر اصحاب نے بہت کوشش کی مگر ناکام رہے محاصرہ کو طول ہورہا تھا آنحضرتؐ نے آخر علم حضرت علیؓ مرتضیٰ کو دیا اور اس قلعہ کے فتح کرنے کے واسطے روانہ فرمایا۔ جناب مرتضیٰ مسلمانون کو ساتھ لیکر بڑھے۔ اُدھر سے حارث اور مرحب جو شجاعان یہود کے سرگروہ تھے ایک جماعت کثیر کے ساتھ قلعہ سے نکلکر مسلمانون کو روکنے کے واسطے چلے۔ لڑائی شروع ہوگئی دونون طرف کے بہادر جان توڑ کر لڑنے لگے۔ حضرت شیر خدا جوش و خروش کے ساتھ دلیرانہ بڑھے اور پہلے حارث کو جسنے کئی مسلمانون کو شہید کرکے تہلکہ مچادیا تھا مارگرادیا۔ یہ دیکھکر حارث کا بھائی مرحب جسکی شجاعت کی ڈھاک بیٹھی ہوئی تھی غیظ و غضب مین بڑھا اور حضرت علی پر حملہ کیا آپنے نہایت پھرتی سے اسکی زد سے بچکر سر پر ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ چشم زدن مین مرحب دو ٹکڑے ہوکر ڈھیر ہوگیا۔ مرحب کو مارکر غضبناک شیر الٰہی صف اعدا مین گھس پڑا۔ یہ حیرت انگیز دلیری دیکھکر مسلمانون کی ہمتین بڑھ گئین اور اُنہون نے ایک ساتھ اپنے اولوالعزم سردار کے پیچھے دشمنون پر حملہ کردیا۔ ایک سخت معرکہ کے بعد جسمین ذوالفقار بجلی کی طرح کبھی یہان چمکی کبھی وہان اور کبھی ایک دل دہلانے والے رجز کے کڑاکے کے ساتھ زمین پر آکر پھر اٹھ گئی میدان صاف ہوگیا۔ دشمن قلعہ کی طرف بھاگے اور مسلمانون نے انکا تعاقب کیا۔ اس

گیرودار مین ایک یہودی نے پلٹ کر حضرت علیؓ پر ایک تلوار ماری آپنے وار ڈھال پر لے لیا مگر اچانک ضرب کے صدمہ سے ڈھال نیچے گر گئی جسکو ایک دوسرے یہودی نے فوراً اوٹھا لیا اور لیکر بھاگا یہ دیکھکر جرأت حیدری جوش مین آئی لپک کر قلعہ کے پھاٹک پر پہونچ گئے اور زور ید اللٰہی سے ایک کواڑ کو مضبوط پکڑ کر زور سے ہلایا اور کھینچکر الگ پھینک دیا اور اندر گھس گئے۔ وزنی کواڑ زمین پر آرہا اور گویا زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ ڈھال لے کر بھاگنے سے کیا فائدہ اگر کچھ دم ہو تو مجھکو لیکر قلعہ سے بھاگ جا۔

حصن القموص کے فتح ہوجانے کے بعد یہود کا سارا غرور خاک مین مل گیا اب اُنھون نے نہایت عاجزی سے امن کی درخواست کی اور ذیل کی شرائط پر صلح ہوگئی ۱ اول یہ کہ تمام اہل خیبر کو جان کی امان دیجاے ۲ دوسرے یہ کہ تمام اہل خیبر اپنا سارا مال و اسباب بطور تاوان جنگ کے دیدین لیکن اگر کوئی شخص(۱) اپنا مال چھپا رکھے تو اس سے جان اور اہل و عیال کے امن کا معاہدہ قایم نرہے گا۔ ۳ تیسرے یہ کہ تمام زمین خیبر کی انکی ملکیت نرہے گی مگر وہ اپنے گھرون مین آباد رہین گے اور زمینون پر بہی قابض رہینگے اور پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج دیا کرینگے لیکن

(۱) کنانہ بن ابی الحقیق نے دغابازی کرکے نہایت بیش قیمت مال چھپا رکھا جو تلاش کے بعد ملا لہٰذا وہ مارا گیا اور اُسکے اہل و عیال قید ہوگئے حیی بن خطب سردار بنی نضیر کی بیٹی صفیہ جو کنانہ کے نکاح مین تہین قید ہوکر آئین۔ چونکہ یہ ایک بہت معزز اور شریف خاتون تہین اور حضرت ہارونؑ کی اولاد مین تہین اسلئے آنحضرتؐ نے حضرت صفیہؓ سے جسوقت وہ ایمان لائین آزاد کرکے عقد کر لیا۔ اس سلسلہ برادری قایم ہونے سے یہود کی مخالفت مین کمی ہوگئی یہی مصلحت تہی جس کے سبب سے اسی سال آنحضرتؐ نے ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ سے جو مسلمان ہوکر حبشہ مین ہجرت کر گئین تہین اور وہان بیوہ ہوگئی تہین عقد کر لیا جس کے سبب سے ابوسفیان کے مخالفت کا زور کم ہوگیا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آنحضرتؐ نے ضرورتاً متعدد شادیان کین۔ ۱ حضرت سودہؓ۔ ۲ حضرت عایشہؓ۔ ۳ حضرت جویریہؓ۔ ۴ حضرت ام حبیبہؓ۔ حضرت صفیہ کا ذکر ہوچکا ہے انکے علاوہ ۵ حضرت حفصہؓ ۶ بنت حضرت عمرؓ۔ ۷ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ۔ ۸ حضرت ام سلمہؓ۔ ۹ حضرت زینبؓ بنت جحش ۱۰ حضرت میمونہؓ بنت الحارث بہی آپ کے عقد نکاح مین آئین۔ ۱۲

بعد کو اگر یہ لوگ پہر بدعہدی کرین تو آنحضرتؐ کو اختیار ہوگا کہ انکو جلاوطن فرمائین۔

صلح کے بعد بہی آنحضرتؐ خیبر ہی مین تہے کہ ایک یہودن زینب بنت حارث مرحب کی بہتیجی نے آپ کی دعوت کی اور کہانے مین زہر ملادیا۔ آپنے ایک ہی لقمہ کہایا تہا کہ ہاتھ کہینچ لیا اور زہر اپنا فوری اثر کرنے نہ پایا مگر رفتہ رفتہ سرایت کرتا گیا اور چوتہے برس مرض الموت کا باعث ہوا۔ یہودن نے اگرچہ جان لینے مین کوئی دقیقہ اٹہا نہ رکہا مگر کریم النفس نبیؐ کو اپنے ذاتی آزار کا بدلہ لینا گوارا نہ ہوا اور مہمان کش زینب کو چہوڑ دیا۔[۱]

الغرض آنحضرتؐ صحابہ کے ساتھ خیبر سے مظفر و منصور روانہ ہوئے راہ مین وادی القری فدک اور تیما کے یہودیون نے بہی خیبر والون کی شکست سے متنبہ ہوکر اپنے آپ کو مسلمانون کے سپرد کردیا اور بطور ذمیون کے رہنے لگے۔

عمرۃ القضا ذیقعدہ ۷ھ

مدینہ پہونچکر اسی سال[۲] ذیقعدہ کی پہلی تاریخ آنحضرتؐ نے صلح حدیبیہ کے موافق دو ہزار صحابہ کے ساتھ عمرۃ القضا ادا کرنے کے واسطے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ قریش نے معاہدہ کے موافق اب کچھ تعرض نہ کیا اور سب کے سب اپنے اپنے گہرون سے نکل کر جبل ابو قبیس پر جہان سے مکہ کا پورا سین نظر آتا تہا چڑہ گئے۔ مہاجرین اور انصار اپنے ہر دلعزیز رسول کے ساتھ خوشی خوشی

---

[۱] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۲۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۰۔ مگر بعض روایات مین ہے کہ آنحضرتؐ نے زینب کو چہوڑ دیا تہا مگر جسوقت بشیر بن براؓ آپکے ایک صحابی جو اس دعوت مین شریک تہے زہر کے اثر سے وہین خیبر مین مرگئے تب زینب بطور قصاص ایک مسلمان کے قتل ہوئی۔ (کذا فی المدارج جلد دوم صفحہ ۳۳۵) مگر یہ روایات مستند نہین ہین۔ ۱۲

[۲] اس مابین مین قبایل عرب کی سورش دفع کرنے کی غرض سے چند سرایا روانہ کئے گئے جنمین خفیف لڑائیان ہوئین۔ وہ سرایا حسب ذیل ہین۔ سریہ حضرت ابو بکرؓ شعبان ۷ھ مین بنی کلاب کی طرف یہ سریہ روانہ ہوا خفیف لڑائی ہوئی۔ کچھ آدمی مرے کچھ قید ہوئے۔ سریہ تربہ حضرت عمرؓ تیس ۳۰ آدمیون کے ساتھ روانہ ہوئے مگر دشمن بہاگ گئے۔ کوئی لڑائی نہین ہوئی۔ سریہ اسامہ بن زیدؓ۔ یہ سریہ حرقہ کیطرف روانہ ہوا۔ لڑائی نہین ہوئی۔ صرف ایک شخص ملا جسپر اسامہؓ نے تلوار چلائی۔ اسنے کلمہ پڑہا۔ یہ سمجہے کہ اسوقت کا ایمان قبول نہین۔ اسکو قتل کرڈالا۔ آنحضرتؐ نے یہ سنکر اسامہؓ پر نہایت خفگی ظاہر فرمائی۔ ۱۲

مکہ مین داخل ہوئے اور مناسک حج ادا کرنے لگے۔ قریش دور سے مسلمانون کے ذوق شوق اور آداب زیارت کو دیکھ دیکھکر دل ہی دل مین متاثر ہو رہے تھے پھر حسب وقت تین دن کے بعد آنحضرتؐ اپنے قول کے موافق تمام صحابہ کو ساتھ لے کر شہر خالی کر کے مدینہ روانہ ہوئے قریشیون کے دل پر آپکی شان دلربائی کا ایسا مقناطیسی اثر پڑا کہ انمین سے بہت آدمی مدینہ کھنچ آئے اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔

کیون نہین ؎

نہ دل دامنِ دلستان میکشد　　　　کہ عشقش گریبان جان میکشد

قریش کے مشہور جنرل خالد بن ولید کو جس نے جنگ اُحد مین مسلمانون کو فنا کر دینے مین کچھ کسر باقی نہ رکھی تھی عثمان بن ابی طلحہ جس کے پاس خانہ کعبہ کی کنجیان رہتی تھین اور عمرو بن العاص جو قریش کا عجیب و غریب چلتا پرزہ تھا ان تینون بزرگون کو جذبہ صادق مدینہ کھینچ لایا اور شرف اسلام سے فائز کر دیا۔

سریہ موتہ جمادی الاول ۸ھ آنحضرتؐ نے ان چار بادشاہون کے علاوہ جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے یمامہ بحرین عمان وغیرہا صوبجات عرب کے مختلف فرمان رواؤن کے نام بھی ہدایت نامے ارسال فرمائے تھے انمین سے شاہ عمان نے اسلام قبول کر لیا۔ باقی حاکمون نے قاصدون کو واپس کر دیا۔ صرف ایک قاصد حارث ازدی جو حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا گیا تھا موتہ کے مقام پر جو شام کے علاقہ مین ہے غسان کے سردار شرجبیل کے ہاتھ سے بلالحاظ اسکے کہ قاصدون سے کبھی کسی حاکم نے تعرض نہین کیا مارا گیا۔ بیگناہ حارث کی شہادت کی خبر جب مدینہ مین پہونچی اہل اسلام اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کو کمر بستہ ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے تین ہزار مسلمانون کو جنمین حضرت خالدؓ بن ولید بھی شامل تھے بسر کردگی حضرت زیدؓ بن حارثہ غسانیون کی طرف روانہ فرمایا۔ حاکم غسان بجاے اسکے کہ تلافی مافات کرتا اپنے قرب وجوار کے عیسائی قبائل عرب کو جمع کر لیا اور قیصر روم کو لکھکر رومیون کے چند دستے بلوا کر ایک قہار[1] فوج کے ساتھ مقابلہ کو روانہ ہوا مسلمانون نے اس زبردست فوج کے مقابلہ مین نہایت دلیری سے صف بندی کی اور ہولناک جنگ شروع ہو گئی۔ دشمن کی فوج کثیر التعداد ہونے

[1] منقول ہے کہ دشمنون کی مجموعی تعداد قریب ایک لاکھ کے پہونچ گئی تھی۔ ۱۲

کے علاوہ فن جنگ مین بہی اعلی قابلیت رکھتی تھی کیونکہ اغین رومیون کی شاہی فوج کا ایک حصہ بھی شامل تھا جس نے ابہی ابہی ایران کی ایسی زبردست سلطنت کو تہ وبالا کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر شجاعان اسلام کسی سے دبنے والے نہ تھے سردار لشکر حضرت زیدؓ بن حارثہ جو سابقین اولین مین سے تھے مسلمانون کو جوش دلاتے ہوئے بڑھے اور خود ہی میدان مین نکل پڑے اور سخت لڑائی کے بعد شجاعت کی پوری داد دیکر شہید ہو گئے یہ دیکھکر حضرت جعفر بن ابی طالب نے علم اسلام اٹھا لیا اور نہایت دلیری سے دشمنون پر حملہ پر حملہ کرنا شروع کئے۔ آخر اعدا کے نرغہ مین آگئے اور چارون طرف سے تیر اور نیزون سے سخت زخمی ہو گئے اور داہنا ہاتھ تلوار سے جدا ہو گیا آپنے جلدی سے علم دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا مگر جب وہ بہی الگ ہو گیا اپنے دونون بازؤن کو ملاکر علم کو سینہ سے لگا لیا یہانتک کہ کمر پر تلوار کے ایک کاری زخم لگنے سے روح مبارک پرواز کر کے اعلی علیین کو پہونچی یہ دیکھکر حضرت عبد اللہ بن رواحہ بیتابانہ بڑھے اور جلدی سے علم اسلام اٹھا لیا اور زور شور سے کافرون پر حملہ کیا اور بہتون کو مار کر آخر خود بھی شہید ہو گئے مسلمانون کے اب قدم ڈگمگائے اور میدان سے پیچھے ہٹتے ہی تھے کہ حضرت خالدؓ بن ولید جہلا کر آگے بڑھے اور علم اسلام بلند کر کے مسلمانون کو ہمت دلاکر غیظ و غضب مین دشمنون پر ٹوٹ پڑے اور اپنی جرءت اور شجاعت کے جوہر دکہانے لگے اُس دن نو تلوارین اس دلاور سردار کے ہاتھ سے ٹوٹین یہانتک کہ دشمنون پر رعب چھا گیا مگر رومیون نے میدان نہ چھوڑا آخر رات کی تاریکی نے دونون فوجون کو دم لینے کی مہلت دی۔ علی الصباح فن جنگ کے ماہر حضرت خالدؓ نے لشکر آراستہ کرتے وقت صفونکی ترتیب کو بالکل پلٹ دیا یعنے کل جو لوگ آگے لڑ رہے تھے اُنکو پیچھے بہیج دیا اور پیچھے والون کو آگے اسطرح صفون کو ایسی صورت سے جمایا کہ دشمنون کو یہ معلوم ہوا کہ شاید کوئی تازہ دم فوج انکی مدد کو آگئی۔ صفون کو درست کر کے حضرت خالدؓ شیر غران کی طرح دشمنون پر جھپٹے اور جان توڑ کر لڑنے لگے کفار گذشتہ جنگ کا ہولناک کشت و خون دیکھکر مرعوب ہو گئے تھے اب مسلمانون کی مدد پہونچ جانے کے فرضی خیال اور حضرت خالدؓ کے قیامت خیز حملون سے خائف ہو گئے

اور بے اختیار میدان سے بھاگے - حضرت خالدؓ نے نہایت دور اندیشی سے تعاقب مناسب نہ جانا اور میدان جیت لینا اور اسلام کی دہاک بٹھا دینا کافی سمجھکر باقی ماندہ مسلمانون کو جو اس ہولناک معرکہ مین شہادت سے بچ گئے تھے ساتھ لیکر آنحضرتؐ کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے اور اپنی یادگار جانفشانی کے صلہ مین سیف اللہ کا لقب حاصل کیا -

غزوہ فتح مکہ رمضان ۸ھ آنحضرتؐ کو قریش مکہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا تھا کہ صلح حدیبیہ کے موافق دس برس تک چین سے بیٹھنے دینگے اور کچھ فساد نہ کرینگے مگر دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ قریش نے عہد شکنی کی - منجملہ شرایط معاہدہ حدیبیہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قومین چاہین اس معاہدہ مین آنحضرتؐ کے ساتھ شامل ہوجائیں اور جو قومین چاہین قریش سے مل جائین چنانچہ بنو خزاعہ آنحضرتؐ کے ساتھ اور بنو بکر قریش کے ساتھ معاہدہ مین شریک ہوگئے - یہ دونون قبیلے مدت سے ایک دوسرے کے دشمن تھے اور آپس مین لڑتے رہتے تھے - بنو بکر نے موقع پاکر اپنے قدیم دشمن پر حملہ کرنا چاہا - قریش نے چپکے چپکے ہتھیارون سے مدد کی اور ایک جماعت جسمین عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ سرداران قریش شامل تھے اپنے چہرون کو نقابون سے چھپاکر بنو بکر کے ساتھ ہوکر بنو خزاعہ پر چھاپہ مارا اور اُن کے بہت آدمی جان سے مارڈالے بنو خزاعہ سخت نقصان اُٹھاکر بھاگے اور حرم کعبہ مین جہان مشرکین عرب بھی کشت و خون حرام سمجھتے تھے پناہ لی - نوفل سردار بنو بکر نے وہان بھی انکا پیچھا نہ چھوڑا اور کہنے لگا "آج کے دن خدا کوئی چیز نہین ہمکو اپنا بدلہ لینا چاہئے" ناچار بنو خزاعہ نے بدیل بن ورقہ کی پناہ لی اور اپنے ایک سردار عمرو بن سالم کو چالیس آدمیون کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت مین یہ سانحہ عرض کرنے اور مدد طلب کرنے کے واسطے بھیجا - جسوقت بنو بکر کے ظلم و ستم اور قریش کی عہد شکنی اور فساد کی اطلاع آنحضرتؐ کو ہوئی آپ اپنے ہم عہدون کی اعانت کے واسطے آمادہ ہوگئے - اُدہر قریش عہد شکنی تو کر بیٹھے مگر معاً یہ اندیشہ ہوا کہ آنحضرتؐ کو خبر پہونچیگی تو آپ ضرور اسکا بدلہ لینگے پس ابوسفیان معذرت اور دوبارہ عہد کرنے کو مدینہ میں آیا - مگر ان فسادیون سے جنہون نے

عہدشکنی کو کھیل سمجھ لیا تھا معذرت قبول کر کے جدید معاہدہ کرنا خاصکر ایسی حالت مین جبکہ بنوبکر کے ساتھ ہوکر انھون نے بنوخزاعہ کے بہت لوگون کو قتل کر دیا تھا اور اُنپر بے انتہا زیادتی کی تھی بالکل خلاف تھا اسلئے ۱۰۔ رمضان المبارک ۸ھ کو آنحضرت صلعم مہاجرین اور انصار اور قبائل عرب کی اُن قومون کو جو مسلمان ہوگئین یا مسلمانون کی حلیف تھین ساتھ لے کر بارہ ہزار کی جمعیت سے مکہ کی طرف کوچ فرمایا اور سخت ناکہ بندی کر دی کہ قریش کو خبر نہ ہو۔ مرالظہران مین جہان سے مکہ چار فرسنگ رہجاتا تھا پہونچکر آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ شب کو ہر شخص اپنے اپنے سامنے الاؤ روشن کر کے بیٹھے تاکہ قریش یہ نظارہ دیکھکر مرعوب ہوجائین اور جنگ سے باز آئین اس شب کو ابوسفیان دو اور سرداران قریش کو لے کر مکہ سے نکلا تاکہ لشکر اسلام کی خبر لائے جسوقت ان لوگون کو ٹیلہ پر سے مرالظہران کا لق ودق میدان ایک عظیم الشان دریائے آتشین نظر آیا آنکھین خیرہ ہوگئین اور ہاتھ پاؤن بھول گئے اُسی شب کو حضرت عباسؓ عم رسول اللہ مکہ کی راہ پر چلے تاکہ اگر کوئی قریشی ملجائے تو اسکو سمجھادین کہ اب بھی غنیمت ہے قریش امن کے طالب ہون ورنہ اپنے ہاتھون آپ تباہ ہوجائینگے۔ جسوقت آپ اس ٹیلہ کے قریب پہونچے ابوسفیان کی آواز پہچانکر پکارا۔ ابوسفیان قریب آیا اور گھبراکر کہنے لگا اب کیا کیا جائے حضرت عباسؓ نے فرمایا بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوجاؤ۔ چنانچہ آپ نے اسکو اپنے خچر پر بٹھالیا۔ صبح کو ابوسفیان نے حضرت عباسؓ کے سمجھانے بجھانے سے آنحضرت صلعم کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ آپنے اسکو امان دی اور ارشاد فرمایا کہ مکہ مین جاکر اعلان کردے کہ جو کوئی شخص تیرے گھر مین پناہ لے[۱] یا اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے[۲] یا حرم کعبہ مین پناہ لے[۳] یا ہتھیار ڈالکر کچھ تعرض نہ کرے[۴] ان سب کو امان دیجاتی ہے باستثناے نو آدمیون کے جو واجب القتل ہین (ان نو آدمیون کا مفصل حال بعد کو تحریر ہوگا)

الغرض لشکر اسلام وہان سے نہایت کروفر کے ساتھ روانہ ہوا۔ آنحضرت صلعم نے جسوقت رفیقون کو اس شان وشوکت کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا وہ وقت یاد کیا جب

آٹھ برس پیشتر اسی شہر سے موذیان کے پنجہ سے بچکر نہایت بے بسی سے اپنی جان لے کر نکلے تھے اور تین دن تنگ وتاریک غار ثور مین سخت مصیبت کی گھڑیان کاٹتے رہے تھے۔ اس بیکسی کی حالت کو اس خداداد شوکت سے مقابلہ کر کے آپ بہت متاثر ہوئے اور نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ قادر مطلق کی درگاہ پاک مین سر نیاز خم کر کے سجدۂ شکر بجالاے اور حمد وثنا اور تسبیح وتہلیل پڑھتے ہوئے بڑھے اور فوج کے کئی حصہ کر کے مکہ کو چار طرف سے گھیر کے داخل ہونے لگے قریش مقابلہ بیسود سمجھکر اپنے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے مگر بانی فساد عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن اُمیہ وغیرہما قبیلہ بنو بکر اور جوانان قریش کی ایک جماعت ساتھ لے کر نکلے اور خندمہ کے مقام پر جدہر سے حضرت خالد بن ولید ایکہزار سوارون کے ساتھ داخل ہو رہے تھے سر راہ آنکر مقابلہ شروع کر دیا۔ حضرت خالد نے غصہ مین آکر تلوار نکال لی اور لڑائی شروع ہوگئی دو مسلمان اور اٹھائیس آدمی بنو بکر اور قریش کے مارے گئے۔ آخر دشمن بھاگ کھڑے ہوئے بعضے غارون اور درون مین چھپ رہے اور بعضے اپنے گھر بھاگ آئے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے پھر کسی گروہ سے مقابلہ نہین ہوا اور آنحضرت لشکر اسلام کے ساتھ مکہ مین داخل ہوگئے اور پہلے بیت اللہ کی طرف چلے جسکو اسکے بانی حضرت ابراہیم کی تعلیم کے برخلاف مشرکین نے "بیت الصنم" بنا رکھا تھا۔ اب وہ وقت آگیا کہ بیت اللہ ان نجاستون سے پاک ہو جائے اور ہمیشہ کے واسطے اس وحدہٗ لاشریک خدا کی عبادت کے واسطے جو مکان اور جہت سے منزہ اور فہم وادراک سے اعلےٰ اور ارفع ہے مخصوص کر دیا جاے۔ شرک جلی اور خفی کا مٹانیوالا توحید کامل کا تعلیم دینے والا نبی امی بڑھا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ کی پر ہیبت صدا گونجنے لگی اور عظمت وجلال خداوندی کے زلزلہ سے وہ سب جو کبھی خود مسجود تھے اب سچے معبود کے سامنے منہ کے بھل آرہے اور چشم زدن مین نسیاً منسیاً ہوگئے۔

جسوقت کعبہ کو بتون سے پاک کر کے آنحضرت باہر تشریف لاے آپنے دیکھا کہ قریش مکہ اس خیال سے کہ دیکھین اب ہمارے حق مین کیا فیصلہ ہوتا ہے اور ہمارا ظلم وستم اور فتنہ وفساد کیا رنگ دکھاتا ہے

گنہگارون کی طرح سر جھکائے کھڑے ہین - آپنے ارشاد فرمایا لوگو تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا" اعیان قریش نے نہایت عاجزی سے عرض کیا "اے نیک برادر ہم تیرے بس مین ہین" نبی کریم نے اُن تمام اذیتون سے جو ان ناقدرون کے ہاتھ محض انہین کی فلاح دارین کے واسطے سہی تھین درگذر فرماکر کمال رافت اور ترحم سے آبدیدہ ہوکر ارشاد فرمایا لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین یعنے آج تمپر کچھ الزام اور ملامت نہین خدا تمکو معاف کرتا ہے اور وہ بڑا رحم کرنے والا ہے اذھبوا انتم الطلقاء جاؤ مین نے تم سب کو چھوڑ دیا - بعد ازان آپنے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد وثنا کے بعد دیر تک وعظ اور نصیحت فرماتے رہے اور تقوی اور پرہیزگاری کی تلقین فرمائی - قریش ان نصائح کو ہجرت کے پیشتر بہی سنا کرتے تھے مگر تعصب اور جہالت کبر ونخوت کی وجہ سے کبہی توجہ نہ کی اب جب کہ ناصح مشفق کی للہیت دیکھ لی حجاب ظلمت اُٹھ گیا سخت دل نرم ہوگئے اور نماز ظہر کے بعد جب آنحضرتؐ کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے جوق جوق خدمت اقدس میں حاضر ہوکر دائرہ اسلام مین داخل ہوگئے - مردون کے بعد زنان قریش جنمین ہند زوجہ ابوسفیان بہی شامل تہی حاضر ہوئین - آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش کی توہین کرنے والی ہند کی خطا معاف فرمائی اور ان سب کو اسلام کی تلقین کی

وہ نو آدمی جنکے قتل کا آنحضرت نے مکہ میں داخل ہونے سے پیشتر اعلان کیا تھا انمین سے

ایک عبد اللہ ابن ابی سرح تھا یہ شخص پہلے مسلمان ہوگیا تھا اور وحی کی کتابت کیا کرتا تھا مگر اپنی خباثت سے الفاظ بدل دیا کرتا تھا جسوقت اسکی یہ چالاکی آنحضرتؐ کو ظاہر ہوگئی عبد اللہ مدینہ سے بھاگا اور مکہ مین آکر مرتد ہوگیا - اب جبکہ اُسکے قتل کا اعلان ہوچکا اپنی جان بچانے کے لئے حضرت عثمانؓ کے پاس جو اسکے رضاعی بھائی تھے چھپ رہا - حضرت عثمانؓ نے حق رضاعت کے خیال سے اسکو حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں حاضر کیا اور یہانتک منت سماجت کی کہ رسول اللہؐ نے اسکی جان بخشی کردی

دوسرا شخص عکرمہ بن ابی جہل تھا - اُسنے ہر معرکہ مین قریش کے ساتھ ہوکر مسلمانون کو

بہت ستایا تھا اور اسلام کے مٹانے کی کوشش مین اپنے باپ ابی جہل سے کچھ کم نہ تھا۔ بنوخزاعہ پر اسی نے قریش کی طرف سے چھاپہ مار کر عہد شکنی کی تھی۔ فتح مکہ کے دن حضرت خالد رض سے شکست کھاکر بھاگا۔ ام حکیم اسکی بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور ایمان لاکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے شوہر پر رحم کیجئے اور اسکو جان کی امان دیجئے کہ مین اسکو آپ کی خدمت مین حاضر کردون۔ آپ نے اسکی استدعا کو قبول فرمایا۔ عکرمہ نے جسوقت اپنی بیوی سے یہ حال سنا آنحضرت کے عفو و کرم سے متحیر ہوکر دل سے تصدیق رسالت کرتے ہوئے خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے اور مخلص محبّون مین داخل ہوکر مرتے دم تک نہایت پاکبازی سے بسر کرکے اسلام کی خدمت مین سرگرم رہے۔ سبحان اللہ ابوجہل کا بیٹا اور ایسا صاحب ایمان یہ صرف فیض صحبت نبوی صلعم کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ کیون نہین ؎

کمال ہمنشین در من اثر کرد ۔۔۔ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

تیسرا شخص ہبار[3] بن الاسود تھا جس نے رسول اللہ صلعم کی بیٹی حضرت زینب رض زوجہ ابوالعاص کو جبکہ وہ جنگ بدر کے بعد مکہ سے مدینہ آرہی تھین شہید کر ڈالا تھا۔ فتح مکہ کے دن یہ شخص چھپ رہا مگر بعد کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین یکایک کلمہ پڑھتا ہوا حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مین اب بہت شرمسار ہون آپ مجھے معاف فرمائین۔ کریم النفس نبی صلعم نے سر مبارک جھکالیا اور فرمایا مین نے تجھکو معاف کیا اب تو کیون شرمندہ ہے اسلام سب پہلے گناہونکو نیست و نابود کردیتا ہے

چوتھا شخص ابن خطل[4] اور پانچوان مقیس[5] بن صبابہ چھٹا الحارث[6] بن نفیل تھا۔ اول کے دونون شخص مرتد ہوکر مدینہ سے بھاگ آئے تھے ابن خطل نے ایک مسلمان غلام کو مار ڈالا تھا اور مقیس نے ایک انصاری کو۔ الحارث بھی مجرمون مین تھا۔ یہ تینون آدمی ایمان نہین لائے اور مسلمانون نے انکا پتہ لگاکر قتل کرڈالا

ساتوین[7] آٹھوین[8] اور نوین[9] تین عورتین تھین جنہون نے خون کیا تھا ایک سارۃ مولاۃ بنی عبد المطلب

اور دو ابن خطل مقتول کی گانے والی لونڈیان - سارہ اور ایک لونڈی حاضر ہوگئین اور ایمان لاکر بچ گئین مگر دوسری لونڈی نے اسلام قبول نہ کیا اور مسلمانون نے اسکا پتہ لگاکر قصاص مین مار ڈالا[1]-

مکہ فتح ہوجانے کے بعد آنحضرت صلعم نے اسی مہینہ مین عزیٰ سواع اور منات تین مشہور بتون کو جنکی پرستش کرنے والے اب مسلمان ہوتے جاتے تھے توڑوا دیا اور بت پرستی کے زہریلے ریشہ کو اکھاڑ کر حق پرستی کے کہیت کو ہرا بھرا کردیا - بعد ازان مختلف قبیلون مین صحابہ کو وعظ اور نصیحت کے لئے بھیجا قبائل عرب جو اب تک قریش مکہ کے انجام کے منتظر تھے حق کی فتح دیکھکر جوق جوق مسلمان ہونے لگے اور صحابہ نے دین حق کی اشاعت مین نہایت نرمی اور سہولیت سے کام کیا - صرف حضرت خالد نے نافہمی سے ایک قبیلہ پر بہت زیادتی کی جسکی تفصیل یہ ہے

سریہ خالد بن ولید شوال ۸ھ

کہ جسوقت حضرت خالد اپنی جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف جنمین اسلام پھیل چلا تھا گئے وہ لوگ اس خیال سے کہ کسی دشمن نے حملہ کیا ہے ہتھیار لے کر نکلے مگر جسوقت انہون نے مسلمانون کو دیکھا رک گئے - حضرت خالد نے پوچھا تم مسلح ہوکر کیون آئے انھون نے وجہ بیان کی - خالد نے کہا اچھا ہتھیار ڈالدو انھون نے ہتھیار ڈالدئے - پھر اُن سے پوچھا کیا تم مسلمان ہوگئے ہو انھون نے بجاے اسکے کہ "اسلمنا" یعنی ہم مسلمان ہوگئے ہین "صبانا" یعنی ہم بیدین ہوگئے ہین کہا - اس کہنے سے انکا یہ مطلب تھا

---

[1] مرحوم سر سید تفسیر القرآن جلد چہارم سورہ توبہ صفحہ ۹۹ مین تحریر فرماتے ہین "الحارث اور اُن دونون گانے والیون مین سے ایک گانے والی کے مارے جانے کی وجہ ہمکو معلوم نہ ہوئی - بعض علما سے ہمنے سنا کہ ان دونون کو بعوض کسی خون کے قصاصاً مار ڈالا ہمکو کہین اسکی تصریح نہ ملی مگر یقین ہے کہ ان دونون پر کوئی ایسا جرم تھا کہ جس کی سزا بجز قتل کے اور کچھ نہ تھی خصوصاً اُن دو گانے والیون مین سے ایک کے مارے جانے کی ضرور کوئی ایسی وجہ ہوگی جس سے اس کا قتل کرنا لازمی ہوگا کیونکہ آنحضرت کی ہمیشہ یہ ہدایت تھی کہ کوئی عورت بجز قصاص کے اور کسی طرح پر نہ ماری جائے" - ۱۲

کہ ہم نے اپنا پہلا مذہب بت پرستی چھوڑ دیا - لیکن اس زمانہ مین جب کوئی مسلمان اس لفظ کو کہتا تو اسکا مطلب یہ سمجھا جاتا کہ ہم کافر ہو گئے - آتش مزاج خالد نے جنکو ابھی مسلمان ہوئے دو برس بھی نہین ہوئے تھے یہ سنکر حکم دیا کہ ان سب کو قید کر لو اور صبح کو انکے قتل کا حکم دیا - مہاجرین اور انصار مین سے جو لوگ وہان تھے اُنھون نے خالد کے اس بیجا حکم کو نہ سنا اور اپنے اپنے قیدیون کو چھوڑ دیا مگر بنو سلیم نے جو حال مین مسلمان ہوئے تھے اپنے قیدیون کو قتل کر ڈالا - جسوقت آنحضرتؐ نے یہ حال سنا خالد پر نہایت غصہ ہوئے اور چلا کر کہا "خداوندا جو کچھ خالد نے کیا مین اس سے بالکل بری ہون" یہ کہکر آپ نے فوراً حضرت علیؓ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا اُن کے مقتولون کی دیت ادا کی اور انکے آنسو پوچھنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا -

غزوہ حنین شوال ۸ھ مکہ فتح ہو جانے سے قریش کا اگرچہ فتنہ دفع ہو گیا اور بہت سے قبائل عرب بھی جو قریش کے انجام کے منتظر تھے مطیع ہو گئے مگر ہوازن اور ثقیف کے دو مشہور بدوی قبیلے جنکی سرحد مکہ سے ملی ہوئی تھی مخالفت کو اُٹھ کھڑے ہوئے - یہ قبیلے بڑے جری اور جنگجو تھے طایف کی سرسبز اور شاداب آراضی انکے قبضہ مین تھی جس کی سبب سے نشۂ دولت سے مست ہو کر کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے - فتح مکہ کی خبر سنکر کہنے لگے کہ محمدؐ نے ایسی قوم پر فتح پائی جسکو فن جنگ کی مہارت نہ تھی - اب قبل اسکے کہ ہمارے معاملات مین دخل دیا جاے ہم خود ہی پیشقدمی کر کے اسلام کا زور توڑ دیتے ہین - الغرض ہوازن اور بنی ثقیف نے اکٹھا ہو کر اور اپنے ہم سوگند مختلف قبایل بنی مضر بنی ہلال وغیر ہما کو ساتھ لے کر چار ہزار کی جمعیت سے بسر کردگی مالک بن عوف نضری مکہ کی طرف کوچ کیا - ان لوگون نے اپنے اہل وعیال اور اپنا سارا مال و اسباب اور مویشی ہمراہ لے لئے تاکہ بمصداق "مال عرب پیش عرب" بیفکر ہو کر مقابلہ کیا جائے - اوطاس کے مقام پر جو ایک نہایت محفوظ تنگ اور پتھریلی جگہ ہے لشکر نے قیام کیا - آنحضرتؐ نے اس شورش کی خبر سنکر بارہ ہزار کی جمعیت سے ۶ شوال کو مکہ سے اوطاس کی طرف کوچ کیا - دشمن نے پیشتر ہی سے وادی حنین پر جو مکہ سے شمال ومشرق کی طرف دس میل کے فاصلہ پر ہے نہایت تیزی سے

بڑھ کر قبضہ کر لیا تھا اور ناکہ پر جو ایک تنگ اور دشوار گذار درہ تھا گھات لگا کر چھپ رہا۔ اہل اسلام اپنی کثرت اور دشمن کی قلت سے مطمئن تھے کہ فتح آسانی سے حاصل ہو جائے گی[۱] اسلئے نہایت بیفکری سے بڑھے آتے تھے آنحضرتؐ نے وادی حنین کے قریب پہونچکر لشکر کو کئی حصون مین ترتیب دیا اور ایک ایک گروہ آگے پیچھے درّہ سے گذرنے لگا سب سے پہلے حضرت خالدؓ قبیلہ بنو سلیم کو لئے ہوئے درّہ مین داخل ہوئے کہ یکایک ہوازن کے کماندار اپنی اپنی کمینگاہون سے نکل پڑے اور ایکساتھ چارون طرف سے تیرون کی بوچھار کر دی اور ایسی تیز دستی اور قدر اندازی دکھائی کہ لشکر خالد جسمین بکثرت وہی لوگ تھے جو حال مین مسلمان ہوے تھے منتشر ہو گیا اور اور نہایت بدحواسی سے بھاگا مسلمانون کے گروہ جو آگے پیچھے آ رہے تھے ان لوگون کا یہ حال دیکھکر اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور نہایت بے ترتیبی سے منتشر ہو گئے اور ہوازن تیر مارتے ہوئے بڑھے لشکر مین عجیب تہلکہ مچ گیا اور ایک دوسرے کی خبر نہ رہی۔ آنحضرتؐ نے یہ دیکھکر جوش شجاعت مین اپنے استر کو تیز کیا اور انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب کا رجز پڑھتے ہوئے کفار پر حملہ کرنے کو بڑھے مگر حضرت عباسؓ آپکے چچا نے فوراً رکاب تہام لی۔ تب آپنے فرمایا کہ میرے جانباز مہاجر اور وفا شعار انصار کو پکارو۔ حضرت عباسؓ نے نہایت بلند آواز سے پکارنا شروع کیا ”اے گروہ انصار اے بیعت رضوان کرنے والو اے سورۂ بقر پر ایمان لانے والو ادہر آؤ“ اصحاب نبیؐ فوراً ”لبیک لبیک“ کہتے ہوئے دوڑے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رسول کے گرد جمع ہو گئے اور تلوارین سونت کر دشمنون پر جنہون نے تیرون کی بوچھار کر دی تھی زور شور کے ساتھ برس پڑے اور ایک ہی حملہ مین حریف کی ساری تیز دستی اور قدر اندازی کو آب شمشیر سے دھو کر اپنی خداداد شجاعت کے جوہر دکھا دئے۔ آخر ہوازن بھاگے اور مسلمانون نے درّہ مین گھسکر ایک سخت مقابلہ کے بعد دشمنون کو پراگندہ کر دیا جنمین سے ایک گروہ اپنے سردار مالک بن عوف کے ساتھ طائف کے مستحکم قلعہ کی طرف بھاگا اور دوسرا گروہ اوطاس کی طرف اپنے

[۱] اشارہ ہے اس آیت کی طرف اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا۔ سورہ توبہ پارہ ۱۰۔ ۱۲

اہل وعیال اور مال واسباب کو بچانے کو دوڑا۔ آنحضرتؐ نے فوراً ابو عامرؓ اشعری کو کچھ فوج دیکر مفرورین کے تعاقب مین اوطاس کی طرف بھیجا ہوازن نے پہر جمکر مقابلہ کیا اور ایک خونخوار معرکہ کے بعد جسمین حضرت ابو عامرؓ شہید ہو گئے مسلمانون نے فتح پائی اور دشمنون کے اہل وعیال اور مال واسباب سب پر قبضہ کر لیا۔ خود آنحضرتؐ بہ نفس نفیس طائف کی طرف بڑہے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ والے اپنے اہل وعیال اور سارا مال واسباب کہو کر اب جان سے ہاتھ دہو بیٹھے اور مرنے مارنے پر طیار ہو گئے کہ اسی اثناء مین طفیل بن عمرو دوسی جنکو آنحضرتؐ نے ذو الکفین کے بتخانہ کو توڑنے کے واسطے بھیجا تھا چار سو آدمیون کے ساتھ آلات قلعہ کشائی منجنیق اور دبابہ لیکر خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے۔ مگر حضرت رسولخداؐ نے اس خیال سے کہ اہل طائف اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کھو بیٹھنے اور اتنی مصیبتین اُٹھانے کے بعد خود ہی مطیع ہو جائینگے (چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ بعد کو بیان ہوگا) شوال کی آخری تاریخ کو محاصرہ اوٹھا لیا۔ اور مقام جعرانہ مین جہان حُنین اور اوطاس کے غنائم جمع کئے گئے تھے تشریف لائے چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریان اور چار ہزار اوقیہ[لہ] چاندی علاوہ قیدیون کے غنیمت مین ہاتھ آئی تھی آنحضرتؐ نے اس خیال سے کہ مہاجرین اور انصار دولت ایمان سے مالا مال ہین اسلئے قریش کو جنہین نو مسلم تھے اور بعض ایمان نہین لائے تھے مگر اس جنگ مین قومی حمیت کے لحاظ سے آنحضرتؐ کے شریک ہو گئے تھے تالیف قلوب کی غرض سے مال غنیمت سے بڑے بڑے حصّے دئے۔ اس مابین مین ہوازن نے اپنے چند سردارون کو آنحضرتؐ کی خدمت مین اُسی جعرانہ کے مقام پر روانہ کیا اور اپنے قیدیون کی رہائی کی درخواست کی۔ آپ نے انکی حالت پر رحم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جسقدر قیدی میرے اور میرے خاندان بنی عبد المطلب کے حصّہ مین آئے ہین اُن سب کو مین بخوشی چھوڑ دونگا لیکن تم دیکھتے ہو کہ اب میرے ساتھ کن کن طبیعتون کے لوگ ہین اگر صرف مہاجر و انصار ہوتے تو وہ میرے قدم بہ قدم چلتے اسلئے بہتر ہے کہ کل علی الصباح نماز فجر کے بعد مجمع عام مین تم اپنی درخواست پیش کرنا اسوقت کوئی قیدیونکی "منّا" رہائی

لہ اوقیہ چالیس درم کے برابر ہوتا ہے۔ ایک درم قریب چار آنہ کے اسلئے کل رقم قریب چالیس ہزار روپیہ کی ہوئی ۱۲

صورت نکل آے گی۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد سرداران ہوازن نے اپنے قیدیون کی رہائی کے واسطے عرض کیا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا میرے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ کے قیدی تمکو بلا کسی معاوضہ کے بخشدئے۔ نبی کریمؐ کا یہ رحیمانہ برتاؤ دیکھکر مہاجرین و انصار جن کے قلوب فیض صحبت نبویؐ سے منور ہو گئے تھے نہایت متاثر ہوئے اور سب ایکساتھ عرض کرنے لگے یارسول اللہ ہمنے بھی اپنے اپنے حصہ کے سب قیدی بلامعاوضہ بخشدئے۔ اب صرف بنی سلیم اور بنی فزارہ وغیرہما قبائل عرب اور وہ لوگ جو حال مین مسلمان ہوے تھے باقی رہگئے جنہون نے قیدیان جنگ کے ساتھ ایسا رحیمانہ برتاؤ نہ دیکھا تھا نہ سنا اس لیئے پس وپیش کرنے لگے مگر آنحضرتؐ نے ان لوگون کو بھی فی قیدی چھ چھ اونٹ اپنے طرف سے دیکر راضی کرلیا اور ہوازن اور ثقیف کے تمام قیدیون کو پہننے کے کپڑے عطا کرکے آزاد کر دیا۔ اور اسطرح اس آیت قرانی کی جو فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی (کہ اما منا بعد و اما فداء یعنی اب قیدیان جنگ کو یا احسان رکھکر چھوڑ دیا فدیہ لیکر لہ۔ سورہ محمدؐ پارہ ۲۷) عملی تفسیر کرکے شق اول یعنی احسان رکھکر چھوڑ دینے کی کریمانہ طرز عمل کی ترغیب دلائی۔ ان قیدیون مین حلیمہ دائی کی بیٹی شیما بھی تھین جسوقت آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور اپنا حال بیان کیا آپنے نہایت شفقت سے اپنی ردائے مبارک بچھادی اور اسیر شیما کو بٹھایا اور اپنے رضاعی مان باپ کا جنکا انتقال ہوچکا تھا حال پوچھتے رہے۔ بعد ازان شیما کو بہت کچھ دے دلا کر عزت اور احترام کے ساتھ انکی خواہش کے موافق انکے قبیلہ مین بھیجدیا۔

مالک بن عوف سردار ہوازن و ثقیف نے جسوقت قیدیون کی آزادی کا حال سنا

لہ اس آیت نے تمام انسانون کو لونڈی اور غلام ہونے سے آزادی دی ہے اور لڑائی کے تمام قیدیونکی جانونکو بچایا ہے کہ اسکے بعد لڑائی کا کوئی قیدی قتل نہین ہوسکتا اور کوئی قیدی زن و مرد لڑکا اور لڑکی لونڈی اور غلام نہین بنائے جاسکتے اور اور لڑائی کے قیدیونکے ساتھ بجز اسکے کہ انپر احسان رکھکر یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جاے اور کچھ نہین کیا جاسکتا اسلام کے لئے یہ ایک ایسا فخر ہے کہ کسی اور مذہب کے لئے نہین " (تفسیر القران سرسید مرحوم جلد چہارم سورہ توبہ صفحہ ۹۹

بہت متاثر ہوا اور اسی مقام جعرانہ مین خدمت بابرکت مین حاضر ہوا اور ذوق وشوق کے ساتھ کلمہ شہادت زبان پہ لاکر ایمان لایا اور یہ اشعار بے ساختہ عرض کئے ؎

ما ان رائیت ولا سمعت بمثلہ — فی الناس کلھم بمثل محمد

اوفی واعطا للجزیل اذا اجتدی — ومتی تشا یخبرک عما فی غد

(ترجمہ مین نے آپکے مثل نہ دیکھا نہ سنا۔ تمام آدمیون مین محمدؐ سب سے زیادہ عہد پورا کرنیوالے اور بہت زیادہ داد و دہش کرنے والے ہین جبکہ تونگر ہون اور آیندہ کی خبر دینے والے جب کہ کسی کو دریافت کرنا ہو)۔

تقسیم غنائم کے بعد بعض انصار مدینہ کہنے لگے کہ آنحضرتؐ نے اپنی قوم اور قبائل عرب کو مالامال کر دیا مگر ہمپر اسقدر نوازش نہ کی حالانکہ ہم نے وفاشعاری کا پورا حق ادا کیا ہے۔ یہ سنکر حضرت رسول خداؐ نے تمام انصار کو بلاکر اپنے خیمہ مین جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ کیا بات ہے جسکا تم لوگون مین چرچا ہو رہا ہے۔ راست گو انصار نے جواب دیا ہمارے سردارون نے ایسا نہین کہا مگر ہمارے چند تیز طبیعت جوانون نے ایسا کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "سنو میرے انے سے پیشتر تم کیسی گمراہی مین پڑے ہوئے تھے اور آپس مین لڑلڑکر تباہ ہو رہے تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم مین کیسا اتفاق پیدا کر دیا کہ تم ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے اپنے ہم چشمون پر غالب آکر غنی ہوگئے اور برائیون سے بچکر خوبیون سے آراستہ ہوگئے تم ہی بتاؤ یہ سب سچ ہے یا نہین"۔ انصار نے یکزبان ہوکر عرض کیا "بہت سچ ہے بیشک ہمپر خدا اور رسول کا بڑا احسان ہے"۔ یہ سنکر نبی برحق نے فرمایا "خدا کی قسم تم دوسرا جواب دے سکتے تھے اور بیشک تمہارا جواب بہت درست ہوا اگر تم اسطرح پر کہو کہ ذرا آپ تو اپنا وقت یاد کیجیے جب کہ آپکی قوم نے آپ کی تکذیب کی مگر ہمنے تصدیق کی۔ آپ کو کوئی پوچھتا نہ تھا ہمنے حمایت کی۔ آپ گھر سے بیگھر ہوئے ہم نے جگہ دی۔ آپ درماندہ و بینوا تھے ہم نے جان و مال نثار کیا۔۔" انصار کو اپنے قدردان محبت والے رسول کی زبان سے ان جملون سے زیادہ سننے کی تاب نہ رہی زار وقطار

روتے ہوئے اُٹھے اور دست وزانوئے مبارک چوم چوم کر عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ بس ہمنے بھر پایا" جسوقت قلب انسانی کے اعلےٰ اور اشرف خالص اور سچے جذبات دونون طرف سے اپنا جلوہ دکہا چکے حضرت رسولخدا نے ارشاد فرمایا کہ سنو مین نے محض تالیف قلوب کی غرض سے قریش اور قبائل عرب کے ساتھ اسقدر نوازش کی انہون نے بہت مصیبتین اُٹھائی تھین اور اپنے ہاتھون آپ خراب ہوے تھے اب انکے فولاد کے ایسے سخت دل نرم ہوکر دولت اسلام سے بہرہ اندوز ہوجائینگے مگر تم لوگون پر مجھے پورا بھروسہ ہے کہ تم دین حق کے سچے شیدائی ہو سنو اے گروہ انصار کیا تم خوش نہین ہوتے کہ وہ لوگ اونٹ اور بکریان اپنے گہر لیجائینگے اور تم خدا اور رسول کو اپنے ساتھ لیجاؤگے اگر تمام آدمی ایک راہ پر چلین اور انصار دوسری راہ پر مین اس راہ پر چلونگا جس راہ پر انصار ہین میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے[1]" الغرض یہ تمام مرحلہ طے کرکے آنحضرت آخر ذیقعدہ ۸ھ کو دو مہینہ سولہ دن کے بعد صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے اور ۹ھ کے شروع مین اطمینان سے انتظام شروع کیا۔ ہر ہر قبیلہ مین ارکان دین کا ایک معلم اور صدقات اور زکوٰۃ کا ایک ایک عامل مقرر کیا۔ قبائل عرب اپنی شور و شر زندگی چھوڑ کر صلح و آشتی سے بسر کرنے لگے۔ پتھر کی مورتون کے ساتھ جاہلانہ اور وحشیانہ رسمون کے بت بھی ٹوٹنے لگے اور اسلام کی سیدھی سادھی اور سچی تعلیم اپنا جلوہ دکہانے لگی۔ یمن کے قبیلہ بنی طے نے کچھ مخالفت کی مگر آنحضرت نے حضرت علی رض مرتضیٰ کو ڈیڑھ سو آدمیون کے ساتھ بھیجا۔ سردار قبیلہ عدی بن حاتم کا محلہ گھیر لیا گیا اور

سریہ حضرت علی الی بنی طے ۹ھ

خفیف مقابلہ کے بعد سردار مذکور تنہا شام کی طرف بہاگ گیا مسلمانون نے اسکے اعزا اور اقربا کو گرفتار کرلیا اور مال و اسباب ضبط کرکے مدینہ لائے قیدیون مین عدی کی بہن حاتم طائی کی بیٹی بہی تھی۔ آنحضرت جسوقت قیدیون کے پاس تشریف لے گئے حاتم طائی کی بیٹی نے عرض کیا "مین اپنے قوم کے سردار کی بیٹی ہون میرا باپ رحم و کرم مین مشہور تھا۔ بہوکون کو کہانا کہلاتا تھا غریبون پر رحم کرتا تھا اب اسکا سایہ میرے

[1] ابن ہشام صفحہ ۸۸۶ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔

سرسے اٹھ گیا ہے بھائی شکست کھاکر بھاگ گیا ہے۔ مین آج بے یار و مددگار قید مین گرفتار ہون
مجھپر رحم فرمایئے" حضرت رسولخدا نے یہ سنکر فرمایا اے لڑکی تیرے باپ مین ایمان والون کی صفتین
تھین یہ کہکر آپنے اسکو رہا کر دیا۔ اسنے پھر عرض کیا مین بنت کریم ہون میری آزادی کے ساتھ میرے
قبیلہ کے قیدیون کو بھی رہائی کا حکم ملے۔ نبی کریم نے اس جوانمرد عورت کی درخواست فوراً قبول
فرمائی قیدیون کو چھوڑ دیا اور اسکو زادراہ اور سفرخرچ دیکر اسکے بھائی کے پاس ملک شام مین بھجوا دیا
جسوقت عدی بن حاتم نے اپنی بہن سے کریم النفس نبی کے اوصاف سنے نادیدہ مشتاق
زیارت ہوکر مدینہ مین آیا اور دین حق قبول کرلیا۔

غزوہ تبوک رجب ۹ھ

اسی اثناء مین ایک قافلہ مال تجارت لیکر شام سے مدینہ آیا اور شہر مین یہ
مشہور کر دیا کہ رومیون نے ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے اور غسان اور لخم وغیرہ عیسائی قبائل عرب کو
اپنے ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہین یہ متوحش خبر محض بے بنیاد نہ تھی۔ قیصر روم جسنے
حال ہین ایران کی زبردست طاقت کو توڑ دیا تھا عرب کی غیر معمولی روزافزون ترقی سے بیخبر نہ تھا
جنگ موتہ مین قبائل عرب اور اپنے ایک دستہ فوج کے پسپا ہونے سے اسلام اور اس کے
بانی کی طرف سے اس کے دل مین اندیشہ پیدا ہوگیا تھا اور اس تدبیر مین تھا کہ کسیطرح یہ نئی طاقت
ٹوٹ جاے ادہر اہل عرب کے دل مین دبدبہ قیصری کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور حال مین شہنشاہ ایران پر
فتح پانے سے رومی ہیبت اور بھی چھاگئی تھی اسلئے جسوقت قیصر روم کے حملہ کی خبر مشہور ہوئی
مدینہ مین ایک انتشار پیدا ہوگیا۔ مگر اولوالعزم رسولؐ نے فوراً اس فتنہ کے دفعیہ کے واسطے
مسلمانون کو حکم دیا کہ سفر روم کو طیار ہوجائین اور قبل اسکے کہ رومی فوجین عرب پر ٹوٹ پڑین
خود ہی مقابلہ کو نکلکر انکی روک تھام کیجاے۔ یہ ایک ایسا نازک اور پرخطر موقع تھا کہ صرف وہی
لوگ جو اسلام کے سچے شیدائی اور اپنے رسول کے فدائی تھے آمادہ ہوسکتے تھے۔ چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ مہاجرین اور انصار اور جو لوگ کہ پکے مسلمان تھے طیار ہونے لگے مگر منافقین نے
حیلہ حوالے نکالے۔ کسی نے کہا ہم اپنے گھرون کو چھوڑ کر اتنی دور کیسے جائین مبادا بدو ہمارے

مکان کو لوٹ لین۔کسی نے کہا ہمکو اتنی طاقت نہیں کہ ہم رومیون سے لڑ سکین۔کسی نے کہا مین چلون تو سہی مگر رومی عورتون کا حسن بلا کا ہوتا ہے کہین مبتلا ہوکر پہنس نہ جاؤن اور مفت گنہگار ہون غرضکہ یہ وقت پر دغا دینے والے لوگ ایسے ایسے بہانہ کرکے بیٹھ رہے مگر ساتھ ہی انکا نفاق سب پر کہل گیا۔اہل اسلام اب طیاری کرنے لگے۔خشکسالی کا زمانہ گرمی کا موسم فصلی میوہ پکنے کے دن یہ سب کچھ تھا مگر دین حق کی حمایت دل مین جوش زن تھی اور فرمان رسول سر آنکھون پر۔بے سروسامان لشکر کی درستی کے واسطے چندہ جمع ہونے لگا حضرت عثمانؓ نہایت غنی تھے کمال دریادلی سے بہت کچھ نقد وجنس حاضر کیا اور "مجہز جیش العسرۃ" (مفلوک لشکر کے لئے سامان کرنیوالے) کے لقب سے سرفراز ہوے۔ہرایک صحابی اور صحابیہ نے اپنی اپنی مقدرت کے موافق اس کار خیر مین مدد دی جو امیر تھے اُنھون نے فراخ حوصلگی سے کام لیا مگر جو غریب تھے اُنھون نے بلا کی عالی ہمتی دکھائی۔جسوقت اعیان مہاجرین وانصار اپنا اپنا مال واسباب لا لاکر ڈھیر کرنے لگے غریب ابو عقیلؓ نے دو سیر چھوہارے خدمت نبوی مین پیش کئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مین نے شب بہر سقائی کی ہے جسکے معاوضہ مین مجھے چار سیر چھوہارے ملے دو سیر اپنے اہل وعیال کے واسطے چھوڑ آیا ہون اور دو سیر کار خیر مین صرف کرنے کو لایا ہون۔حضرت رسولخدا نے اپنے غریب صحابی کی یہ شان فیاضی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ چھوہارے سب صدقات پر پھیلا دئے جاوین سچ ہے اس بے نیاز درگاہ مین قلت وکثرت نہین دیکھی جاتی بلکہ نیت پر دارومدار ہے۔الغرض صحابہ ذوق شوق کیساتھ اس کار خیر مین مدد دینے لگے۔حضرت عمرؓ نے نہایت عالی ظرفی سے اپنا نصف مال واسباب خدمت اقدس مین حاضر کیا اور نصف اہل وعیال کے واسطے چھوڑا اور یہ خیال کیا کہ آج اس کار خیر مین حضرت ابوبکرؓ پر سبقت لیگیا اسی اثنا مین حضرت ابوبکرؓ اپنا مال واسباب لیکر حاضر ہوے۔حضرت رسولخدا نے اُن سے پوچھا بتاؤ تم نے اپنے اہل وعیال کے واسطے کیا چھوڑا متوکل صدیقؓ نے عرض کیا ذخرت اللہ ورسولہ بس خدا اور رسول میرا ذخیرہ ہے یہی انکے واسطے چھوڑا ہے۔

الغرض لشکر طیار ہوگیا آنحضرتؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو اسمرتبہ شہر کی حفاظت اور اہل وعیال

کی خبرگیری کے واسطے مدینہ مین چھوڑا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مین ہر غزوہ مین
ہمراہ رکاب رہا اب کیون اس ثواب سے محروم رہون آپنے ارشاد فرمایا اما ترضی ان تکون
بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی (ترجمہ اے علی کیا تو راضی نہین ہے
کہ تیری نسبت مجھسے ویسی ہی ہو جیسی کہ ہارون کو موسیٰ سے تھی بس فرق یہ ہے کہ حضرت
ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہین - اس انتظام کے بعد آنحضرتؐ نے تیس ۳۰ ہزار آدمیون
کے ساتھ جنمین مہاجرین اور انصار قریش و قبایل عرب سب شامل تھے رجب ۹ھ کو مدینہ
سے شام کی طرف کوچ کیا - اور سفر کی صعوبت گرمی کی شدت کھانے پینے کی قلت برداشت
کر کے قصبہ تبوک مین جو شام اور وادی القری کے درمیان مین واقع ہے پہونچگئے اور وہین
چشمہ کے پاس قیام فرمایا جسوقت یہ خبر شام مین مشہور ہوی مخالفین یہ دلیرانہ کارروائی دیکھکر
پست ہوگئے اور انھون نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی - آنحضرتؐ نے ایکماہ سے زاید وہین قیام
فرمایا - ایلہ کا مسیحی فرمانروا یوحنا اور چند عیسائی جبر گے حاضر ہوکر مطیع ہوگئے اور مسلمانون کی
سرپرستی مین امن و امان اور آزادی کے ساتھ رہنے اور اس پوری ذمہ داری کے معاوضہ مین
صرف ایک خفیف ٹیکس فی کس قریب ے ر سال (جسکو جزیہ[۱] کہتے ہین) دینے پر راضی ہوگئے
اکیدر بن عبدالملک کندی رئیس دومۃ الجندل جو اس نواح کا عیسائی بادشاہ تھا حاضر نہ ہوا
آنحضرتؐ نے حضرت خالد کو تھوڑے آدمی دیکر ادھر بھیجا - اکیدر گرفتار ہوگیا جب اسکو آنحضرتؐ کی خدمت
مین لائے اسنے بھی جزیہ دینے پر صلح کرلی - بعد ازان آنحضرتؐ تبوک سے روانہ ہوکر بخیر و عافیت
مدینہ تشریف لائے -

---

[۱] جزیہ بس اسیقدر تھا جس کو مخالفین نے ہوا بنا رکھا ہے - جزیہ دیکر ذمی ہر قسم کے
ٹیکس سے بری تھا اور نہایت چین سے زندگی بسر کرتا تھا بخلاف اس کے مسلمانون سے زکات عشر
صدقات طرح طرح کی رقمین وصول ہوتی تھین - سمجھہ مین نہین آتا کہ جزیہ کے ذریعہ سے کیونکر جبراً اشاعت اسلام
ہوتی تھی - مخالفین کو انصاف کرنا چاہئے - ۱۲

اہل طائف کا اطاعت قبول کرنا

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرتؐ نے طائف سے محاصرہ اٹھا لیا تھا۔ کئی ماہ کے بعد طائف والون نے آپس مین مشورہ کیا کہ ہمکو آنحضرتؐ سے مخالفت کرنے کی طاقت نہین ہے بہتر ہے کہ اب اطاعت قبول کر لین۔ چنانچہ اُنھون نے چھ شخصون کو آپ کی خدمت مین صلح کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ آنحضرتؐ جب سفر تبوک سے واپس آئے سفیر طائف حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہماری قوم چار باتون پر صلح چاہتی ہے۔ اول[1] یہ کہ "لات" جو انکا بڑا بت ہے وہ تین برس تک نہ توڑا جائے۔ دوسری[2] نماز معاف کر دی جائے۔ یہ دونون شرطین توحید کامل کا سکھانے والا اور نماز کی تعلیم سے عبد و معبود مین راز و نیاز قایم کرنے والا کیسے قبول کر سکتا تھا آپ نے صاف انکار کر دیا سفیرون نے پھر عرض کیا کہ تیسری[3] شرط یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ سے اپنے بُت نہ توڑین گے اور چوتھی[4] یہ کہ جو عامل محصول وصول کرنے کے لئے مقرر ہو اس کے سامنے ہم نہ بلائے جائین نہ ہماری زمینون کا عشر لیا جائے اور نہ کوئی جرمانہ وصول کیا جائے۔ آخر کی دو شرطین آنحضرتؐ نے منظور فرمائین اور اہل طائف مطیع ہو گئے اور رفتہ رفتہ شرک کی برائی سے واقف ہو کر خالص موحد ہو گئے۔

ایمان حبشی قاتل حضرت حمزہؓ

سفیر طائف کے ساتھ سید الشہدا حضرت امیر حمزہؓ کا قاتل حبشی بھی ساتھ چلا آیا اور آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے امان دیجئے کہ مین خدا کا کلام آپؐ سے سنون آپؐ نے فرمایا کہ اب تو امان کا طالب ہے خیر مین نے امان دی خدا کا کلام سن پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

ترجمہ اے محمد کہدے کہ اے میرے بندو جنھون نے اپنی جانون پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہونکو بخشنے والا ہے۔ بیشک وہ بڑا معاف کرنیوالا اور مہربان ہے (سورہ زمر پارہ ۲۴) حبشی نے جسوقت ارحم الراحمین کا سراپا رحمت فرمان رؤف الرحیم نبیؐ کی زبان فیض ترجمان سے سنا فوراً صدق دل سے مسلمان ہو گیا اور اسلام کی خدمات سرگرمی سے بجا لانے لگا[1]

---

[1] حضرت صدیقؓ کے عہد خلافت مین اسی حبشی نے جنگ یمامہ مین مسیلمہ کذاب کو جسنے تہلکہ مچا دیا تھا اپنے حربہ سے قتل کیا۔

ایمان کعب بن زہیر

اسیطرح پر کعب بن زہیر جو اس زمانہ کا ایک زبردست شاعر تھا اور اپنی آتش بیانی سے
قبایل عرب کو اسلام کی مخالفت مین بھڑکایا کرتا تھا اپنی حرکات پر اب سخت نادم ہوا مگر
اسیطرح ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپ کی خدمت اقدس مین حاضر ہو آخر ایک دن جب کہ آنحضرتؐ
مسجد نبوی مین وعظ فرمارہے تھے یکایک بھیس بدلکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ
اگر مین کعب کو حاضر کردون اور وہ مسلمان ہوجاے تو آپ اسکو قبول فرمائینگے یا نہین۔
آپنے ارشاد فرمایا کہ ہان مین معاف کردونگا۔ یہ سنکر اسنے عرض کیا "مین ہی کعب بن زہیر
ہون" مسلمانون نے چاہا کہ اسکو قتل کرڈالین مگر آپنے فوراً روکا اور فرمایا اب وہ میری
امان مین ہے۔ بعد ازان کعب نے کلمۂ شہادت پڑھکر اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" جو سچی
شاعری کی جیتی جاگتی تصویر ہے پڑھکر سنایا جس کے صلہ مین آنحضرتؐ نے اپنی چادر اُتار دی[۱]

غزوات اور سرایا کی وجوہات کا خلاصہ

تبوک آخری غزوہ تھا جسکے بعد آنحضرتؐ اطمینان سے مدینہ مین رہکر خلق اللہ کی
ہدایت مین مشغول ہوے۔ اگر کوئی شخص اُن تمام لڑائیون کے حالات جو آنحضرتؐ کے زمانہ مین ہوئین
انصاف کی روسے پڑھیگا اسکو صاف معلوم ہوجائیگا کہ یہ لڑائیان چار طرح پر ہوئین۔

صرف چار سبب تھے

(۱) دشمنون کے حملہ روکنے اور انکے دفع کرنے کی غرض سے۔ قریش مکہ کے ساتھ جسقدر لڑائیان
ہوئین مثلاً غزوات بدر و احد و احزاب اور ہوازن اور ثقیف کے مقابلہ مین جنگ حنین۔ اوطاس اور
اور طائف یہ سب لڑائیان اسی سبب سے ہوئین۔

(۲) دشمنون کا ارادہ لڑنے اور حملہ کرنے اور لڑائی کے لئے لوگون کو جمع کرنے کی خبر پاکر اس
فساد کو مٹانے اور انکو منتشر کرنے کی غرض سے۔ قبائل عرب مثلاً بنی غطفان بنی المصطلق
وغیرہما کے ساتھ جسقدر لڑائیان ہوئین اور جنگ خیبر کے یہی اسباب تھے۔

(۳) جن لوگون نے عہد شکنی یا دغابازی یا بغاوت کی تھی انکو سزا دینے کی غرض سے

[۱] اولاد کعب سے یہ چادر جناب معاویہؓ نے چالیس ہزار درم کے عوض مین خریدلی۔ بنی امیہ کے بعد یہ چادر بنی عباس
کے پاس رہی اور آجکل سلطان روم خلد اللہ ملکہ کے پاس یہ متبرک نشانی باقی ہے۔ ۱۲

تاکہ امن وامان قایم رہے۔ یہود بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ سے جسقدر لڑائیان ہوئین۔ رجیع بیر معونہ اور زیادہ تر وہ سرایا جو حبشی اعراب کے مقابلہ مین بھیجے گئے اور قریش کے مقابلہ مین فتح مکہ کی یہی وجہ تھی۔

(۴) دشمنون کی خبر رسانی یا غیر ملک والون کی مدافعت کرنے مین جو خلاف اُمید قضیہ پیدا ہوگئے انکی اصلاح کی غرض سے جنگ بدر سے پیشتر جسقدر سرایا قریش کی خبر رسانی مین بھیجے گئے۔ جنگ موتہ اور پھر اسی کے ضمن مین عیسائیون سے مخالفت قایم ہوجانا اور انکی شورش کے خیال سے تبوک کی طرف سفر کرنا۔

جہاد پر ایک اجمالی نظر

پس یہ تمام لڑائیان جنکے وجوہات اوپر بیان ہوئے ایسی تھین جو معمولاً ملکی انتظام مین اور امن وامان قایم کرنے مین واقع ہوتی ہین اور دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین کہ جس نے ملکی انتظام ہاتھ مین لیا ہو اور اسکو اس قسم کی لڑائیان پیش نہ آئی ہون۔ رہی یہہ بات کہ انبیاء کو اس قسم کی لڑائیان لڑنا زیبا ہین یا نہین اس سے انکار کرنا اور اسکو نازیبا قرار دینا قانون قدرت کے برخلاف ہے تمام انبیاء جب کہ قوم کی اصلاح اور انکے مذہب کی درستی کو کھڑے ہوتے ہین تو ابتدا مین عموماً انکے دشمن چارون طرف ہوتے ہین اگر وہ دین کی حفاظت اور مخالفون سے محفوظ رہنے کی کوشش نہ کرتے تو دنیا مین نہ آج یہودی مذہب کا وجود ہوتا اور نہ اور کسی مذہب کا اور نہ عیسائی مذہب کا اگر بعد حضرت مسیحؑ کے (جنہون نے مظلومیت مین بسر کی) اس کے لئے ایسا زمانہ نہ آتا جس مین اسکے پیرون کے مخالفون سے حفاظت کی گئی اور بزور شمشیر اسکو ترقی دیگئی۔

مگر اس مین شک نہین کہ قتل وخون کا سین بہت پر درد اور ہولناک ہے لیکن جب تک پُرفتن دنیا کی طینت اور پُرشور وشر بشر کی فطرت بدل نہ جاے تب تک یہ واقعات پیش آئے بغیر نہین رہ سکتے۔ پس صرف غور اسباب پر کیا جائیگا کہ آیا انکے وجوہات جائز تھے یا ناجائز۔ لوگ حضرت موسیٰؑ اور انبیاے بنی اسرائیل کی جنگ وجدال بھول جاتے ہین

حضرت مسیحؑ کا یہ قول کہ "یہ مت سمجھو کہ مین زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہین بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں"[ل] نظر انداز کرتے ہین۔ رام چندر سری کرشن بزرگان آریہ کی خونریزیان فراموش کرتے ہین مگر اس کریم النفس رسول پر منہ آتے ہین جسنے انسان کی بہیمی اور ملکی قوتون کے ساتھ فطری قوت غضبی کی بھی اس خوبی سے اصلاح کردی جسکی مثال کسی مذہب مین نہ نکلے گی۔ طمانچہ کہا کر اپنا دوسرا گال پیش کردینا نہایت اعلےٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے مگر فطرت انسانی کی اصلاح کا ایک جزو ہے اسلئے اس تعلیم مین جامعیت نہین خاصکر ایسی صورت مین جب کہ حضرت مسیحؑ نے بے بسی کی حالت مین دی ہو اور "گدا اگر تواضع کند خوے اوست" کے مصداق ہون بخلاف اسکے خلق اللہ کے واسطے عدالت کی ترازو قایم کرکے خود اپنے قول وفعل سے قدرت کے وقت درگذر کرکے لوگون کو رحم وکرم کی عملی تعلیم دینا بس اسی کا حصّہ تھا جسکی مقدس زندگی "رحمۃ للعالمین" ثابت ہوئی۔ اللّٰھم صل علےٰ محمد وعلی ال محمد۔

تکمیل دین

انسان کی محدود زندگی مین اُس گھڑی کی خوشی کا کیا پوچھنا جب کہ کسی کام کا جس مین وہ ہمہ تن مصروف رہا ہو سرانجام ہوجاے۔ دنیا مین بہت کم ایسے بانیان مذاہب گذرے ہین جنہین اپنی فی سبیل اللہ کوششون کے خوشگوار نتائج اپنی آنکھون سے دیکھکر ایسی خوشی حاصل ہوئی ہو مگر یہ شرف بھی نبی امّی کے واسطے مخصوص تھا کہ حق تعالےٰ نے آپ کے مبارک ہاتھون سے دین کو کامل کرکے سچّی خوشی عطا فرمائی ذالک فضل اللہ تو تیہ مین یشاء۔

ل حضرت مسیحؑ کا جسوقت کوئی یار و مددگار نہ تھا مرف چند ماہی گیر ساتھ ہوگئے تھے اُسوقت آپ کا یہ جوش وخروش قابل غور ہے (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۳۴)۔۱۲

عبداللہ ابن ابی کا م
اور منافقین کا سچے د
سے ایمان لانا

جسوقت آنحضرت صلعم تبوک سے واپس تشریف لائے تمام عرب مین اسلام کی شوکت اور حقانیت نے اپنا گھر کر لیا۔ ہر ہر قبیلہ سے آپ کی خدمت بابرکت مین وکیل آنا شروع ہوے اور گروہ گروہ مسلمان ہونے لگے۔ وکیل اس کثرت سے حاضر ہوے کہ اس سال کا نام ہی "عام الوفود" یعنی ایلچیون والا سال پڑ گیا۔ آنحضرت صلعم ان لوگون کے ساتھ نہایت خلق اور مروت سے برتاؤ کرتے تھے اور انکو دین کی تعلیم دیتے تھے۔ آپکے اخلاق حمیدہ ان لوگون کے دلون کو گرویدہ کر لیتے تھے اور جسوقت اپنے اپنے قبیلون کی طرف لوٹتے تھے آپکے ذکر خیر سے مشتاق سامعین کے قلوب کو منور کر دیتے تھے۔ مدینہ مین اب صرف منافقین کا سرگروہ عبداللہ ابن ابی باقی رہگیا جو اپنے رفقاء کے ساتھ اب تک درپردہ مخالفت پر تلا ہوا تھا مگر اسی سال شوال کے مہینہ مین مرض الموت مین مبتلا ہوا۔ حضرت رسولخدا صلعم اسکی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ابن ابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اب میرا آخری وقت ہے میری یہ تمنا ہے کہ آپ اپنا پیراہن عطا فرمائین کہ اسمین لپیٹ کر مجھے دفن کر دین اور آپ میرے جنازہ کی نماز پڑھکر دعا فرمائین۔ اگرچہ یہ شخص اپنی زندگی بھر نفاق اور شرارت سے باز نہ آیا مگر نبی کریم نے اسکے آخری سوال کو رد نفرمایا۔ اپنا پیراہن عطا فرمایا اور اسکے جنازہ پر نماز پڑھنے چلے۔ حضرت عمر رض نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص بڑا منافق تھا آپ اسکے جنازہ پر نماز نہ پڑھین حق تعالے نے منافقین کے واسطے فرمایا ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (انکے واسطے معافی مانگ یا نہ مانگ اگر ستر مرتبہ بھی معافی مانگیگا اللہ انکو ہرگز نہ بخشیگا سورہ توبہ پارہ ۱۰) رحمۃ للعالمین رسول نے جواب دیا اے عمر خدا نے مجھے استغفار کرنے اور نہ کرنے مین اختیار دیا ہے مگر مین نے مغفرت کی دعا کرنا اختیار کیا ہے بخشنا نہ بخشنا خدا کے اختیار مین ہے[1]۔ منافقین نے جسوقت حضرت رسولخدا صلعم کا یہ سراپا رحم و کرم برتاؤ دیکھا قائل ہو گئے اور اسیدن ایکہزار منافق اپنے نفاق سے توبہ کر کے سچے دل سے کلمہ پڑھنے لگا۔

[1] بخاری و مسلم بروایت ابن عمر ۔ ۱۲

مدینہ منورہ

مدینہ منورہ اب تمام بلاؤن سے پاک ہوگیا۔ اب نہ قریش کی عداوت تھی نہ یہود کا عناد نہ منافقین کی شرارت تھی نہ قبائل عرب کا فساد۔ نو برس مین رسول پاک کے قدمون کی برکت سے شہر کی حالت ہی بدل گئی اور کچھ اور ہی عالم نظر آنے لگا۔ وہ دیکھیئے نور اسلام کی برقی روشنی کا اُجالا پھیلا ہے۔ تسبیح و تقدیس کا زمزمہ دل کھینچے لیتا ہے۔ اخوت اور ہمدردی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تقویٰ اور طہارت کا ہر طرف انتظام ہے۔ جسے دیکھیئے حق اللہ اور حق العباد کے ادا کرنے مین مصروف ہوکر سچی خوشی سے مسرور نظر آتا ہے اور الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کے معراج کمال پر پہونچکر رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے مزے لے رہا ہے۔

مکہ اگرچہ فتح ہوگیا تھا لیکن ابھی تک جن لوگون نے اسلام قبول نہین کیا تھا حج کے ایام مین کعبہ کی زیارت کو آتے تھے اور اپنی قدیم جاہلانہ رسمون کو بجالاتے تھے یہ لوگ بالکل برہنہ ہوکر سات مرتبہ طواف کرتے تھے اور تالیان بجا بجا کر بتون کے سامنے ناچتے کودتے تھے اور عجیب و غریب حرکتین کرتے تھے اب جب کہ کعبہ سے بتون کا عمل اُٹھ گیا بت پرستی کی رسمونکو بھی رخصت ہونا چاہیے۔ ع

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

سورہ برات

اسلیئے آنحضرت نے اسی سال حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحاج مقرر فرماکر تین سو صحابیون کے ساتھ مکہ روانہ کیا کہ اپنے قول و فعل سے لوگون کو مناسک حج تعلیم کرین۔ قافلہ کے جانے کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا کہ سورہ برات کی ابتدائی آیات رسول اللہ کی طرف سے مجمع عام مین حاجیون کو سنا دین اور مشرکین کو سمجھا دین کہ بس اس سال سے کوئی بت پرست مسجد الحرام مکہ مین داخل نہ ہو اور بیت اللہ کا برہنہ ہوکر طواف نہ کرے جن لوگون سے پہلے کوئی معاہدہ ہو چکا ہے اسکی مدت گذرنے تک عہد کی پابندی کیجائیگی مگر جن سے کوئی معاہدہ نہین اُنھین چار ماہ کی مہلت دیجاتی ہے کہ اپنے گھرون تک پہونچ جائین جس کے بعد خدا کا رسول بری الذمہ ہے وہ لوگ اپنی آپ فکر کرین اور خوب

سمجھ لین کہ خدا اور رسول کے سامنے انکی کچھ نہ چلے گی [۱]
الغرض اصحاب نبی مکہ پھونچے حضرت ابوبکر رض نے زائرین کو مناسک حج تعلیم کئے اور حضرت علی رض
نے مشرکین کو احکام الٰہی سنا دیئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کفر و شرک کا قطعی استیصال ہو گیا
اور شریعت حقہ کی بنیاد مستحکم ہو گئی اور تمام عرب مین حق پرستی کا ڈنکا بج گیا۔ سنہ ۱۰ھ کے
شروع مین باقیماندہ قبیلون کی طرف سے بھی وکیل آنا شروع ہوے اور گھر گھر اسلام کا عملہ دخلہ
ہو گیا۔ اسوقت سورہ نصر نازل ہوی جسمین نہایت پر اثر اور سبق آموز طریقہ سے اس سچی خوشی
کا اظہار کیا گیا ہے جو کسی اہم اور ہمہ تن مصروف رکھنے والے کام کے پورے ہونے پر حاصل
ہوتی ہے۔ جسوقت غار حرا کے پاکباز عزلت نشین کو خداہی کی مدد سے فتح و نصرت اور دلون
کی تسخیر حاصل ہو گئی اور لوگ خدا کے دین مین فوج فوج داخل ہونے لگے اسوقت حق تعالےٰ نے
ارشاد فرماتا ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (ترجمہ پس تو تسبیح کر اپنے
رب کے حمد کی اور بخشش مانگ اس سے بیشک وہ توبہ قبول کرنیوالا ہے۔ سورۂ نصر پارہ ۳۰) بیشک شکر
نعمت اسی کا نام ہے کہ پوری کامیابی اور عروج کے وقت بندہ اپنے خدا کی حمد و ثنا مین
مشغول ہو اور عجز و انکسار کے ساتھ اسیکی طرف رجوع ہو۔ مخالفین اسلام خاصکر عیسائیون [۲]
نے آنحضرت پر ایک عجیب الزام لگایا ہے کہ مدینہ مین آکر جب آپ کو غلبہ حاصل ہوا تب آپ
مین عیش پرستی اور تمکنت آگئی۔ ہان آپ مین عیش پرستی اور تمکنت آگئی مگر ذرا یہ حالت
بھی ملاحظہ ہو۔ مدینہ کا بادشاہ اپنے بورئے کے تخت پر بیٹھا ہے۔ کمل کی خلعت زیب تن ہے
خود اختیاری فقر و فاقہ کا خوان نعمت چنا ہوا ہے اور تمکنت یہ ہے کہ اگر کوئی ذلیل غلام بھی کچھ
کہنے کیواسطے ہاتھ پکڑ لیتا ہے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑے ہاتھ نہین کھینچتا۔ غریبون اور مسکینون
کے ساتھ فرش خاک پر بیٹھا ہوا بے تکلف باتین کر رہا ہے جس سے ملتا ہے پہلے آپ سلام

سورہ نصر کا نازل ہونا

عیسائیون کا اعتراض کہ
آنحضرت مدینہ مین
عیش پرست ہو گئے

اسکا جواب

[۱] ابن ہشام صفحہ ۹۲۱-۹۲۲ ابن الاثیر صفحہ ۲۲۲ جلد دوم۔

[۲] ولیم میور۔ گبن۔ ارونگ۔ اور جدید مستشرق مارگولیتھ جسنے تو بس ہی زہر اگلا ہے۔

کرتا ہے اور کسی کا سوال رد نہین کرتا۔[1] مخالفین اسلام کو افسوس تعصب نے ایسا اندھا کر دیا ہے کہ وہ یہ نہین سمجھتے کہ قدرت اور غلبہ کے وقت تواضع اور انکساری کرنا اور ذکر الہی مین مشغول ہونا بڑے ظرف والون کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص انصاف کی نظر سے مستند احادیث نبوی کا مطالعہ کرے تو اسکو صاف معلوم ہو جائے گا کہ مدینہ مین سرور انبیا کی کیا حالت تھی "ام المومنین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت آدھی رات کو اٹھ اٹھ کر نماز تہجد مین مشغول ہوتے تھے اور قیام اور رکوع مین اسقدر مصروف رہتے تھے اور سوز وگداز کی وہ حالت طاری ہوتی تھی کہ صبح ہو جاتی تھی۔ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے آپکے اگلے پچھلے گناہ بخشدئے ہین پہر آپ اسقدر کیون تکلیف اٹھاتے ہین آپنے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا مین شکر گذار بندہ نہون[2]،، "عمران بن حصین سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضرت ص انکو ساتھ لیکر حضرت فاطمہ رض کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے اور دروازہ پر جا کر دستک دی اور ارشاد فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ رض نے جواب دیا تشریف لائیے آپنے فرمایا کہ مین اور میرا ساتھی دونون آئین۔ انھون نے پوچھا کہ آپکے ساتھ کون ہے آپنے فرمایا کہ عمران بن حصین انھون نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے آپ کو سچا نبی بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہین آپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اسکو اسطرح لپیٹ لو انھون نے عرض کیا کہ بدن تو مین نے چھپا لیا مگر سر کیسے چھپاؤن آپنے اپنی پرانی چادر انکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو بعد ازان جناب سیدہ رض نے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپنے اندر جا کر فرمایا "بیٹی آج تم کیسی ہو،، جناب سیدہ رض نے عرض کیا کہ میرے درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہے کہ میرے پاس کہانے کو نہین بھوک نے نڈھال کر دیا ہے آپ رو پڑے، اور فرمایا اے لخت جگر تو مت گھبرا بخدا مین نے تین دن سے

سلہ ۱ روضۃ الصفا و حیات القلوب۔ ۱۲

سلہ ۲ احیاء العلوم باب الشکر ابن حبان عن عطار۔ ۱۲

کہانا نہین کہایا اور تیری بہ نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رتبہ ہے اگر مین خدا سے مانگتا تو مجھکو کہلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور اسیکو پسند کیا پہر آپنے اپنا ہاتھ انکے مونڈھے پر مار کر کہا کہ "تجھکو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتون کی سردار ہے"[1]۔ اللہ اللہ سرور انبیا کی یہ شان تھی کہ شہر بر شہر فتح ہو رہے تھے اور مال و اسباب سونا چاندی لونڈی غلام سب ہی کچھ غنیمت مین ملتے تھے مگر جو کچھ خمس مین ملا سب راہ خدا مین صرف۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نرھتا تھا اور اگر بچ رہتا اور ایسا شخص نہ ملتا جسکو عطا فرمائین اور یکایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان مین تشریف نہ لاتے جب تک کہ بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دے چکتے[2]۔ سائل کی حاجت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے اور اپنے آل و اولاد کو قناعت اور ایثار کی تعلیم فرما کر دعا فرماتے[3] اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا (الٰہی اہلبیت محمدؐ کی روزی بقدر زیست عطا کر) مسکین اور غلام کی دعوت قبول فرمانے سے کبھی تکبر نفرملتے[4]۔ فقیرون کے پاس بیٹھتے اور مساکین کو ساتھ کہلاتے[5] اور یہ دعا فرماتے[6] اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا (الٰہی مجھے مسکنت مین زندہ رکھ اور مسکنت مین موت دے) حقیقت یہ ہے کہ وہ ذات پاک اخلاق حسنہ اور کمالات انسانی کی جامع تھی اور ہر وقت اور ہر جگہہ اسی کی خوبیون کا پرتو پڑتا تھا۔ مکہ مین جب کہ رنج و مصیبت کا سامنا تھا صبر و ثبات تحمل اور استقامت رضا اور تسلیم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ مدینہ مین جب کہ اطمینان اور راحت نصیب ہوی شکر و عطا جود و سخا عفو و کرم کا نور چمکنے لگا دشمنون کو اگر اپنی کور باطنی سے

ف۱ احیاء العلوم باب الفقر احمد و طبرانی ۔۱۲

ف۲ بخاری و مسلم بروایت ابن عباسؓ ۔۱۲

ف۳ و ف۴ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہؓ ۔۱۲

ف۵ ابوداؤد بروایت ابوسعیدؓ ۔۱۲

ف۶ ترمذی بروایت انسؓ و حاکم ۔۱۲

وہ لوگ نظر نہ آئے اور اُس مقدس نبی ﷺ پر عیش پرستی اور تمکنت کا الزام لگائین تو کیا حرج ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

سورہ نصر کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ زیادہ تر ذکر اذکار اور تسبیح اور تہلیل مین مشغول رہنے لگے - اس سورت مین یہ رمز تھا کہ انبیاء کے نفوس قدسی خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے مامور ہو کر کچھ عرصہ تک عالم رنگ و بو کی طرف مشغول کئے جاتے ہین مگر جب فرض رسالت ادا ہو چکا پھر انقطاع کلی حاصل ہو کر مبداء فیاض کیطرف صعود کرتے ہین اسلیواسطے جسوقت آپنے اس سورت کی تلاوت فرمائی حضرت صدیق رضؓ یہ نکتہ سمجھکر رونے لگے - لوگون نے سبب پوچھا آپنے جواب دیا کہ اس کلام سے بوے فراق آتی ہے ؎

الغرض سنہ ۹ھ کے شروع مین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے باقیماندہ قبائل عرب کی طرف سے بھی وکیل آنے لگے نجران صوبہ یمن کے باشندون کو جو عیسائی مذہب رکھتے تھے آنحضرت ﷺ نے ہدایت نامہ ارسال فرمایا تھا چنانچہ اُنھون نے بھی اپنی قوم سے چودہ بزرگ منتخب کر کے وکلا آپ کی خدمت مین بھیجے - جسوقت یہ جماعت حاضر ہوئی آنحضرت ﷺ نے انکو انکے عقاید باطلہ خاصکر الوہیت مسیح پر متنبہ کر کے اسلام کی سچی توحید تلقین فرمائی - اگرچہ ان لوگون نے اس الزامی دلیل کو تسلیم کر لیا کہ واقعی اگر ہم حضرت مسیح ؑ کو اسوجہ سے ابن اللہ کہتے ہین کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو حضرت آدم ؑ بدرجہ اولے ابن اللہ ہوئے کیونکہ انکے مان و باپ کوئی نہ تھے لیکن عقل کے رو سے قائل ہو کر پھر بھی ان لوگون کے دلون مین یہ شبہ کھٹکتا رہا کہ "ایک تین - تین ایک" کا مسئلہ دین کے اسرار مین سے ہے اور اگر عقل مین یہ بات نہ آئے لیکن مذہباً ہمکو ایسا ہی ماننا چاہیئے اسلئے آنحضرت ﷺ کی خدمت مین اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا - آپنے یہ دیکھکر کہ کسطرح تقلید نے انکو اندھا کر دیا ہے بحکم الٰہی مباہلہ

نجران کے عیسائیون سے مباہلہ کرنیکا اعلان

کرنے پر آمادہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اچھا اگر تم نہین مانتے تو ہم دونون اپنے بال بچون کو لے کر نکلین اور دعا کرین کہ اے خدا جو جھوٹا ہو

اسکانام و نشان مٹا دے۔ دوسرے دن حسب وعدہ آنحضرتؐ اس شان سے مباہلہ کرنے کو نکلے کہ حضرت امام حسینؑ کو گود مین لئے ہوے اور حضرت امام حسنؑ کی انگلی پکڑے ہوے۔ پیچھے جناب سیدہ حضرت فاطمہؓ۔ انکے پیچھے حضرت علی مرتضیٰؓ۔ گروہ نصاری مین ابوالحارث بن علقمہ جو اپنے مذہب کا عالم تھا یہ معاملہ دیکھکر اپنی قوم سے کہنے لگا "اے بھائیو مین اسوقت ایسی صورتون کو دیکھ رہا ہون کہ اگر وہ خدا سے پہاڑ ٹل جانے کی دعا مانگین تو بیشک ایساہی ہو خبردار مباہلہ پر آمادہ نہ ہونا ورنہ ہلاک ہوجاؤگے۔ نصاری یہ سنکر مرعوب ہوگئے اور دل کے اسی کھٹکنے والے شبہ نے دو ٹوک فیصلہ کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیا۔ آخر سوچ سمجھکر عرض کیا کہ اب ہم مباہلہ نہ کرینگے اور نہ اسلام ہی قبول کرینگے لیکن امن و امان کے ساتھ ذمیون کی طرح رہنا قبول کرتے ہین۔ آخر یہ امر قرار پاگیا اور آنحضرتؐ عہدنامہ[۱] تحریر کردیا اور انکی استدعا کے موافق حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو انکے اختلافات رفع کرنے کیلئے ساتھ کردیا جس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ مین انکے چند علماء آنحضرتؐ کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوے اور دین حق قبول کرلیا۔

اسی سال یمن کے ایرانی حاکم باذانؓ کا جس نے خسرو پرویز کے مرنے کے بعد اسلام قبول کرلیا تھا اور آنحضرتؐ نے بدستور انھین کو حاکم یمن مقرر کیا تھا انتقال ہوا۔ انکی وفات کے بعد آنحضرتؐ نے یمن کو تین حصون مین تقسیم کردیا۔ ایک پر باذان کے

---

[۱] سر ولیم میور جیسا متعصب اس عہدنامہ کے متعلق لکھتا ہے وہ کہ رسول خدا نے بنی حارث اور بخران کے پادریون کو پوری مذہبی آزادی دینے کا اقرار کیا تاکہ اپنے طریقہ پر اپنے گرجاؤن مین جسطرح چاہین عبادت کرین۔ بشپ اور راہب اپنی اپنی جگہہ پر بحال رہین جب تک یہہ لوگ امن وامان کے ساتھ رہین اُن کے ساتھ کچھہ تعرض نہ ہوگا" (لائف آف محمدؐ جلد دوم صفحہ ۲۹۹)۔ کیا کسی مذہب مین اس قسم کی عملی آزادی غیر مذہب کو دی گئی ہے مخالفین کو شرمانا چاہئے۔ ۱۲

بیٹے شہر کو عامل مقرر کیا۔ دوسرے پر ابو موسیٰ اشعریؓ کو اور تیسرے پر معاذؓ بن جبل کو۔ اور ہر ایک کو یہ وصیت کی کہ "خبردار نرمی سے کام کرنا لوگون پر سختی نہ کرنا اور ایسا ہرگز نہ کرنا کہ وہ تم سے متنفر ہو جائین"۔ پہر آپنے معاذ سے فرمایا کہ "تمکو اہل کتاب سے سابقہ پڑے گا تم انھین خدا کی طرف بلانا اگر وہ تمہارا کہنا مانین تو انکو ہدایت کرنا کہ خدا نے انپر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ انکے امیرون سے لے کر انکے محتاجون پر صرف کرین۔ خبردار تم تحفہ تحائف ہرگز قبول نہ کرنا اور مظلومون کی آہ سے بہت ڈرنا کیونکہ انکی دعا اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہین ہے"[2]

بعد ازان اسی سال رمضان کے مہینہ مین آنحضرتؐ نے جناب مرتضویؓ کو صوبہ یمامہ کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ "اے علیؓ اگر ایک شخص بہی تیرے ہاتھہ پر ایمان لائے تو یہ اس تمام چیز سے بہتر ہے جسپر سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے[3] (یعنے تمام دنیا سے) غرضکہ حضرت علیؓ مرتضیٰ روانہ ہوے اور نہایت سرگرمی سے خلق اللہ کی ہدایت مین مشغول ہوے قبیلہ عبدالمدان جو نجران مین رہتا تھا آپکے وعظ و نصیحت سے ایسا متاثر ہوا کہ سب کے سب ایکساتھ مسلمان ہوگئے۔

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

حج کے ایام قریب آرہے تھے۔ اسمرتبہ خود آنحضرتؐ ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو مدینہ منورہ سے حج کرنے کو چلے اور تمام مسلمانون کو اطلاع دی کہ جو لوگ حج کرنا چاہین وہ ہمراہ چلین۔ فوراً شیدائیان دین ہر طرف سے دوڑے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار کے عظیم الشان

---

۱ شہر بن باذانؓ اسود عنسی کے ہاتھ سے جسنے حجۃ الوداع کے بعد دعوی نبوت کرکے یمن مین فساد مچادیا شہید ہوے۔ اسود حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت مین مارا گیا۔ اسیطرح دو اور مدعی نبوت ایک مسیلمہ کذاب دوسرا طلیحہ بن خویلد نے شورش کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے لشکر اسلام انکی طرف بہیجا۔ مسیلمہ ایک خونخوار جنگ کے بعد یمامہ مین قتل ہوا اور طلیحہ شکست کہا کر بہاگا آخر حاضر ہو کر تائب ہوا۔ ۱۲

۲ روضۃ الاحباب۔ ۱۲

۳ مدارج النبوت صفحہ ۵۰۲ جلد دوم۔ ۱۲

مجمع کیساتھ خدا کا رسول حریم کعبہ مین داخل ہوا جمعہ کے دن نوین ذالحجہ کو عرفات کا سارا میدان مہبط انوار بنگیا اور کچھہ اور ہی عالم نظر آنے لگا۔ اللہ اکبر جدہر آنکھ اُٹھا کر دیکھئے سر ہی سر نظر آتے ہین۔ کچھ عجیب حالت طاری ہے امیر غریب کالے گورے سب کے سب سر کھولے ہوئے ایک چادر اوڑھے ہوے ذوق شوق کے ساتھ لبیک لبیک پکار رہے ہین۔ یہ عاشقانہ ہیبت یہہ وجد یہہ بیخودی بھی کچہہ عجب قسم کی ہے عشاق کی چاک گریبانی مشہور رہے یہان یہ نوبت پہونچ گئی ہے کہ خیر سے گریبان کا نشان ہی نہین چاک کیا کرین گے۔ مجذوب کی بڑ مشہور ہے یہان محویت کی یہ حالت ہے کہ لبیک لبیک (ہم حاضر ہین ہم حاضر ہین) کی رٹ لگ گئی ہے اور کچھہ زبان سے نکلتا ہی نہین۔ آخر انھین کون پکار رہا ہے بس انھین کے دل سے پوچھنا چاہئے مگر دل کی بات دل ہی مین رہتی ہے زبان تک نہین آتی اچھا تو پہر دل کے صاف آئینے مقابل مین رکھدئے جائین آنکھون آنکھون مین باتین ہو جائین گی اور کانون کان خبر نہ ہوگی کیون نہین اُس کیفیت اور جذب کا اگر کچھہ ذکر ہو سکتا ہے تو اسیقدر کہ ع

ذوق آن بادہ ندانی بخدا تا نچشی

دوپہر ڈھلے منتظرین کے اس عظیم الشان مجمع مین فدا در انکلام نبی اُمی نے دیر تک ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جسکا ماحصل یہ تھا "اے لوگو میری بات غور سے سنو خدا جانے آیندہ سال مجھے تم سے ملنے کا موقع ملے یا نہ ملے جسطرح آج کے دن اور اس مہینہ کی تم حرمت کرتے ہو اسیطرح ایک دوسرے کا ناحق خون کرنا اور مال لینا تمپر حرام ہے۔ خوب یاد رکھو کہ تمھین خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تمہارے سب کامون کا پورا حساب لیگا اے لوگو جسطرح عورتون پر تمہارے حقوق ہین اسیطرح تمپر تمہاری عورتون کے حقوق ہین انکے ساتھ ملاطفت سے پیش آنا یاد رکھو خدا کی ذمہ داری پر عورتین تمکو حلال ہوئی ہین اور اسی کے حکم سے تم نے انپر تصرف کیا ہے پس انکے حقوق کی رعایت مین خدا سے ڈرتے رہنا۔

اور ہان غلامون کے معاملہ مین دیکھو جیسا تم کہانا ویسا انکو کہلانا جیسے تم کپڑے پہنّنا ویسے نہین پھنانا اور اگر ان سے کوئی خطا ہو اور تم اسکو معاف نہ کر سکتے ہو تو امکو جدا کردو کیونکہ وہ بہی تو خدا کے بندے ہین انکے ساتھ سخت برتاو کرنا کیا معنی۔ اے لوگو میری بات غور سے سنو اور خوب سمجھو آگاہ ہوجاؤ کہ جتنے کلمہ گو ہین سب ایکدوسرے کے بھائی ہین۔ سب مسلمان اخوت کے سلسلہ مین داخل ہوگئے۔ تمہارے بھائی کی کوئی چیز اسوقت تک تمکو جائز نہین جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔ خبردار نا انصافی کے پاس نہ پھٹکنا۔ مین نے تم مین ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسکو مضبوط پکڑوگے اور اسی پر عمل کروگے تو کبہی گمراہ نہ ہوگے وہ چیز خدا کی کتاب ہے۔ اے لوگو عمل مین اخلاص مسلمان بھائیون کی خیر خواہی اور جماعت مین اتفاق یہ تین باتین سینہ کو پاک وصاف رکھتی ہین۔ حاضرین تمکو لازم ہے کہ میرا کلام ان لوگون کو جو یہان موجود نہین ہین سنا دینا۔ کیا عجب وہ شخص جس کو پیغام پہونچایا جاے سننے والے سے زیادہ یاد رکہے۱ه" خطبہ کے اختتام پر حضرت رسولخدا نے فرمایا اے لوگو قیامت کے دن تم سے سوال کیا جاے گا کہ مینے تم سے کیا معاملہ کیا اور تم مین کیونکر زندگی بسر کی تم اسکا کیا جواب دوگے۔ چارون طرف سے فوراً ہزارون آوازین بلند ہوئین کہ یا رسول اللہ ہم گواہ ہین آپنے خدا کے سب احکام ہمکو پہونچادئے۔ کوئی نصیحت اٹھا نہین رکھی اور رسالت کا پورا حق ادا کردیا۔ یہ سنکر آپنے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھاکر جوش مین تین مرتبہ فرمایا اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد اے اللہ تو گواہ رہ مینے حق خدمت ادا کردیا حق تعالے نے اپنے رسول اور اسکی امت کی تصدیق اور اپنی رضامندی کے اظہار مین یہ آیت نازل فرمائی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ . . . اَلْاِسْلَامَ دِیْنًا ط ترجمہ یعنے مینے آج کے دن تمہارے دین کو کامل کردیا تمپر اپنی نعمتین پوری کردین اور تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا۔ سورہ مائدہ پارہ ۶)

۱ه ابن ہشام صفحہ ۹۶۸ و ۹۶۹ ناسخ التواریخ صفحہ ۵۰۰ و ۵۰۱ کتاب دوم جلد اوّل۔

حقیقت اسلام

حقیقت مین اگر کسی مذہب نے انسان کی فطرت کا پورا پورا اندازہ کرکے اُسکے دینی اور دنیوی فلاح کی غرض سے جامعیت کے ساتھ نہایت عاقلانہ اور کامل اصول قایم کئے ہین تو وہ مذہب اسلام ہے۔ اس کے عقاید صاف اور سیدھے اور محال عقلی سے بالکل بری اور پہر ایسی جامعیت کے ساتھ کہ عالم اور جاہل فلسفی اور عامی سب کے ذہن مین اُتر جائین۔ کلمۂ شہادت جو اس کا اصل اصول ہے توحید(۱) کامل (یعنی توحید فی الذات توحید فی الصفات توحید فی العبادات) اور حقیقت(۲) نبوت یعنی عبدیت اور رسالت کو اس خوبی کے ساتھ ذہن نشین کر دیتا ہے کہ کسی مذہب مین اسکی مثال نہین مل سکتی نہ یہان تثلیث کا معما ہے نہ الوہیت مسیح کا راز نہ دیوتاؤنکی خوش فعلیان ہین اور نہ اوتارون کے دخل در معقولات۔ عقاید کی طرح اسلام کے اعمال بھی صاف اور سیدھے عقل پر مبنی اور سب پر شامل۔ (۱) اخلاق مین کانٹے کی تول فطرت انسانی کا پورا لحاظ۔ انسان کی خلقی متضاد صفتون کی سچی اصلاح اور روک تھام۔ نہ یہان افراط ہے نہ تفریط بس صراط مستقیم پر چلنے کی تعلیم ہے محض تعلیم ہی نہین بلکہ خود چل کر راستہ بتا دیا اور اپنے ساتھ مومنین اولین کو پار اُتار کر نظیر قایم کر دی۔ (۲) عبادات مین صرف توجہ الی اللہ پر مدار۔ خود عابد کی ذات کو نفع۔ باہمی اتفاق کی تعلیم۔ نہ رہبانیت ہے نہ جوگ نہ نرواں کی دردناک افسردگی ہے نہ بیہودگی سی ظاہری پابندی اور گُھراین بس حسن معاشرت جزو عبادت ہے نیت پر دار و مدار ہے۔ باہمہ مگر بے ہمہ ہیچ ہے

چیست دنیا از خدا غافل بُدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(۳) معاشرت اور تمدن مین ہر قوم کے خصائص کے لحاظ سے ایسے جامع اور بالغ اصول کی تعلیم کہ ہر زمانہ مین ہر قوم کے واسطے دستور العمل بن سکین مثلاً مسئلہ تعدد ازواج۔ واقعی جسقدر جس اصول مین جامعیت ہوگی اُسیقدر وہ کامل ہوگا۔

خاتم النبیین ہونیکی وجہ

غرضکہ انسان کی دینی اور دنیاوی فلاح کے واسطے حق تعالےٰ نے اس دین کے ذریعہ سے جو ادیان سابقہ کا مصلح ہے کوئی بات اُٹھا نہ رکھی۔ اسی سبب سے نبی اُمی کا لقب خاتم الانبیا ہوا

اور ہونا بھی چاہئے۔ ارادہ الٰہی نے یہ طے کر دیا تھا کہ آپ کے بعد حیرت انگیز ایجاد اور اختراع کا ایسا زمانہ آئیگا کہ بجلی اور بھاپ کے عجیب و غریب کرشمے مشرق اور مغرب کو ایک کر دینگے اسلئے ہر قوم کے واسطے ہر ملک مین (جیسا کہ سابق مین ہوتا رہا) ایک ایک نبی کے بھیجنے کی ضرورت نہ رہیگی دین اسلام کی منادی ملکون ملکون پہونچ جائے گی۔ پھر خواہ لوگ مانین یا نہ مانین حجت تمام ہو جائے گی والحمد للہ علی احسانہ۔

ارکان حج ادا کرنے کے بعد آنحضرتؐ اسی ذالحجہ کے مہینہ مین صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے[ف]۔ اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہین کیونکہ اس کے بعد تیسرے ہی مہینہ وہ نہ ٹلنے والی گھڑی آپہونچی جس سے بجز حی القیوم کے کوئی بھی نہین بچ سکتا بیشک کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام۔ رسالت کے فرایض ادا ہو چکے دین کی تکمیل ہو گئی اب اس مقدس ذات کو دنیا مین رہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک مشعل نے سیکڑون فانوسین روشن کر دین نہین نہین ایک نورانی جوہر نے ہزارون جسمانی پیکرون کو "ریڈیم" بنا دیا اب اس مظہر ذات الٰہی کو حق سبحانہ تعالےٰ کی طرف رجوع لازمی تھی۔ مدینہ مین پہونچکر آنحضرتؐ نے ۱۱ھ کے شروع مین سفر آخرت کی طیاری شروع کی اور

ف راہ مین جب آپ منزل غدیر خم مین جو مکہ اور مدینہ کے درمیان نواحی حجفہ مین واقع ہے پہونچے آپ کو معلوم ہوا کہ بعض آدمی حضرت علیؓ سے بدگمان ہین اور صوبہ یمن کے انتظامی امور مین جو حضرت علیؓ سے متعلق کئے گئے تھے بیجا نکتہ چینیان کر رہے ہین یہہ امر آنحضرتؐ کو نہایت ناگوار ہوا آپ وہین ٹھہر گئے اور لوگون کی بدگمانیان دفع فرمانے کو حضرت علیؓ مرتضیٰ کے فضائل بیان فرمائے۔ پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اے اللہ جسکا مین مولے ہون اسکا علی مولا ہے اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ خداوندا تو اسکو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے (احمد بروایت براء بن عازب و زید بن ارقم) اصل واقعہ اسقدر ہے۔ لوگون نے جو کچھ اسپر حاشیہ چڑھائے وہ قابل وثوق نہین۔ ۱۲

بقیع اور اُحد کے شہر خموشان مین جہان مجاہدین دین خدا کی خوشنودی حاصل کر کے
قیامت تک چین سے سو رہے ہین تشریف لیجا کر دعا اور استغفار مین مصروف رہنے لگے -
ماہ صفر سنہ ۱۱ھ کے آخر مین تپ شدید لاحق ہوی اور مرض بڑھنے لگا صحابہ مفارقت رسولؐ کے
خیال سے بیتاب ہونے لگے مگر جب تک باہر آنیکی طاقت رہی نبیؐ مشفق انکی تسلیؐ و تشفی
کر کے کلمات خیر فرماتے رہے اور یہہ ارشاد فرمایا "لوگو تم میری موت سے کیون ڈرتے ہو کوئی
نبیؐ ہمیشہ اپنی امت کے ساتھ نہین رہا ہم سب کو خدا کی طرف جانا ہے دیکھو میری قبر کو بت نہ بنانا
اور گمراہ قومون کیطرح گور پرست نہ ہو جانا - ایکدوسرے کے ساتھ نیکی کرنا وفا شعار انصار کے ساتھ
رعایت اور اہلبیت نبوت کی حرمت کا خیال رکہنا اور تقوی اختیار کرنا" مرض سے جب آپ
بالکل زار و نزار ہو گئے آخر مرتبہ حضرت علیؓ مرتضی اور حضرت فضلؓ بن عباسؓ کے کاندہون پر
سہارا دیتے ہوے مسجد مین تشریف لاے - مدینہ کے تمام چہوٹے بڑے یہانتک کہ عورتین اور
لڑکیان اپنے اپنے گہرون سے نکل نکل کر اپنے پیارے رسولؐ کی آخری وصیت سننے کو
آپکے گرد جمع ہو گئے خدا کی حمد و ثنا کے بعد رسول اللہؐ نے مجمع کی طرف خطاب کر کے ارشاد
فرمایا "مسلمانو میرا وقت اب قریب آیا ہے اگر مین نے کسیکو کچھ تکلیف دی ہو اسوقت مجھسے
اسکا بدلہ لے لے اگر کسی کا مجہپر حق ہو صاف ابھی کہدے مین جان و مال سے حاضر ہون - ایک
شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرے تین درہم آپکے ذمہ باقی ہین جو آپنے اپنے نام سے ایک سائل
کو مجہہ سے دلوائے تھے یہ سنکر آپنے حضرت فضلؓ بن عباسؓ کی طرف اشارہ کیا کہ فوراً یہ
تین درہم ادا کر دین اور ارشاد فرمایا - دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے کہین بہتر ہے بہر

علالت و وصیتین - اور سفر آخرت

ح ۱ علالت سے دو دن پیشتر آنحضرتؐ نے ایک لشکر ترتیب دیا اور اسامہ بن زید کو امیر مقرر کیا تا کہ رومیون
سے مسلمان ایلچی کے خون کا بدلہ لیا جاے اگرچہ سریہ موتہ سنہ ۸ھ مین اسی غرض سے بہیجا گیا تھا مگر جنگ
ناتمام رہی اور کچھہ فیصلہ نہ ہوا تھا اسلئے آنحضرتؐ نے اب یہ لشکر ترتیب دیا مگر صحابہ آپ کی علالت کیوجہ سے رک گئے
حضرت ابوبکرؓ جسوقت خلیفہ رسول مقرر ہوے سب سے پہلے جیش اسامہؓ کو روانہ کیا اور حق تعالی نے فتح نصیب فرمائی ۱۲

آپنے حاضرین کے واسطے دعا فرمائی اور احکام دین کی بجا آوری کی تاکید فرماکر یہ آیت پڑھی تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ [1] ۔ بعد ازان آپ حجرہ مین تشریف لے گئے اور پہر باہر آنے کی طاقت نرہی رفیق قدیم حضرت ابوبکر رضؓ صدیق نماز پڑھانے کیواسطے مقرر ہوے۔ تیسرے روز دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی ابتدا مین [2] ۱۱ھ کو حالت نزع طاری ہوئی آخری وصیت یہ تھی الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم نماز کے پابند رہنا اور مملوک کے حال پر عنایت کی نظر رکہنا [3] ۔ آخر قریب شام وہ ساعت آپہونچی جسمین وہ نفس قدسی

ف۱ طبری جلد سوم صفحہ ۲۰۷ (ترجمہ یہ آخرت کا گہر ہے جس کو ہم نے اُن لوگون کے واسطے خاصکر رکہا ہے جو دنیا مین کسی طرح کی شیخی (یا بڑائی) نہین کرنی چاہتے اور نہ فساد کے خواہان ہین و عاقبت پرہیزگارون کے واسطے ہے سورۂ قصص پارہ ۲۰) ۱۲ .

ف۲ عام طور سے ۱۲- ربیع الاول مشہور ہے مگر اسمین اختلاف ہے کیونکہ نوین ذالحجہ سنہ ۱۰ھ کو جمعہ کا دن تھا جب آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کیا اور اس مین کسیکو اختلاف نہین ہے اس صورت مین دوشنبہ کا دن ۱۲ ربیع الاول کو نہین پڑتا۔ مگر اس طور پر کہ ذیقعدہ ذالحجہ محرم اور صفر سب تیس تیس دن کے مہینہ شمار کرین اور نوین ذالحجہ کو مدینہ کی روئت کے لحاظ سے ہفتہ قرار دین اسی اشکال کیوجہ سے بعضون نے ۸- ربیع الاول بعضون نے ۱۳ ربیع الاول تاریخ وفات قرار دی (مجموعہ الفتاوی مولانا عبدالحی جلد اول صفحہ ۳۱۶ و ۳۱۷) - ۱۲

ف۳ یہ آخری وصیت آپنے اسوقت کی جب حالت نزع شروع ہونے لگی بیشک خدا کا سچا رسول کامل ہدایت اور دین کی تکمیل کے واسطے مبعوث ہوا تھا نہ اپنے ہی خاندان مین دنیاوی سلطنت قایم کرنے کیواسطے مسلمانونکو چاہئیے کہ توحید و رسالت کو جو کلمہ طیبہ کی شرح ہے اصل اصول سمجہین باقی فروعات کے جھگڑے ہین اُن کو بالاے طاق رکہکر اخوت کے سلسلہ کو قایم کرین - اے دنیا کے تمام اہل اسلام خواہ تم جس طریقہ پر چلو مگر اتنا سنلو حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (ترجمہ اور سب ملکر اللہ کے "دین"، کی رسّی کو مضبوط پکڑلو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو۔ سورہ آل عمران پارہ ۴) - ۱۲

باسٹھ برس گیارہ مہینے چندروز دنیا میں رہکر اللھم الرفیق الاعلےٰ کہتا ہوا اعلےٰ علیین کو سدھارا اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رٰاجِعُونَ۔

کیا بیان ہو کہ وہ ذات پاک کیا تھی۔ کیا کمالات انسانی کا روشن چراغ تھا جس نے ظلمت جسمانی کو دور کردیا کیا حقیقت کا آفتاب تھا جس نے عالم رنگ وبو کو روشن کردیا کیا شعلہ طور تھا جس نے فضائے ہستی کو وادی ایمن بنادیا کیا جمال ازل کا ایک جلوہ تھا جس نے مشتاقین کے قلوب کو ابدتک نور سے معمور کردیا۔ بس کچھہ کہہ نہیں سکتا کہ کیا تھا۔

بہت کچھ کہہ گیا پہر بہی کچھہ نہ کہا آہ ؎

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار　　　گلچین بہار تو زدامان گلہ دارد

یا ایھا اللذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما فقط

تمت بالخیر

تقریظ

رشحۂ خامۂ معجز رقم ذوالمجد والکرم حاجی حافظ مولانا ابوالسلم محمد اسلم صاحب فرنگی محلی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا ہو تعالی الرب الحکیم

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمدن المصطفے وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واحبابہ ذوی الصدق والصفا ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین کلہم اجمعین اکتعین ابتعین ابصعین امابعد فقیر نے رسالہ تذکرۃ المصطفے مصنفہ راسخ الطریقہ منبع الفواضل مجمع المحاسن منشی مولوی سید نواب علی صاحب ایم-اے پروفیسر فارسی کالج بڑودہ دیکھا فضائل احمدیہ ومناقب محمدیہ صلعم سے مملو پایا آجتک کوئی ایسی کتاب عام فہم اردو فقیر کی نظر سے نہین گذری جسمین تاریخی حالات جناب رسالتماب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سید الانبیاء والمرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسطرح بروایات صحیحہ مندرج ہون کہ دیکھنے والے شوق وذوق سے ملاحظہ فرماکر مسرور و مبتہج ہون یہ مصنف صاحب سلمہ ربہ الواہب کی کمال لیاقت کا باعث ہے کہ روایات ضعیفہ کو قلم انداز کر کے طبیعت کو خوشحال کیا اور مضامین مندرجہ مین صحت روایت ودرایت کا غایت درجہ خیال کیا ہے جملہ مضامین کا خلاصہ اس عنوان سے کردیا گویا دریاے ناپیداکنار کو کوزے مین بھر دیا ورنہ محامد و اوصاف نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کا احاطہ قدرت بشریہ سے بالکل محال ہے اور اسیوجہ سے راویان صدق مقال کا عنوان تشریح بیان مین نہایت عاجزی کے ساتھ یہ خیال ہے

لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

زیادہ تر لائق تحسین وقابل قدر یہ بات ہے کہ مصنف نے بفرط خلوص وغایت عقیدت کوئی حرف کتاب بلا وضو تحریر نہین کیا اور وقت بیان کسی مضمون کو بلا تسمیہ تعبیر نہین کیا اسی سے

انکی قابلیت وسعادت ظاہر ہے زاید مدح سے فقیر بالکل قاصر ہے ؎

لا یمکن الواصف المطری خصایصہ　وان یک سابقا فی کل ما وصفا

بالآخر اس موقع پر زیادہ گوئی بیکار ہے وقت ملاحظہ خود ناظرین کے انصاف پر اس رسالہ کے حسن وقبح کا دارومدار ہے مجھے امید ہے کہ ناظرین والاشان بکمال خلوص اسکو دیکھینگے اور مصنف کو شکریہ مین دعاء خیر سے فراموش نہ کرینگے اللہ تعالےٰ اسکو قبول فرماوے اور اسکے وسیلہ سے بتصدیق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ ناظرین کو فایدہ ابدیہ پہونچاوے امین فامین ثم امین برحمتك یا ارحم الراحمین قاله بفمه ورقمه الفقیر الحقیر الممتلی بالعجز والتقصیر المکنیٰ بابی السلم المدعو بمحمد اسلم اللکھنوی الفرنجی محلی مولدا والحنفی الماتریدی مذھبا والنظامی القادری مشربا تجاوز الله عما جناه بجاه نبیه سیدنا ومولٰنا محمد ن الاکرم صلعم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حفید مقدام الفضلا مقدم جیش العلماء شمس فلك التحقیق بدر سماء التدقیق آیت من آیات الله العلی الرب الحکیم مولانا الحاج الحافظ الشیخ ابی الاحیاء محمد نعیم ادخله الله العزیز الغفار جنّٰت تجری من تحتها الانهار

ایضاً

مولوی حکیم سید شاہ محمد فاخر عرف شاہ محمد راشد صاحب بیخود محمدی افضلی اجلی الہ آبادی

تلك آیات بیّنات

۱۳۲۵ھ

ذکر حبیب کم نہین وصل حبیب سے

شیفتگان جمال یار کی بیتابیون کو تسلی دینے والا اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف ذکر حبیب

اور جاندادگان حسن ولدار کے اضطراب مین تسکین بخش کوئی چیز ہوسکتی ہے تو محض یاد جانان پہر جیسا معشوق ویساہی اوسکا عشق۔ جیسا عشق ویساہی اُسکا اثر۔ جیسا اوسکا اثر ویساہی اضطراب۔ لیلیٰ کی محبت نے قیس کو مجنون کہلایا۔ شیرین کے عشق نے فرہاد کو دیوانہ بنایا۔ یہان نہ یہ عشق ہے نہ اِسکا اضطراب۔ نہ یہ محبت ہے نہ اسکا التہاب۔ پہر ہے کیا؟ اسکا جواب میری زبان سے تو چھوٹا مُنہ بڑی بات ہے لیکن کہنے والا کہہ گیا اور خوب کہہ گیا۔ ؎

دل از عشق محمدؐ ریش دارم　　رقابت باخداے خویش دارم

اے جوش دل۔ اے شوخی قلم ادب کا مقام ہے۔ کہان وہ سرکار بے نیاز کہان تو۔ وہ باقی تو فانی۔ وہ مالک تو مملوک مگر کیجئے کیا۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کا اتباع وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کی کشش اَللّٰهُ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ کا جذب ؎

مقام عشق مین شاہ وگدا کا ایک رتبہ ہے

اسلئے نہ صرف یہ مضغہ گوشت (دل) کیڑے مکوڑے کی خوراک بلکہ وہ لطیفہ نورانی جو عرش اللہ ہونے کی قابلیت رکھتا ہے اگر اوس عزت افزاے عرش رونق افروز فرش پر نہ رتجہے اوسکے نرالے جلوہ سے اور انوکھے جمال کے شوق مین بیخود نہ ہو تو عبدیت مین فرق آتا ہے۔ ع

تجہے کیونکر نہ چاہوں تو میرے پیارے کا پیارا ہے

اللہ کے ساتھ بندگی کا تعلق خواہ مخواہ مجبور کرتا ہے کہ اوس کے محبوب پر جی نثار کیا جاے مگر یہہ بڑا دعویٰ ہے۔ اس کا کہنا امتحانون مین پھنسنا ہے اسواسطے یہ کہنے کی گنجایش تلاش سے نکالی ہے کہ ایک محبوب کے لئے جتنے کمالات انسانی تصور مین آسکتے ہین اوس سے کہین زیادہ خدا نے اپنے پاک بندے اور پیارے محبوب روح مدینہ۔ جان مکہ۔ عزت اسلام۔ قبلہ بیت الحرام۔ روحی فداہ کی ذات مین جمع فرمادئے تھے۔ اگر کسی کو اون کمالات کا مشرح بیان دیکھنا ہے تو ہمارے کرمفرما

جان نثار سید الانبیا مولوی سید نواب علی صاحب ایم اے۔ نیوتنوی کی یہہ کتاب تذکرۃ المصطفی دیکھی کتاب کیا ہے اپنے ممدوح کی طرح اوسکی بدولت بے مثال ہے۔ خداے پاک مؤلف اور ساعی کو جزاے خیر عنایت فرماے۔ مقرظ اور ناظرین کو اپنے محبوب کے لایق بناے۔

قطعہ تاریخ فارسی

آن نواب علی پاک سرشت ۔۔۔ در بیان حبیب حق در سفت
بیخود از بہر سال ترتیبش ۔۔۔ تلک آیات بینات بگفت
۱۳۲۵ ہجری

اردو

یہہ تذکرہ صحیح جس سے ۔۔۔ سرکار کی ہر صفت عیان ہے
بیخود نے کہا کہ اس کی تاریخ ۔۔۔ تفسیر کتاب آسمان ہے
۱۳۲۵ھ

قطعہ تاریخ از جناب منشی قاضی محمد زاہد حسین صاحب اسسٹنٹ دفتر عالیہ لفٹنٹی ممالک متحدہ رئیس قصبہ نیوتنی ضلع اوناؤ

فضائل اس مین ہین مولا کے ہیرے ۔۔۔ یہ ہے تاریخ ختم الانبیا کی
فصاحت کیون نہ ہو قربان اسیر ۔۔۔ متانت مین بھی ہے شوخی بلا کی
مکرم حضرت نواب علی نے ۔۔۔ نئی تصویر کھینچی اس ادا کی
زمین پر شور ہے احسنت احسنت ۔۔۔ صدا آئی فلک سے مرحبا کی
ہوئی جب مصرعۂ تاریخ کی فکر ۔۔۔ رسائی دیکھی فکر رسا کی
* پڑھا زاہد نے یہ مصرعہ بہ آواز ۔۔۔ لکھی کیا نعت محبوب خدا کی
۱۳۲۵ ہجری

نوٹ: * ۱۰ اعداد تعمیہ ہے

Borrower's No	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

اعلان

چونکہ یہ نسخہ حسب ضابطہ رجسٹری ہو گیا ہے اِسلئے
ہر خاص و عام کی خدمت مین التماس ہے
کہ کوئی صاحب بلا اجازت مؤلف اِس کے
چھاپنے کا ارادہ نہ کرین

Borrower's No	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date